حضرت غوثِ اعظم کی کتاب فتوح الغیب کی
بے نظیر فارسی شرح کا اُردو ترجمہ

# شرح
# فتوح الغیب اُردو

قطب الاقطاب حضرت غوث صمدانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

تصنیف

## شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ترجمہ

## علامہ ظہور احمد جلالی

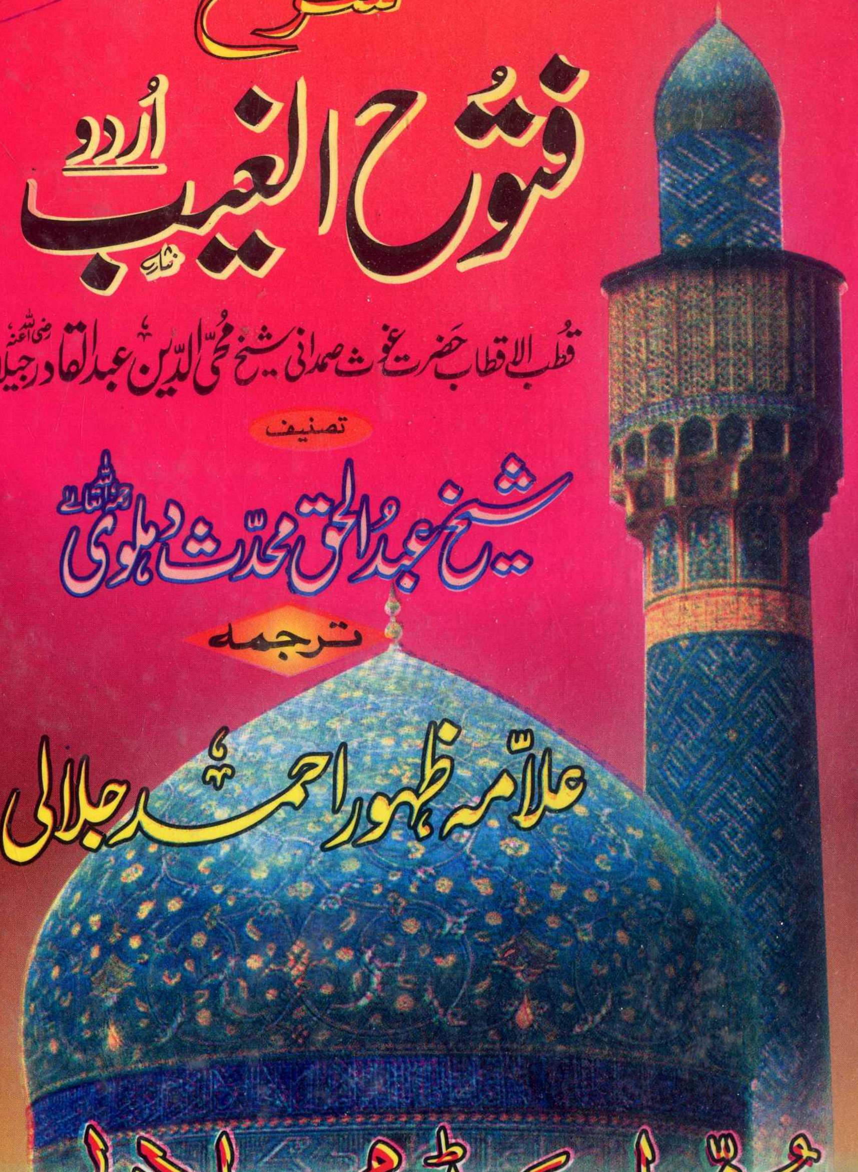

صُفّہ اکیڈمی ۔ لاہور

# شرح فتوح الغیب اردو

قطب الاقطاب حضرت غوث صمدانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

تصنیف

## شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ

## علامہ ظہور احمد جلالی

صفہ اکیڈمی لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں


| | |
|---|---|
| نام کتاب | شرح فتوح الغیب |
| تصنیف | شیخ عبدالحق محدث دہلوی |
| اردو ترجمہ | علامہ ظہور احمد جلالی |
| ناشر | صفہ اکیڈمی لاہور |
| زیر اہتمام | علامہ محمد اسلم شہزاد |

حجاز پبلی کیشنز لاہور

| | |
|---|---|
| باراول | مئی ۲۰۰۰ء |
| تعداد | گیارہ سو (۱۱۰۰) |
| قیمت | ۲۲۵روپے |


محقق العصر مفتی محمد خان قادری کی تمام تصانیف کے علاوہ دیگر علماء کی تحقیقی و علمی کتب بارعایت حاصل کرنے کے لئے حجاز پبلی کیشنز مرکز الاویس ستاہوٹل دربار مارکیٹ لاہور سے رجوع فرمائیں۔ فون:-7324948

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پیش گفتار

فتوح الغیب حضور غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی نہایت بابرکت تصنیف ہے جس کا ایک ایک لفظ معارف سے پر اور ہر مقالہ اسرار رموز کا بحر بے کنار ہے حضرت سلطان ملک ولایت نے توحید کی حقیقت رسالت کا عرفان توکل وایقان تقاضائے ایمان مرتبہ انسان جسم تا جان ہر قسم کے عرفانی اور روحانی مباحث و فتوحات سے اس صحیفہ لاثانی کو مزین فرمایا ہے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ اور مشائخ سلسلہ کا مزاج اگر حقیقی معنوں میں سمجھنا ہو تو اس کتاب کا مطالعہ مستقل بنیادوں پر اپنے معمولات حیات کا حصہ بنا لینا چاہئے۔

مکہ شریف میں آج سے تقریباً چار سو سال پہلے ایک شیخ طریقت اور محدث کبیر مقیم تھے جن کا نام نامی اسم گرامی شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ انہوں نے اپنے ایک قابل فخر شاگرد اور مرید شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ فتوح الغیب حاصل کر کے اس کا مطالعہ خوب لگن سے کرو۔

شیخ محقق حضرت امام عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) نے اس کتاب کی تلاش شروع کی جو آخر انہیں ہندوستان کے ایک قادری بزرگ کی وساطت سے مل گئی۔

اور پھر سلسلہ عالیہ قادریہ کے ایک اور بزرگ رونق لاہور صاحب مرتبہ عالی حضرت شاہ ابو المعالی قادری کرمانی (م ۱۰۲۴ھ) کے ارشاد اور فرمان کی تعمیل میں شیخ محقق نے اس کتاب لاجواب کی تشریح اور ترجمہ فارسی زبان میں کر دیا۔

شیخ محقق حضرت شاہ ابو المعالی سے کمال درجہ عقیدت رکھتے تھے شرح مشکوۃ اشعۃ اللمعات بھی حضرت باباشاہ ابو المعالی الرحمہ ہی کے کہنے پر تحریر کی گئی تھی۔

یہ شرح ہندوستان میں متعدد بار شائع ہوئی۔ مطبع نون کشور لکھنو سے الداء اور اس کے بعد ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی۔

پشاور قصہ خوانی بازار کے ایک ناشر نے اس کا عکسی ایڈیشن غالباً ۹۲۔ ۱۹۹۱ء میں شائع کیا۔

اور یہی کتاب ۱۹۹۷ء میں نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی کی طرف سے لاہور میں شائع ہو کر اہل ذوق کی تسکین کا باعث ہوئی۔

زیر نظر اردو ترجمہ شرح فتوح الغیب علامہ محمد اسلم شہزاد صاحب صفہ اکیڈمی لاہور کے زیر اہتمام شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ مترجم مولانا ظہور احمد جلالی مدظلہ العالی اس عظیم سعادت سے بہرہ مند ہو کر لائق مبارک باد ٹھہرے ہیں۔

مولانا اکرام اللہ زاہد نے پروف ریڈنگ کے ذریعے فیوضات و برکات میں سے حصہ حاصل کیا ہے۔

راقم کو بھی اس خرمن سے خوشہ چینی کا موقع میسر آیا۔ یعنی تمام اختتام کی توفیق آخری تین صفحات کے ترجمہ کی صورت میں نصیب ہوئی۔ رب قادر قدیر کے کرم سے عبد قادر کے ارشاد فرمودہ اسرار و معارف مطبوعہ صورت میں آپ تک پہنچ رہے ہیں۔ مولائے کریم عزوجل اس کوشش و کاوش کو محرر، مترجم شارح اور ناشر کی طرف سے قبول و منظور فرما کر ذریعہ نجات بنائے آمین۔

محمد شہزاد مجددی سیفی

دارالاخلاص

۴۹۔ ریلوے روڈ لاہور

١٤٨

# فہرست


| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱ | پیش لفظ | |
| ۲ | مقالہ نمبر ۱ : | |
| ۳ | مومن کے لیے ضروری چیزیں | ۲۸ |
| | مقالہ نمبر ۲ : | |
| ۴ | نیکیوں کی ترغیب | ۳۰ |
| ۵ | سوال افضل ہے یا خاموشی | ۳۱ |
| | مقالہ نمبر ۳ : | |
| ۶ | ابتلاء | ۳۹ |
| | مقالہ نمبر ۴ : | |
| ۷ | معنوی موت | ۴۷ |
| | مقالہ نمبر ۵ : | |
| ۸ | دُنیا کا حال اور اس سے عدم التفات کی ترغیب | ۶۰ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- |
| | مقالہ نمبر ٦ : | |
| ٩ | مخلوق سے فنا | ٦٣ |
| | مقالہ نمبر ٧ : | |
| ١٠ | دلی غم سے نجات | ٨٩ |
| | مقالہ نمبر ٨ : | |
| ١١ | تقربِ الٰہی | ١١٣ |
| | مقالہ نمبر ٩ : | |
| ١٢ | کشف و مشاہدہ | ١٢٤ |
| | مقالہ نمبر ١٠ : | |
| ١٣ | نفس اور اس کے احوال | ١٣٢ |
| | مقالہ نمبر ١١ : | |
| ١٤ | خواہشات کیا ہیں ؟ | ١٥٦ |
| | مقالہ نمبر ١٢ : | |
| ١٥ | حبِ مال سے ممانعت | ١٦٠ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | مقالہ نمبر ۱۳ : | |
| ۱۶ | احکام خداوندی کی تعمیل | ۱۶۲ |
| | مقالہ نمبر ۱۴ : | |
| ۱۷ | واصلین کے احوال کی اتباع | ۱۷۷ |
| | مقالہ نمبر ۱۵ : | |
| ۱۸ | خوف ورجاء | ۱۸۴ |
| | مقالہ نمبر ۱۶ : | |
| ۱۹ | توکل کی حقیقت اور اس کے مقامات | ۱۸۸ |
| | مقالہ نمبر ۱۷ : | |
| ۲۰ | مُرشد کے ذریعے خدا تعالیٰ تک رسائی | ۲۰۰ |
| | مقالہ نمبر ۱۸ : | |
| ۲۱ | شکوہ کرنے کی ممانعت | ۲۱۳ |
| | مقالہ نمبر ۱۹ : | |
| ۲۲ | ایفائے عہد کی تاکید | ۲۲۶ |

| صفحہ نمبر | عنوانات | نمبر شمار |
| --- | --- | --- |
| | مقالہ نمبر ۲۰ : | |
| ۲۳۹ | شکوک وشبہات میں نہ پڑو | ۲۳ |
| | مقالہ نمبر ۲۱ : | |
| ۲۴۶ | ابلیس سے مکالمہ | ۲۴ |
| | مقالہ نمبر ۲۲ : | |
| ۲۵۰ | ابتلاء مومن بقدر ایمان | ۲۵ |
| | مقالہ نمبر ۲۳ : | |
| ۲۶۴ | اپنی قسمت پر رضا | ۲۶ |
| | مقالہ نمبر ۲۴ : | |
| ۲۷۲ | خدا کی چوکھٹ پر ملازمت | ۲۷ |
| | مقالہ نمبر ۲۵ : | |
| ۲۸۰ | شجر ایمان | ۲۸ |
| | مقالہ نمبر ۲۶ : | |
| ۲۸۷ | احوال کو پوشیدہ رکھو | ۲۹ |
| | مقالہ نمبر ۲۷ : | |
| ۳۰۷ | خیر وشر ایک ہی درخت کے دو ثمر ہیں | ۳۰ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | مقالہ نمبر ۲۸ : | |
| ۳۱ | احوالِ مرید کی تفصیل | ۳۲۳ |
| | مقالہ نمبر ۲۹ : | |
| ۳۲ | فقر کُفر کے قریب کر دیتا ہے | ۳۲۹ |
| | مقالہ نمبر ۳۰ : | |
| ۳۳ | عمل اور ترکِ حیلہ | ۳۳۵ |
| | مقالہ نمبر ۳۱ : | |
| ۳۴ | محبّت و بُغض صرف خدا کے لیے ہو | ۳۴۱ |
| | مقالہ نمبر ۳۲ : | |
| ۳۵ | خدا کی محبت میں کسی کو شریک نہ کرو | ۳۴۴ |
| | مقالہ نمبر ۳۳ : | |
| ۳۶ | لوگوں کی قسمیں | ۳۵۳ |
| | مقالہ نمبر ۳۴ : | |
| ۳۷ | فعلِ خداوندی پر ناراض نہ ہو | ۳۶۴ |
| | مقالہ نمبر ۳۵ : | |
| ۳۸ | زہد و ورع | ۳۸۱ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | مقالہ نمبر ۳۶ : | |
| ۳۹ | دین راس المال ہے اور دُنیا اس کا نفع | ۳۸۹ |
| | مقالہ نمبر ۳۷ : | |
| ۴۰ | حسد کی مذمت | ۴۱۲ |
| | مقالہ نمبر ۳۸ : | |
| ۴۱ | صدق و نصیحت | ۴۲۲ |
| | مقالہ نمبر ۳۹ : | |
| ۴۲ | وفاق ، شقاق ، نفاق | ۴۲۵ |
| | مقالہ نمبر ۴۰ : | |
| ۴۳ | روحانی لوگوں میں داخلے کا طریقہ | ۴۲۸ |
| | مقالہ نمبر ۴۱ : | |
| ۴۴ | غناء اور اس کی کیفیت | ۴۴۲ |
| | مقالہ نمبر ۴۲ : | |
| ۴۵ | نفس کی دو حالتیں | ۴۵۴ |
| | مقالہ نمبر ۴۳ : | |
| ۴۶ | غیر اللہ سے سوال کی مذمت | ۴۶۸ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | مقالہ نمبر ۴۴ : | |
| ۴۷ | اہلِ معرفت کی دُعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں | ۴۷۲ |
| | مقالہ نمبر ۴۵ : | |
| ۴۸ | نعمت و ابتلاء | ۴۸۲ |
| | مقالہ نمبر ۴۶ : | |
| ۴۹ | حدیث قدسی سے ذکر و شغل کی فضیلت | ۴۹۹ |
| | مقالہ نمبر ۴۷ : | |
| ۵۰ | تقرب الی اللہ | ۵۰۷ |
| | مقالہ نمبر ۴۸ : | |
| ۵۱ | مومن کے لائق اعمال | ۵۰۹ |
| | مقالہ نمبر ۴۹ : | |
| ۵۲ | نیند کی بُرائی | ۵۱۶ |
| | مقالہ نمبر ۵۰ : | |
| ۵۳ | بُعد دُور کرنے کا طریقہ | ۵۲۱ |
| | مقالہ نمبر ۵۱ : | |
| ۵۴ | زہد کی حقیقت | ۵۲۸ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | مقالہ نمبر ۵۲ : | |
| ۵۵ | ابتلاء مومن | ۵۳۵ |
| | مقالہ نمبر ۵۳ | |
| ۵۶ | رضائے الٰہی کی طلب | ۵۴۳ |
| | مقالہ نمبر ۵۴ : | |
| ۵۷ | خدا تک رسائی کیسے حاصل ہو | ۵۵۳ |
| | مقالہ نمبر ۵۵ : | |
| ۵۸ | نفسی لذّات سے کنارہ کشی | ۵۶۲ |
| | مقالہ نمبر ۵۶ : | |
| ۵۹ | مخلوق سے فنائیت | ۵۷۹ |
| | مقالہ نمبر ۵۷ : | |
| ۶۰ | تقدیر سے عدم منازعت | ۵۹۳ |
| | مقالہ نمبر ۵۸ : | |
| ۶۱ | ہر جہت سے نظریں پھیر لو | ۶۰۶ |
| | مقالہ نمبر ۵۹ : | |
| ۶۲ | نعمتوں پر شکر اور بلاؤں پر صبر اختیار کرو | ۶۱۰ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | مقالہ نمبر ۶۰ | |
| ۶۳ | ابتداء و انتہا | ۶۲۴ |
| | مقالہ نمبر ۶۱ : | |
| ۶۴ | ہر شئے پر توقف | ۶۳۶ |
| | مقالہ نمبر ۶۲ : | |
| ۶۵ | محبت و محبوب | ۶۴۲ |
| | مقالہ نمبر ۶۳ : | |
| ۶۶ | معرفت کی ایک قسم | ۶۴۹ |
| | مقالہ نمبر ۶۴ : | |
| ۶۷ | وہ موت جس میں زندگی نہیں | ۶۵۱ |
| | مقالہ نمبر ۶۵ : | |
| ۶۸ | دُعا کی تاخیر قبولیت خدا کی ناراضگی کو مستلزم نہیں۔ | ۶۵۵ |
| | مقالہ نمبر ۶۶ : | |
| ۶۹ | دُعا کرنے کا حُکم اور دُعا چھوڑنے سے ممانعت۔ | ۶۶۴ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | مقالہ نمبر ٦٧ : | |
| ٧٠ | نفس سے جہاد اور اس کی تفصیل | ٦٧٤ |
| | مقالہ نمبر ٦٨ : | |
| ٧١ | خدا تعالیٰ ہر آن نئی شان ۔ | ٦٨٣ |
| | مقالہ نمبر ٦٩ : | |
| ٧٢ | خدا سے مغفرت طلب کرو | ٦٩٣ |
| | مقالہ نمبر ٧٠ : | |
| ٧٣ | شکر اور اعتراف قصور | ٧٠١ |
| | مقالہ نمبر ٧١ : | |
| ٧٤ | مُرید و مُراد | ٧٠٧ |
| | مقالہ نمبر ٧٢ : | |
| ٧٥ | بازار میں جانے والوں کے احوال | ٧١٧ |
| | مقالہ نمبر ٧٣ : | |
| ٧٦ | اولیاء کرام کی قسمیں | ٧٢٤ |
| | مقالہ نمبر ٧٤ : | |
| ٧٧ | عقل سے وحدانیت کا ثبوت | ٧٣٢ |

| نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- |
| | مقالہ نمبر ۷۵: | |
| ۷۸ | تصوف کا منبع و مخزن | ۷۳۸ |
| | مقالہ نمبر ۷۶: | |
| ۷۹ | وصیت غوث اعظم رضی اللہ عنہ | ۷۴۵ |
| | مقالہ نمبر ۷۷: | |
| ۸۰ | وقوف مع اللہ | ۷۵۵ |
| | مقالہ نمبر ۷۸: | |
| ۸۱ | سالکینِ راہ خدا کی دس خصلتیں | ۷۶۵ |
| | مقالہ نمبر ۷۹: | |
| ۸۲ | مرضِ وصال اور وصایا | ۷۸۱ |
| | مقالہ نمبر ۸۰: | |
| ۸۳ | دوسروں کو مجھ پر قیاس نہ کرو | ۷۸۷ |
| ۸۴ | خاتمہ | ۷۹۲ |

| |
|---|
| اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا ظَاہِرًا |
| وَّبَاطِنًا عَدَدَ خَلْقِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ |
| وَرِضَا نَفْسِہٖ وَعَدَدَ کُلِّ شَفْعٍ وَّوَتْرٍ وَّرَطْبٍ وَّیَابِسٍ۔ |

تمام تعریفیں خدائے عزوجل کے لیے ثابت ہیں۔ جو کہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے[1]۔ اوّل و آخر میں[2]، ظاہر و باطن میں[3]، اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر۔ اور اس کے اسماء و صفات[4] کی مقدار کے مطابق، اس کے عرشِ عظیم کے وزن کے برابر اور اس کی رضا کے برابر جیسے کہ وہ ذاتِ کریم کامل الصفات راضی ہو اور ہر جفت و طاق کے شمار کے برابر[5]۔ ہر خشک و تر کے برابر[6]۔

---

۱ یعنی عالم ملک و ملکوت، جن و انس، حیوانات و نباتات و جمادات اور تمام افرادِ انسانی کا۔ ہر فردِ انسانی صورتاً عالمِ صغیر اور حقیقتاً عالمِ کبیر ہے۔

۲ یعنی مبدء و معاد میں۔ یا ازل و ابد میں۔ یا۔ دُنیا و آخرت میں یا ہر کام کے اوّل و آخر میں۔

۳ یعنی دل میں اور زبان پر۔ یا عالم ارواح و اشباہ میں۔ یا ظہور کے بعد مرتبۂ خالقیت میں۔ یا ظہور سے پہلے بطون کے ہر حال میں مرتبہ احدیت میں۔

۴ یا کلام قدیم اور اس کے معانی و اشارات۔

۵ یعنی تمام افراد کائنات کے برابر کیونکہ تمام افراد کائنات خواہ علویات سے ہوں یا سفلیات سے جفت و طاق کے زمرے میں آتی ہیں۔

۶ رطب و یابس (خشک و تر) دراصل کتاب مبین میں بیان کردہ تمام معلومات ثابتہ سے کنایہ ہیں۔

| |
|---|
| وَجَمِیْعَ مَاخَلَقَ رَبُّنَا وَذَرَاءَ وَبَرَاءَ اَبَدًا دَائِمًا سَرْمَدًا |
| طَیِّبًا مُبَارَکًا اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی وَقَدَّرَ |

اور جو کچھ ہمارے پروردگار نے تقدیر کیا، پیدا کیا اور پھیلایا[7] ہمیشہ ہمیشہ اور پاکیزہ حمد[8] سب سے بڑھ کر یعنی وہ خدا جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا پھر ان کی پیدائش، شکل وصورت کی تخلیق کو سیدھا اور برابر کیا[9] تقدیر واندازہ کیا اور[10] ان کی راہنمائی فرمائی[11]

---

[7] خَلَقَ، ذَرَءَ اور بَرَءَ تینوں لفظ لغات میں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ خَلَقَ میں تقدیر واندازہ کرنے کے معنی، ذَرَءَ میں نشر وپراگندہ کرنے اور بَرَءَ میں گھڑنے اور از سرِ نو پیدا کرنے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اس لیے علماء نے کہا ہے کہ اسم اَلْبَارِیْ کے معنی خالق بے مثال ہیں یعنی مخلوقات کو پیدا کرنے والا بغیر اس کے کہ ان کی کوئی مثال یا نظیر تھی کہ اسے دیکھ کر اسی طرح کی کسی مخلوق کو پیدا کیا ہو۔

[8] جو قصور ونقصان کی آلائش سے پاک ہو۔

[9] اس طرح کہ فرق نہ رہنے دیا جیسا ہونا چاہیے تھا اسی طرح بنایا۔

[10] اجناس واشخاص، اشیاء ومقادیر اور ان کی صفات، افعال اور آجال کو مقرر فرمایا۔

[11] اس طرح کہ تمام مخلوق کا رُخ ان افعال کی طرف موڑ دیا جو ان سے بالطبع یا بالاختیار صادر ہوتے ہیں یا اس کے معنی یہ ہیں کہ حق کی دریافت میں نصب دلائل اور انزالِ آیات کے ساتھ دُنیا وآخرت میں نتائج وامور کی شناخت کے علم کے ساتھ ان کو ہدایت دی۔

| |
|---|
| وَ اَمَاتَ وَاَحْیٰی وَ اَضْحَكَ وَ اَبْکٰی وَ اَقْرَبَ وَ اَدْنٰی وَ رَحِمَ |
| وَ اَخْزٰی وَ اَطْعَمَ وَ اَسْقٰی وَ اَسْعَدَ وَ اَشْقٰی وَ مَنَعَ وَ اَعْطٰی |
| اَلَّذِیْ بِکَلِمَتِهٖ قَامَتِ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ الشِّدَادُ |
| بِهَا رُسَتِ الرَّوَاسِیْ وَ الْاَوْتَادُ وَ اسْتَقَرَّتِ الْاَرْضُ الْمِهَادُ |

وہ ذات جس نے قلوب واجسام کو زندگی اور موت دی۔ ہنسایا اور رلایا[۱۲] بعض کو اپنی بارگاہِ فضل ورحمت کے قریب کیا اور بہت قریب کیا[۱۳]۔ ایک پر مہربانی کی اور دوسرے کو رُسوا کیا۔ کھلایا اور پلایا[۱۴]۔ ایک کو نیک بخت کیا اور دوسرے کو بدبخت۔ ایک پر بخشش فرمائی اور دوسرے کو محروم رکھا جس کے حکم سے سات قوی اور مضبوط آسمان قائم ہیں[۱۵]۔ پہاڑ ثابت و استوار ہیں جیسے پانی پر لنگر انداز ہوں اور میخوں کی طرح زمین میں گڑے ہوئے ہوں اور بچھے ہوئے فرشِ زمین نے آرام و قرار پایا ہے۔

---

۱۲؎ لوگوں کو خوش کیا اور غمناک کیا۔

۱۳؎ اَدْنٰی بمعنی اَقْرَبَ ہے اور اس کے معنی بہت زیادہ قریب کرنا بھی ہیں اور اگر اسے دناءۃ (ہمزہ کے ساتھ) سے مشتق مانیں تو بھی درست ہے۔ اس وقت معنی یہ ہوں گے کہ بعض کو ناکس اور پست رکھا اسطرح یہ اَقْرَبَ کے مقابل اور مقام کے مناسب ہوگا اور قرائن کے لحاظ سے بعید بھی نہیں ہے۔

۱۴؎ جسمانی وروحانی طعام و شراب کے ساتھ سیر کیا۔

۱۵؎ کہ مرورِ زمانہ ان میں اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

فَلَا مَقْنُوطًا مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلَا مَامُونًا مِّنْ مَّكْرِهٖ
وَغِيَرِهٖ وَاِنْفَاذِ قَضِيَّتِهٖ وَفِعْلِهٖ وَاَمْرِهٖ وَلَا مُسْتَنْكِفًا
عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا مَخْلُوًّا مِّنْ نِعْمَتِهٖ فَهُوَ الْمَحْمُوْدُ بِمَا
جَنٰى وَالْمَشْكُوْرُ بِمَا زَوٰى.

تو ذات حق وعز وجل کی رحمت ومغفرت سے کوئی مایوس نہیں کیا گیا اور کوئی اس کی خفیہ تدابیر آزمائشوں اور آفتوں[16] سے، اس کے احکام اور فرمودات کے نفاذ اور جاری کرنے سے مامون نہیں ہے اور کوئی شخص اس کی بندگی سے ننگ وعار محسوس نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی نعمت سے کوئی خالی ہے۔ اس کی عطا اور نعمت سے نوازنے اور مہربانی فرمانے پر تعریف کی گئی ہے اور بلا و محنت کے روک لینے پر شکریہ ادا کیا گیا ہے[17]

---

[16] غِیَر بکسر غین و فتح یا ہو تو یہ غِیرۃ کی جمع ہے نیز اس کی جمع اغیار بھی آتی ہے۔ بعض نسخوں میں مِنْ غَیْرَتِہٖ ہے غیرت کا معنی رشک۔ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر غیرت یہ ہے کہ وہ انہیں قرب الٰہی سے دور کرنے والی اور محرمات ومکروہات اشیاء سے ان کا ارتکاب کرنے پر قہر وابتلا نازل کرکے جزاء وعقاب دے کر ان کا ارتکاب کرنے سے انہیں روکے۔

[17] روکی اور باز رکھی جانے والی اشیاء سے مراد وہ ظاہری عطیات بھی ہو سکتے ہیں جو الطاف مخفیہ کو متضمن ہوں۔ یعنی اس کا ہر حال میں شکر ہے خواہ حالت نعمت ہو یا حالتِ مشقت۔ علماء فرماتے ہیں کہ حصولِ نعمت

| |
|---|
| ثُمَّ الصَّلٰوۃُ عَلٰی نَبِیِّہٖ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفَی الَّذِیْ |
| مَنِ اتَّبَعَ مَاجَاءَ بِہٖ اھْتَدٰی وَمَنْ صَرَفَ عَنْہُ ضَلَّ |
| وَارْتَدّٰی اَلنَّبِیُّ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ ۔ |

اس کے بعد درود ورحمت نازل ہو اللہ کے برگزیدہ نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ کہ جس شخص نے آپ کے لائے ہوئے دین کی اتباع کی وہ ہدایت پا گیا۔ اور جس شخص نے آپ سے اور آپ کے دین سے روگردانی کی وہ ہلاک ہو گیا۔ وہ صادق و مصدوق نبی ہیں[19]

---

کی طرح نزول بلا کے وقت کا وظیفہ بھی شکر ہے۔ کیونکہ یہ باطنی نعمتوں کو متضمن ہے۔ مگر چونکہ بلا کے وقت بندے کو دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لیے صبر کو شکر کا بدل قرار دیا گیا ہے۔

بہنگام زحمت مشو ناامید
کہ ابر سیاہ بارد آب سفید

زحمت کے وقت ناامید نہیں ہونا چاہیے کیونکہ سیاہ بادل سفید پانی برساتے ہیں کیونکہ بندے کی شان ہے فِی الْعَطَاءِ شَاکِرٌ فِی الْبَلَاءِ صَابِرٌ کہ بندہ انعام پر شاکر اور مصیبت پر صابر ہوتا ہے۔

۱۸ بعض نسخوں میں الصلوٰۃ کے بعد السلام بھی ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ درود شریف پڑھتے وقت صلوٰۃ کے ساتھ سلام بھی ملانا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ ۳۳ آیت ۵۶ "ان پر درود اور اور خوب سلام بھیجو"۔ پر پوری طرح عمل ہو سکے۔

| |
|---|
| الزَّاهِدُ فِی الدُّنْیا الطَّالِبُ الرَّاغِبُ فِی الرَّفِیقِ الْاَعْلٰی الْمُجْتَبٰی |
| مِنْ خَلْقِہٖ الْمُنْتَخَبُ مِنْ بَرِیَّتِہٖ الَّذِیْ جَاءَ الْحَقُّ بِمَجِیْئِہٖ |
| وَزَھَقَ الْبَاطِلُ بِظُھُوْرِہٖ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِہٖ ثُمَّ |
| الصَّلَوَاتُ الْوَافِیَاتُ وَالْبَرَکَاتُ الطَّیِّبَاتُ الزَّاکِیَاتُ الْمُبَارِکَاتُ |
| عَلَیْہِ ثَانِیًا وَعَلَی الطَّیِّبِیْنَ مِنْ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ |
| وَالتَّابِعِیْنَ لَھُمْ بِاِحْسَانِ الْاَحْسَنِیْنَ لِرَبِّھِمْ فِعْلًا۔ |

دُنیا کی خواہش نہیں رکھتے۔[۲۰] رفیقِ اعلیٰ[۲۱] کے طالب اور اس کی طرف راغب ہیں۔ وہ پروردگارِ عالم کی تمام مخلوق میں برگذیدہ اور تمام آفرینش میں چُنے ہوئے ہیں جن کی آمد سے دینِ حق نے ثبات و قرار پایا اور آپ کے

یعنی جو چیز اللہ تعالیٰ نے عطا کی اور حضرت جبریل علیہ السلام لائے وہ راست اور درست ہے۔ چنانچہ امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

نے بہوا گفت کہ او راز گفت
کانچہ بگفتند بدو باز گفت

آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اپنی خواہش سے نہیں فرمایا بلکہ جو کچھ حکم ملا وہی کہا۔ چونکہ آپ کی شان میں وارد ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی "آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے"۔

۲۰؎ دُنیا کی نعمت و آسائش سے بے نیاز ہیں۔
۲۱؎ رفیقِ اعلیٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذاتِ کریم، ملائکہ اور انبیاءِ کرام علیہم السلام ہیں حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال

ظہور سے باطل جاتا رہا[۲۲] پھر آپ پر کامل و پاکیزہ برکتیں اور افزوں تر آسائش ہمیشہ ہمیشہ ہو اور درود و سلام ہو آپ کی پاکیزہ آل و اصحاب اور احسان کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں پر جو اپنے کردار میں مخلوق میں بہت زیادہ نیک، گفتار میں بہت ہی سچے اور راہِ مقصود تک رسائی اور اس پر چلنے کے اعتبار سے بہت ہی درست ہیں[۲۳]

شریف کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آیا۔ کہ کیا آپ دُنیا میں رہنا چاہتے ہیں۔ یا ہمارے پاس آنا پسند فرماتے ہیں؟ اگر دُنیا میں رہے تو آپ کی مرضی کے مطابق سارے جہان کے خزانے آپ کے سامنے ڈھیر کر دیئے جاتے ہیں اور آپ کے مرتبہ و مقام میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور اگر ہمارے پاس تشریف لاؤ تو وہ علیحدہ بات ہے۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

اِخْتَرْتُ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی یعنی میں رفیق اعلیٰ وہاں آنا ہی پسند کرتا ہوں۔

۲۲ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکّہ کے دن دیوار کعبہ کے ساتھ مضبوط باندھے ہوئے بتوں کی طرف چھڑی سے اشارہ فرماتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی: جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ "حق آیا اور باطل پاش پاش ہو گیا"۔

تو بُت دیوار سے اُکھڑ کر زمین پر آگرے۔

۲۳ یہاں صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ عنہم کی افضلیت تمام اُمت کے اعتبار سے بیان کی گئی ہے۔

| |
|---|
| وَالْاَقْوَمِيْنَ لَهٗ قِيْلًا وَالْاَصْوَبِيْنَ اِلَيْهِ طَرِيْقًا وَّسَبِيْلًا ثُمَّ |
| تَضَرُّعُنَا وَدُعَاؤُنَا وَرُجُوْعُنَا اِلَيْهِ رَبُّنَا وَمُنْشِئُنَا وَخَالِقُنَا |
| وَرَازِقُنَا وَمُطْعِمُنَا وَمُسْقِيْنَا وَنَافِعُنَا وَحَافِظُنَا وَكَالِئُنَا |
| وَمُحْيِيْنَا وَالذَّآبُّ وَالدَّافِعُ عَنَّا جَمِيْعَ مَا يُوْذِيْنَا وَيَسُوْئُنَا |
| كُلُّ ذٰلِكَ بِرَحْمَتِهٖ وَتَحِيَّتِهٖ وَفَضْلِهٖ وَمِنَّتِهٖ بِالْحِفْظِ الدَّآئِمِ |
| فِى الْاَقْوَالِ وَالْاَفْعَالِ فِى السِّرِّ وَالْاِعْلَانِ وَالْاِظْهَارِ |
| وَالْكِتْمَانِ وَالشِّدَّةِ وَالرَّخَاءِ وَالنِّعْمَةِ وَالْبَاسَآءِ |
| وَالضَّرَّآءِ اِنَّهٗ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ وَالْحَاكِمُ |
| لِمَا يَشَآءُ الْعَالِمُ بِمَا يَخْفٰى |

پھر ہر وقت ہماری تضرع و دعا اور جمیع اوقات و احوال میں ہمارا رجوع اس کی طرف ہے۔ جو ہمارا پروردگار اور عدم سے وجود میں لانیوالا ہے۔ ہمیں درست اندازے کے مطابق پیدا کرنے والا، کھلانے پلانے والا، نفع و نقصان دینے والا، آفات ظاہری سے محفوظ اور دنیا و آخرت میں باطنی خطرات سے نگہبانی فرمانے والا ہے۔ حیاتِ جسمانی و روحانی کے ساتھ زندہ کرنے والا اور تمام رنجیدہ اور غمناک کرنے والی اشیاء کو ہم سے دُور اور دفع کرنے والا ہے۔

یہ تمام نعمتیں اس کی رحمت، مہربانی، بخشش اور احسان کرنے اور ہمیشہ حفاظت میں رکھنے سے ہیں۔ وہ گفتار و کردار، نہاں و آشکارا، اظہار و اخفاء، سختی و سستی، تنگی و فراخی اور نرمی و گرمی[24] میں حفاظت فرماتا ہے

[24] باساء اور ضراء دونوں کے معنی سخت حالت کے ہیں باسا، باس بمعنی عذاب اور ضراء ضرّ بمعنی گزند سے مشتق ہے۔

وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جس چیز کے متعلق چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ دوسروں پر مخفی اشیاء کو جانتا ہے۔

| |
|---|
| اَلْمُطَّلِعُ عَلَى الشُّئُوْنِ وَالْاَحْوَالِ مِنَ الزَّلَّاتِ وَالطَّاعَاتِ |
| وَالْقُرُبَاتِ اَلسَّامِعُ الْاَصْوَاتِ الْمُجِيْبُ لِلدَّعْوَاتِ لِمَا يَشَاءُ لِمَنْ |
| يَّشَاءُ وَاَرَادَ مِنْ غَيْرِ تَنَازُعٍ وَّتَرَدُّدٍ ۝ |
| اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ نِعَمَ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ كَثِيْرَةٌ مُّتَوَاتِرَةٌ |
| فِيْ اٰنَاءِ اللَّيْلِ وَاَطْرَافِ النَّهَارِ وَالسَّاعَاتِ وَاللَّحَظَاتِ |
| وَالْخَطَرَاتِ وَجَمِيْعِ الْحَالَاتِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنْ |
| تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى وَمَا بِكُمْ |
| مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ فَلَا يَدَانِ لِيْ وَلَا جَنَانَ وَلَا لِسَانَ |
| فِيْ اِحْصَائِهَا وَاِعْدَادِهَا فَلَا يُدْرِكُهَا التَّعْدَادُ ۔ |

لغزشوں، طاعتوں، عبادتوں اور ہر حال و ہر کام سے واقف ہے۔ آوازوں کو سنتا ہے بغیر کسی نزاع و تردد کے جس شخص کے لیے جس چیز کے متعلق ارادہ کرتا ہے اس کی دعا قبول فرماتا ہے[۲۵]

حمد و صلوٰۃ اور تضرع و دعا کے بعد میں کہتا ہوں[۲۶] کہ رات دن کی ہر ساعت، ہر لحظہ، ہر خطرۂ دل اور ہر حال میں پے در پے بندوں[۲۷] پر اللہ

---

[۲۵] اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم اور واجب نہیں ہے۔ دعاؤں کو قبول کرنا اس کی مشیت اور فضل و کرم پر موقوف ہے۔

[۲۶] بعض نسخوں میں اس طرح ہے فَاِنَّ نِعَمَ اللّٰهِ عَلَيَّ كَثِيْرَةٌ کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ انعامات ہیں۔ یہ بعد والے کلام کے زیادہ مناسب ہے۔

تعالیٰ کی بہت ہی نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوْهَا (پ۱۴۔ آیت ۳۴) اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔ نیز فرمایا: وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ (پ۱۴۔ آیت) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شمار کرنے کے لیے نہ مجھ میں طاقت ہے اور نہ ہی دل اور زبان کو یہ قوت حاصل ہے کہ اس سلسلہ میں کام آسکیں۔ ان نعمتوں کی گنتی نہیں ہو سکتی۔

| |
|---|
| وَلَا تُضْبِطُهَا الْعُقُوْلُ وَالْاَذْهَانُ وَلَا يُحْصِيهَا الْجُنَانُ وَلَا يُعَبِّرُ هَا |
| اللِّسَانُ فَمِنْ جُمْلَةِ مَا مَكَّنَ مِنْ تَعْبِيْرِهَا اللِّسَانَ وَاِظْهَارِهَا |
| الْكَلَامَ وَكَتْبِهَا الْبَنَانَ وَتَفْسِيْرِهَا الْبَيَانَ كَلِمَاتٍ بَرَزَتْ |
| وَظَهَرَتْ لِیْ مِنْ فُتُوْحِ الْغَيْبِ فَحَلَّتْ فِی الْجُنَانِ فَاشْتَغَلَتِ |
| الْمَكَانَ فَانْتَجَهَا وَاَبْرَزَهَا صِدْقُ الْحَالِ فَتَوَلّٰی اِبْرَازَهَا لُطْفُ |
| الْمَنَّانِ وَرَحْمَةُ رَبِّ الْاَنَامِ فِیْ قَالِبِ صَوَابِ الْمَقَالِ مُحَجَّةً |
| لِمُرِيْدِی الْحَقِّ وَالطُّلَّابِ فَمِنْ ذٰلِكَ قَالَ رَضِیَ اللهُ |
| تَعَالٰی عَنْهُ |

عقول اور اذہان ان سا ضبط نہیں کر سکتے۔ دل احاطہ کرنے سے عاجز اور زبان بیان کرنے سے قاصر ہے۔ تو ان تمام نعمتوں میں سے جن کی تعبیر کے لیے زبان کو۔ اظہار کے لیے کلام کو۔ لکھنے کے لیے انگلیوں کو اور ان کی تفسیر و تشریح کے لیے بیان کو اللہ تعالیٰ نے قدرت بخشی اور فتوح الغیب سے ظاہر ہونے

؎۲۷ ساعت، وقت زمانہ کے موجودہ حصّہ کو کہتے ہیں لحظہ کا معنی ہے بدنبال چشم نگریستن آنکھ کے کچھواڑے سے دیکھنا اور خاطر کا معنی ہے دل میں گذرنے والا اندیشہ۔

والے کلمات سے کچھ یہ ہیں جو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائے
کہ وہ عالمِ غیب کی فتوح سے مجھ پر ظاہر ہوئے اور لوگوں کے قلوب میں بیٹھ
گئے اور مکان کو بھر دیا[۲۸] پھر حال و قال کی موافقت ظہور پذیر ہوئی[۲۹]
تو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص نعمتِ حفاظت سے ان کلمات کو ظاہر (بہ نوکِ
لسان و قلم) لانے کی توفیق بخشی اور مخلوقات کے پروردگار کی رحمت یہ ہوئی
کہ صحتِ گفتار میں غلطی نے راہ نہ پائی اور مریدین و طالبانِ راہ حقیقت
کو درمیانی راہ کے قریب تر لانے کی طرف حجت ٹھہری۔ حضرت شیخ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور شیخ کو اپنے سے راضی کر دے۔

---

[۲۸] یعنی سارے دل کا احاطہ کر لیا۔
[۲۹] یعنی صحت حال اور صدقِ مقال، جمع ہو گئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# المقالۃ الاولیٰ

| |
|---|
| لَا بُدَّ لِکُلِّ مُؤْمِنٍ فِی سَائِرِ اَحْوَالِہٖ مِنْ ثَلٰثَۃِ اَشْیَاءَ |
| اَمْرٌ یَمْتَثِلُہٗ وَنَھْیٌ یَجْتَنِبُہٗ وَقَدْرٌ یَرْضٰی بِہٖ فَاَقَلُّ حَالَۃٍ |
| لَا یَخْلُو الْمُؤْمِنُ فِیْھَا مِنْ اَحَدِ ھٰذِہِ الْاَشْیَاءِ الثَّلٰثَۃِ۔ |

مقالہ نمبر ۱: مومن کے لیے ضروری چیزیں: حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر مومن کے لیے تمام احوال میں تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کا حکم بجالائے اور اس کی اتباع کرے۔

(۲) شریعت کے ممنوعہ افعال سے مکمل احتراز اختیار کرے۔

(۳) تقدیر الٰہی پر راضی رہے۔

مومن کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ ان تینوں چیزوں میں کسی ایک[1] سے بھی کبھی بھی تہی دامن نہ رہے[2]۔

---

[1] بعض نسخوں میں لفظ "اَحَدٌ" نہیں ہے اور یہ زیادہ ظاہر ہے۔

[2] **قضا و قدر کی تحقیق** قَدَر دال کے فتح اور سکون کے ساتھ دونوں طرح درست ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے امور کے متعلق جو فیصلہ اور حکم فرما دیا ہے وہ قدر ہے۔ لغات کی کتاب "صراح" میں ہے کہ قدر حرکت و سکون سے دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان

پر جو حکم مقرر فرمادیا ہے وہ قدر ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے قضا و قدر ایک ہی چیز ہیں۔ بعض حضرات نے ان دونوں میں فرق کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ازلی قضا ہے اور آئندہ اس حکم کا وقوع قدر ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے قضا قدر پر مقدم ہے کبھی اس کے برعکس بھی اطلاق کر لیتے ہیں کہ قدر سے مراد تقدیر ازلی ہے اور قضا سے مراد اس تقدیر ازلی کے مطابق پیدا کرنے اور ظاہر کرنے کا حکم دینا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قضا و قدر حکم کے اعتبار سے ازلی ہیں اور دونوں ایک ہی چیز ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ قضا کا تعلق اسباب کلیہ مثلاً کواکب، عناصر اور ملائکہ وغیرہ کے ساتھ ہے اور قدر کا تعلق ان اسباب کلیہ پر مرتب ہونے والے اور ان کے ساتھ متعلق حوادثات کے ساتھ ہے۔

| |
|---|
| فَيَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَّلْزِمَ هَمَّهَا قَلْبُهٗ وَلْيُحَدِّثْ بِهَا نَفْسُهٗ |
| وَيَأْخُذُ الْجَوَارِحَ بِهَا فِيْ سَائِرِ اَحْوَالِهٖ۔ |

لہذا ایک مومن کی یہی شان ہے کہ وہ ان تینوں کو واجب قرار دیکر ہمیشہ ان کا قصد کرتا رہے انہیں اپنے نفس کے سامنے بیان کرتا رہے[3] اور اپنے اعضاو جوارح کو ہر وقت ان میں مصروف و مشغول رکھے۔[4]

---

[3] کہ ہمیشہ اپنے باطن میں ان کی تکرار و اعادہ اور ان کے متعلق غور و فکر کرتا رہے۔

[4] **امر کی قسمیں** واضح ہو کہ امر کی دو قسمیں ہیں: (۱) امر ارادی (۲) امر تشریعی۔ امر تشریعی میں وظیفۂ عبودیت حکم کی بجاآوری ہے اور امر ارادی میں تسلیم و رضا ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے قول اَمْرٌ يَّمْتَثِلُهٗ وَنَهْيٌ يَجْتَنِبُهٗ سے قسم اول کی طرف اور قَدْرٌ يَّرْضٰى بِهٖ سے دوسری قسم کی طرف اشارہ کر دیا۔ اسلام اور طریقۂ سلوک کے تمام مذاہب کا خلاصہ یہی دو چیزیں ہیں۔

# المقالة الثانية ۲

| |
|---|
| وَاتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَلَا تَمْرُقُوْا وَوَحِّدُوْا وَلَا |
| تُشْرِكُوْا وَنَزِّهُوا الْحَقَّ وَلَا تَتَّهِمُوْا وَصَدِّقُوْا وَلَا تَشُكُّوْا |
| وَاصْبِرُوْا وَلَا تَجْزَعُوْا وَاثْبُتُوْا وَلَا تَنْفِرُوْا وَاسْئَلُوْا |
| وَلَا تَسَامُوْا |

**مقالہ ۲ : نیکیوں کی ترغیب :** حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : سنت کی پیروی کرو اور بدعات[1] سے احتراز کرو۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں مشغول رہو اور ان کے احکام سے روگردانی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کو یکتا جانو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ[2]

ہر ناپسندیدہ فعل اور نقص سے اسے پاک جانو اور بارگاہ الوہیت وحمدیت کے نامناسب باتیں کر کے اس پر بہتان طرازی نہ کرو۔ دینِ اسلام کی حقانیت پر یقین رکھو اور شک وشبہ میں نہ پڑو۔ مصائب و آلام پر صبر کرو اور گھبراؤ نہیں۔ ثابت قدم رہو اور راہِ فرار اختیار نہ کرو۔ خدا سے سوال کرنے کو بُرا نہ سمجھو اور پریشان نہ ہو[3]

---

[1] یعنی جس چیز کی اصل دین میں موجود نہ ہو۔

[2] یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ جہاں میں سب کچھ اس کے ارادہ وقدرت سے ہو رہا ہے اور حقیقی طور پر اس کے سوا کوئی قادر و متصرف نہیں ہے۔
یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور

جس کا ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے۔

۳؎ سوال افضل ہے یا خاموشی | یعنی بتقاضائے طبیعت و بشریت کے حصول مطلوب میں تاخیر کی وجہ سے سوال کرنے سے ملول نہ ہو۔ لیکن بارگاہِ ربّ العزت کی ہیبت وادب کے پیشِ نظر یا یہ سمجھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے احوال سے واقف ہے اور تسلیم قضا کی وجہ سے سوال نہ کرنا یہ ایک الگ مقام ہے جو کہ سوال و طلب سے بلند تر ہے۔ صوفیاء اس سلسلہ میں مختلف ہیں کہ سوال و طلب راجح ہیں یا ادب کے پیشِ نظر خاموشی اختیار کرنا۔ مختار یہی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ وقت کے تقاضے کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ ان میں سے راجح کا علم بروقت حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ مسئلہ آئندہ مقالات میں خوب وضاحت کے ساتھ بیان ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

| |
|---|
| وَانتَظِرُوا وَتَرَقَّبُوا وَلَا يَتَسَاءَسُوا وَتَوَاخُوا وَلَا تَعَادُوا وَاجْتَمِعُوا |
| عَلَى الطَّاعَةِ وَلَا تَتَفَرَّقُوا وَتَحَابُّوا وَلَا تَبَاغَضُوا |
| وَتَطَهَّرُوا عَنِ الذُّنُوبِ وَبِهَا لَا تَتَدَنَّسُوا وَلَا تَلَطَّخُوا |
| وَبِطَاعَةِ رَبِّكُمْ فَتَزَيَّنُوا وَعَنْ بَابِ مَوْلٰكُمْ فَلَا تَبْرَحُوا |

قبولیت دعا اور عطا کا اثر ظاہر ہونے کے وقت کے منتظر رہو۔ اُمید رکھو[4] اور مایوس نہ ہو[5]۔ باہم بھائی بھائی بن کر رہو اور دشمن نہ بنو۔ خدا کی بندگی کے

---

۴؎ اور جلد بازی سے کام نہ لو۔

۵؎ کیونکہ قبولیت دُعا کا وعدہ برحق ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انتظار سے مراد راہِ مقصود کی طرف متوجہ رہنا ہو کہ اسی ساعت مقصود حاصل ہو جائے اور محبوب دروازے سے اندر جلوہ فرما ہو۔

لیے اکٹھے رہو اور جماعت سے نہ نکلو۔ خدا کی رضا کی خاطر آپس میں محبت رکھو اور نفس کی خاطر بغض و عداوت نہ رکھو۔ گناہوں سے مکمل پرہیز کرو اور خود کو ان کے ساتھ آلودہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی سے خود کو آراستہ کرو اور اس کے دروازے سے پیچھے نہ ہٹو۔[۶]

| |
|---|
| وَعَنِ الْاِقْبَالِ عَلَيْهِ فَلَا تَتَوَلَّوْا وَبِالتَّوْبَةِ فَلَا تُسَوِّفُوْا عَنِ |
| الْاِعْتِذَارِ اِلٰى خَالِقِكُمْ فِيْ اٰنَاۤءِ اللَّيْلِ وَ اَطْرَافِ النَّهَارِ فَلَا |
| تَمَلُّوْا فَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْا وَتُسْعَدُوْا وَعَنِ النَّارِ |

اس کی طرف متوجہ رہنے سے اعراض نہ کرو اور گناہوں سے توبہ کرنے اور غفلت چھوڑنے میں تاخیر نہ کرو۔

رات دن کے کسی حصہ میں استغفار و عبادات کے ساتھ گناہوں اور کوتاہیوں سے معافی مانگنے کو طبیعت پر بوجھ نہ جانو۔ پھر شاید تمہیں رحمت و سعادت سے نوازا جائے۔ آتشِ دوزخ سے دور اور بہشت میں عزت و انعام کے ساتھ مسرور کیا جائے۔[۸]

---

مدام یاد تو در جان اگر است مرا
ہمیشہ دیدۂ امید در رہست مرا

اگر میرے دل میں تمہاری یاد رہتی ہے تو میری پُر اُمید نگاہیں راہ پر لگی رہتی ہیں۔

[۶] یہ دوامِ حضور اور اس کی طرف ہمیشہ التجا کرتے رہنے کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن اگر اطاعت کا اثر ظاہر نہ بھی ہو تو ملول نہیں ہونا چاہیے اور پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔

[۸] اگرچہ مصائب و آلام نازل ہو رہے ہوں،

بہر جور کہ آں مہ میکند از جام و جفا
کہ دلداری مرا شاید کہ مقصود امتحان باشد

| |
|---|
| نُبعَدُوْا وَفِي الْجَنَّةِ تُحْبَرُوْا وَإِلَى اللّٰهِ تُوْصَلُوْا وَبِالنَّعِيْمِ |
| وَافْتِضَاضِ الْأَبْكَارِ فِي دَارِ السَّلَامِ تَشْغَلُوْا وَعَلٰى ذٰلِكَ |
| أَبَدًا تُخَلَّدُوْا وَعَلَى النَّجَائِبِ تَرْكَبُوْا وَبِحُوْرِ الْعِيْنِ وَأَنْوَاعِ الطِّيْبِ |
| وَصَوْتِ الْقِيَانِ مَعَ ذٰلِكَ النَّعِيْمِ تُحْبَرُوْا۔ |

اور تمہیں وصال خداوندی میسر آجائے اور دار السلام (جنّت) میں تمہیں ناز و نعمت اور کمال و احسان کے ساتھ پاکیزہ کنواریوں[۹] سے سرفراز کر دیا جائے اور مذکورہ نعمتوں میں ابدیت و مداومت شامل ہو۔ اور تمہیں اعلیٰ ترین گھوڑوں پر سواریوں کا شرف عطا کیا جائے۔ سفید و سیاہ کشادہ چشم لمبی پلکوں والی خوبرو سیمیں جسم، حوروں، عمدہ خوشبوؤں، خوش گلو لونڈیوں۔

---

وہ ماہ جس قدر بھی جفا کرے تم اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہٹو، کیونکہ ممکن ہے کہ اس سے محبوب کا مقصود امتحان لینا ہو۔

**۸ مقصود حقیقی** قرآن حکیم میں ہے: فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُوْنَ س۔ آیت۔ پس وہ باغ میں خوش کیے جائیں گے۔

جنّت کی تمام نعمتوں، مسرتوں اور عظمتوں میں اصل چیز اور دخول جنّت سے مقصود حقیقی اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ کا دیدار ہے۔

رفت بر بوئی سر زلف تو حقی بچمن
ورنہ کے بوئی نسیم سحری بود غرض

**۹ ایک وہم کا ازالہ** اسے جنّت کی عمدہ نعمتوں میں شمار کیا جاتا ہے جیسا کہ یہ دنیا میں غرائب لذات سے ہے۔ یہ بھی ان مقامات میں سے ہے جہاں کوتاہ اندیش لوگوں کی عقل اس کے کمال کی حقیقت سے محجوب و مستور

وَمَعَ الْاَنْبِيَآءِ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ
فِيْ عِلِّيِّيْنَ تُرْفَعُوْا

اور دوسری نعمتوں کے ساتھ خوش[11] کر دیا جائے اور تم صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ مقام علیین میں درجات رفیعہ اور مراتب عَلِیَّہ پر فائز کر دیئے جاؤ۔[12]

---

ہے۔ مباشرت و جماع کو بصورت نقصان تصور کرتے ہوئے اس میں مشغول لوگوں کو ارباب لہو و لعب قرار دیتے ہیں۔ یہ کم فہمی اور رہبانی کج طبعی کا نتیجہ ہے جبکہ تمام لوگ اس پر فخر و مباہات کرتے چلے آئے ہیں۔ انبیاء و رُسل علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہ کام کیا ہے۔ حضرت سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک ہی اس کے حُسن ہونے پر حجت و سند کافی ہے۔

اور ظہور عالم کی علت غائیہ فعل و انفعال اور تاثیر و تاثر کی حقیقت جامعہ جس قدر اس فعل میں پائی جاتی ہے۔ وہ دوسرے کسی فعل میں موجود نہیں ہے اور خود جنت کی حسی لذتیں اور نعمتیں معنوی و عقلی صفات و کمالات کا پرتو اور مظہر ہیں ان کو لذات دنیا پر قیاس نہیں کر سکتے۔ ہاں اہل ذوق و وجدان عرفاء کے حق میں یہ بات متصور ہو سکتی ہے۔

[11] جو اس جہان میں یسر آئیں گی اور ان کی صفات کی کنہ تک رسائی ممکن نہیں۔

[12] تُحْبَرُوْا اگر حاء کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنیٰ ہیں خوش کر دیا جائے گا اور اگر تُجْبَرُوْا جیم کے ساتھ ہو بشرطیکہ یہ روایت جو صحت تک پہنچ جائے تو اس کے معنی ہوں گے کہ تمہارے نقصان کو پورا اور تمہاری حالت کو درست کر دیا جائے۔

واضح ہو کہ یہ کلام حضرت

## ۱۲؎ ولایت ظلِّ نبوّت ہے اور مقام غوث اعظم رضی اللہ عنہ

خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے مرتبۂ
جَوَامِعَ الْكَلِمِ "مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں" کی نورانیت کا عکس اور پرتو ہیں۔ ان کلمات میں ہر جملہ جامع، راہ قرب و وصول کے سالکین کے لیے دستور العمل اور قاعدہ کلیہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب ولایت ظلِّ نبوّت ہے تو جو چیز اصل میں موجود ہو گی وہ ظل میں بھی ظاہر ہو گی۔ خصوصاً حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ولایت کبریٰ جو کہ حضرت سید المرسلین علیہ السلام کی ذات نبوت کا عکس تام ہے اور آپ کے آفتاب کمال کا لازوال نور ہے۔ حضرت غوث اعظم نے جو فرمایا ہے وہ زبان نبوت کا کلام ہے جو کہ صدیقین کا منصب و مقام ہے۔

كَلَامُ الْمُلُوْكِ مُلُوْكُ الْكَلَامِ۔ کلام امام۔ امام کلام۔

ذرا اس بات کا اندازہ تو کرو کہ جب حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اپنے باطنی تصرف اور جاہ و جلال کے ساتھ ملک الموت کی پوشیدہ ہستیوں کی موجودگی میں حاضرین محفل کے سامنے یہ کلمات ارشاد فرما رہے ہوں گے۔ تو کس قدر ان کے قلوب میں انجذاب و نورانیت پیدا ہو رہی ہو گی اور کتنے مردہ جسموں میں جان آگئی ہو گی اور دیدار الٰہی کے شوق میں کتنے ہی جان فدا کرنے والوں کے جنازے اٹھائے گئے ہوں گے۔ بلکہ حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہو گئے ہوں گے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔

؎ (۱) اے لفظِ خوش تو موج دریائے کمال
عالم ز جواہرِ سخنت مالا مال

(۲) یک لفظ تو باہزار معنی دربر
اُوتِیتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ راست مثال

(۳) گہ زندہ کنی ھزار جان در نفسے
گہ جان بری از کرشمہ و ناز بسے

(۴) یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ ما توئی در عالم
درہر دوجہاں جز تو نداریم کسے

(۱) اے محبوب! آپ کا مبارک کلمہ دریائے کمال کی ایک موج ہے اور ایک جہاں آپ کے ارشادات کے جواہر سے مالامال ہے۔

(۲) آپ کے ایک ایک لفظ میں ہزارہا معانی پوشیدہ ہیں اور اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ کی صحیح تصویر ہیں۔

(۳) کبھی ایک سانس میں ہزاروں مُردہ دلوں کو زندہ فرمادیتے ہیں اور کبھی نازو انداز میں آکر کتنوں کی جان لے لیتے ہو۔

(۴) ہمارے لیے (دلوں کو) زندہ کرنے اور (نفوس کو) مارنے والے آپ ہی ہیں اور مخلوقات میں آپ کے سوا ہمارا اور کوئی نہیں ہے۔

یاد رہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ دراصل دیارِ عجم کے باشندہ تھے ابتداءِ شباب میں ہی طلبِ صادق کی رہبری میں بغداد شریف لے گئے۔ علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل فرمائی اوران علوم کی تقریر وتعبیر کی وجہ سے ذُوالِلسَانَیْنِ وَالْبَیَانَیْنِ کے لقب سے ملقب ہوکر تمام اہلِ علاقہ پر فائق ہوگئے۔ کسبی اور موروثی حسن وملاحت کی وجہ سے ملک عرب کے شیردل لوگوں کو شکار کرلیا اور اپنی ولایت کے غلبہ سے تمام اہلِ دیار کو مسخر کرتے ہوئے اولیاءِ وقت کی گردنوں پر قدم مبارک رکھا۔

اس مضمون کو آپ کے شیدائی و فدائی، وقت بے وقت آپ کی بارگاہ کے مقبول و محرم، صاحبِ قدر عالی و مرتبتِ متعالی حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ نے لباسِ مجاز میں اپنے خلوت نشینوں کو جلوہ دیتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

(۱) آن ترک عجم چوں زمے حسن طرب کرد
بر پشت سمند آمدہ وصیدِ عرب کرد

(۲) چوں کاکل تر کانہ برانداخت زمستی
غارت گریِ کوفہ و بغداد و حلب کرد

(۳) خوباں کہ زخوبی چو گلے و لالہ نمودند
نازاں ہمہ را زیر قدم کرد عجب کرد

(۴) داری خبر اے مہ جیلی! کہ معالی
بر یاد تو القادر قادر ہمہ شب کرد

(۱) اس ترک عجم نے شرابِ محبت سے مست ہو کر کیا خوب طرب دکھایا۔ عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر عرب کو شکار کر لیا۔

(۲) جب عجمی زلفوں کو مستی میں آکر چہرۂ انور سے اٹھایا تو کوفہ، بغداد اور حلب تک غارت گری کی۔

(۳) گل و لالہ کی طرح دکھائی دینے والے خوبرو نازنینوں کو زیرِ قدم لاکر کیا ہی عجب کیا۔

(۴) اے ماہِ جیلاں! ابوالمعالی کی خبر لینا جو آپ کی یاد میں ساری رات قادر قادر پکارتا ہے۔

اپنی فریفتگی عاشقی کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

ے ایں قاید اگر از حسن رخت شیدا بود
بوالمعالیست کہ بر حسن تو شیدا ترازوست

قاید اگر آپ کے حسن و جمال کا شیدائی ہے تو ابوالمعالی اس سے بڑھ کر آپ کے حسن پر فدا ہے۔

قاید آنجناب رضی اللہ عنہ کے جمالِ باکمال کے عاشقوں، مخلص مریدوں اور مقبولانِ بارگاہِ ربّ العزت سے ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں آپ نے فرمایا: ھُوَ مُؤَیَّدُ الْحُضُورَتِ، کہ انہیں حضرت غوثِ اعظم علیہ الرحمۃ کی تائید حاصل ہے۔

# اَلْمَقَالَةُ الثَّالِثَةُ

| |
|---|
| وَقَالَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَ اِذَا ابْتُلِیَ الْعَبْدُ بِبَلِیَّةٍ تَحَرَّكَ |
| اَوَّلًا فِیْ نَفْسِهٖ بِنَفْسِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَتَخَلَّصْ مِنْهَا اِسْتَعَانَ |
| بِغَیْرِهٖ مِنَ الْخَلْقِ كَا لسَّلَاطِیْنِ وَاَرْبَابِ الْمَنَاصِبِ وَاَبْنَاءِ |
| الدُّنْیَا وَاَصْحَابِ الْاَمْوَالِ وَاَهْلِ الطِّبِّ فِی الْاَمْرَاضِ |
| وَالْاَوْجَاعِ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فِیْ ذٰلِكَ خَلَاصَهٗ رَجَعَ حِیْنَئِذٍ |
| اِلٰی رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ بِالدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ وَالثَّنَاءِ فَمَا دَامَ |
| یَجِدُ عِنْدَ نَفْسِهٖ نُصْرَةً لَّمْ یَرْجِعْ اِلَی الْخَلْقِ وَمَا دَامَ |
| یَجِدُ عِنْدَ الْخَلْقِ نُصْرَةً لَّمْ یَرْجِعْ اِلَی الْخَالِقِ۔ |

**مقالہ ۳ ابتلاء :** حضرت فرماتے ہیں کہ بندے کو جب کسی بڑی مصیبت میں مبتلا کر کے آزمایا جاتا ہے تو وہ اس سے رہائی کے لیے اوّلاً اپنی ہمّت و طاقت صَرف کرتا ہے۔ اگر اس طرح رہائی حاصل نہ کر سکے تو دوسرے لوگوں مثلاً سلاطین و اشراف قدرت و منزلت کے مالک دنیادار اور صاحبِ ثروت حضرات سے مدد طلب کرتا ہے۔ اور اگر ان ذرائع سے بھی اس رنج و بلا سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکے تو پھر اللہ ربّ العزّت کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ دُعائیں مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تضرع اور زاری کرتا ہے اور اس کی صفاتِ لُطف و کرم بیان کر کے تعریفیں

کرتا ہے[۲]۔ اولادِ آدم کا یہی طریقہ ہے کہ جب تک خود مقابلہ کر سکتا ہو اس وقت تک دوسروں کے دروازے پر نہیں جاتا اور ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور جب تک مخلوق سے تعاون حاصل رہے خالق کی بارگاہ سے دُور رہتا ہے[۳]۔

| |
|---|
| ثُمَّ اِذَا لَمْ یَجِدْ عِنْدَ الْخَالِقِ نُصْرَۃً اِسْتَطْرَحَ بَیْنَ یَدَیْہِ مُدِیْمًا |
| لِلسُّؤَالِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ وَالثَّنَاءِ[۴] وَالْاِفْتِقَارِ مَعَ الْخَوْفِ مِنْہُ |
| وَالرَّجَاءِ ثُمَّ یُعْجِزُہُ الْخَالِقُ عَزَّوَجَلَّ عَنِ الدُّعَاءِ وَلَمْ یُجِبْہُ حَتّٰی |
| یَنْقَطِعَ عَنْ جَمِیْعِ الْاَسْبَابِ فَحِیْنَئِذٍ یَنْفُذُ فِیْہِ الْقَدْرُ وَیَفْعَلُ فِیْہِ |
| الْفِعْلُ فَیَفْنَی الْعَبْدُ عَنْ جَمِیْعِ الْاَسْبَابِ وَالْحَرَکَاتِ فَیَبْقٰی رُوْحًا۔ |

اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد نہیں[۴] پاتا تو اس کی بارگاہ میں سوال و دُعا تضرع و ثنا اور اظہارِ احتیاج کرتے ہوئے گر پڑتا ہے۔ اور قہرِ خداوندی سے خائف ہونے کے ساتھ لطفِ خداوندی کا امیدوار بھی رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے دُعا کرنے سے عاجز کر دیتا ہے[۵] اس کی دُعا کو شرفِ قبولیت نہیں بخشتا حتیٰ کہ وہ تمام

---

[۱] اور اپنی طرف سے اس مصیبت کو دُور کرنے اور اس سے خلاصی حاصل کرنے کے لیے علاج معالجہ کرتا ہے۔

[۲] اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف بھی بطریقِ تعریض و کنایہ سوال و دُعا کی ایک قسم ہے۔

[۳] گویا کہ اس کلام میں انسان کے حال کی شکایت اور اس کی جہالت و نادانی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اگر اس کے پاس علم و معرفت کی دولت ہوتی تو ابتداءً ہی بارگاہِ ربّ العزت کی طرف رجوع کرتا۔

اسباب سے منقطع ہو کر رہ جاتا ہے۔ تو اس وقت[۶] بندے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم اور قضاء قدر نافذ ہوتے ہیں اور تقدیر اس پر اپنا کام کرتی ہے تو بندہ تمام حرکات، تدابیر اور تعلقات سے فانی ہو جاتا ہے[۷]۔ اور بندہ محض روح کی صورت میں باقی رہ جاتا ہے[۸]۔

---

[۴] کہ اللہ تعالیٰ رجوع میں تاخیر کی وجہ سے بطور سزا امداد روک لیتا ہے یا کسی مصلحت کے پیش نظر آدمی کو اسباب و تعلقات سے منقطع کر دیتا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

[۵] یا عاجز پاتا ہے کیونکہ اعجاز کا معنی عاجز کرنا بھی ہے اور عاجز پانا بھی۔

[۶] جب اسباب نظر سے گر جاتے ہیں اور انقطاع الی اللہ حاصل ہو جاتا ہے۔

[۷] یا فانی کر دیا جاتا ہے یَفنِی اور یُفنیٰ معروف و مجہول دونوں طرح درست ہے۔

[۸] اس سے اوصاف بشریت ہوا و ہوس اور آرزو و خواہش نکل جاتے ہیں اور روح کی خصال آجاتی ہیں مثلاً خورد و نوش، نیند اور دیگر حرکات جسمانی نہیں رہتیں اور اس کا قوام ذکرِ خدا کے ساتھ ہوتا ہے اور محسوسات سے انس و سکون وغیرہ صفات جسمانیہ و بشریہ خارج ہو جاتی ہیں۔ ان کی جگہ ان کی اضداد صفاتِ روحانیت و ملکیت لے لیتی ہیں بندہ ارواح و ملائکہ سے ملاقات کرتا ہے اور مبدءِ فیاض اللہ تعالیٰ سے متصل ہو جاتا ہے۔

| |
|---|
| فَقَطُ فَلَا یَرٰی اِلَّا فِعلَ الحَقِّ عَزَّ وَجَلَّ فَیَصِیرُ مُوقِنًا مُوَحِّدًا |
| ضَرُورَۃً فَیَقطَعُ اَن لَّا فَاعِلَ عَلَی الحَقِیقَۃِ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا مُحَرِّکَ |
| وَلَا مُسَکِّنَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا خَیرٌ وَلَا شَرَّ وَلَا ضَرَّ وَلَا نَفعَ وَلَا خَیرَ |
| وَلَا عَطَاءَ وَلَا مَنعَ وَلَا فَتحَ وَلَا غَلقَ وَلَا مَوتَ وَلَا حَیٰوۃَ وَلَا عِزَّ |
| وَلَا ذُلَّ وَلَا غِنٰی وَلَا فَقرَ اِلَّا بِیَدِ اللّٰہِ۔ |

وہ خدا کے احکام کے سوا کچھ نہیں دیکھتا[9] اور اضطراری طور پر صاحب یقین اور موحّد بن جاتا ہے[10]۔ اور وہ جزم کر لیتا ہے اور یقین وشہود کے ساتھ معلوم کر لیتا ہے کہ موجودات[11] میں اللہ کے سوا کوئی خالق اور متصرف حقیقی نہیں ہے حرکت و سکون کا خالق، خیر و شر نفع ونقصان کا مالک وہی ہے اور وہ یہ بھی معلوم کر لیتا ہے کہ عطا کرنا یا نہ کرنا، کھولنا اور بند کرنا، موت وحیات، عزت و ذلت اور تونگری اور محتاجی اس کی قدرت میں ہیں اور اسی کے فعل سے متعلق ہیں۔

---

[9] یعنی جب صفائی باطن اور نورانیتِ قلب پیدا ہو جائے اور حقیقتِ کار منکشف ہو جائے تو بندہ فعلِ حق کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔

[10] یعنی اگرچہ نظر وفکر سے بھی فاعلِ حقیقی اور مؤثر تحقیقی کی پہچان ہو سکتی ہے کہ وہ واجب الوجود اور قادرِ مطلق ذات ہے۔ مگر اس مقام پر بلا اختیارِ نظر وفکر بطریق ہدایت و وجدان اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے کیونکہ بندے کی ذات اس کا وجود اسباب و آلات اور مبادئ فعل سب اس کی طرف سے ہیں۔ بندے کی قدرت کا اس میں دخل نہیں ہے کیونکہ جو کچھ بھی بندے سے صادر ہو رہا ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

[11] ثَبِّتِ الجُدَارَ ثُمَّ انقُش۔ کہ پہلے دیوار کھڑی کرو پھر نقش و نگار بناؤ۔

| |
|---|
| فَيَصِيرُ حِينَئِذٍ فِي الْقَدَرِ كَالطِّفْلِ الرَّضِيعِ فِي يَدِ الظِّئْرِ |
| وَالْمَيِّتِ الْغَسِيلِ فِي يَدِ الْغَاسِلِ وَالْكُرَةِ فِي صَوْلَجَانِ الْفَارِسِ |
| يُقَلَّبُ وَيُغَيَّرُ وَيُبَدَّلُ وَيُكَوَّنُ وَلَا حَرَاكَ بِهِ فِي نَفْسِهِ۔ |

تو اس وقت بندہ قضاء و قدر کے اس مقام پر پہنچ کر ایسے ہو جاتا ہے جیسے طفل شیر خوار[12] دایہ کے ہاتھ میں، یا غسل دینے والوں کے ہاتھوں میں مردہ[13] اور چوگان سوار کے سامنے گھومتی ہوئی گیند ہوا[14] کرتی ہے۔ کہ وہ اسے ایک حالت سے دوسری حالت پر ایک وضع سے دوسری وضع پر اور ایک فعل سے دوسرے فعل کی طرف پھراتا جاتا ہے اور اسے اپنے اور غیر کے حق میں کسی قسم کی حرکت پر قدرت نہیں ہوتی۔

---

چیزے کہ وجود او بخود نیست
ہستش نہادن از خرد نیست

جس چیز کا وجود ہی اپنا نہ ہو تو اس کی طرف سے دعوئ ہستی دانشمندی نہیں ہے۔ ہاں محض فعل بننے کے اعتبار سے بندے کا دخل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ و اختیار سے جو فعل چاہے اس میں پیدا کر سکتا ہے۔

دست ترا دست ہمہ آستیں

[11] خواہ بندے کے افعال ہوں یا دیگر اشیاء۔ سب کا خالق اور متصرف حقیقی وہی ہے اگرچہ عالم مجاز کی رعایت کرتے ہوئے بظاہر اسباب کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔

[12] کہ اس بچے کی تدبیر و اختیار اور نظر و فکر کا اپنے معاملات میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔

[13] کہ غاسل میت کو جس جہت لٹائے وہ لیٹا رہتا ہے۔ یہ مرتبہ طفل شیر خوار کے

| |
|---|
| وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ فَهُوَ غَائِبٌ عَنْ نَفْسِهٖ فِيْ فِعْلِ مَوْلَاهُ فَلَا يَرٰى |
| غَيْرَ مَوْلَاهُ وَفِعْلِهٖ وَلَا يَسْمَعُ وَلَا يَعْقِلُ مِنْ غَيْرِهٖ اِنْ اَبْصَرَ |
| فَلِصُنْعِهٖ اَبْصَرَ وَاِنْ سَمِعَ وَعَلِمَ فَلِكَلَامِهٖ سَمِعَ وَبِعِلْمِهٖ عَلِمَ |
| وَبِنِعْمَتِهٖ تَنَعَّمَ وَبِقُرْبِهٖ اُسْعِدَ وَبِتَقْرِيْبِهٖ تَزَيَّنَ وَتَشَرَّفَ ۔ |

اسی طرح بندہ بھی اپنی ذات سے اپنے مولیٰ کے افعال میں گم ہو جاتا ہے کہ وہ خدا کی ذات کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا[15] اور غیر خدا سے سنتا ہے نہ سمجھتا۔ اگر دیکھتا ہے تو اس کی نظر قدرت[16] سے۔ اگر سنتا اور جانتا ہے تو اس کے کلام اور علم[17] سے۔ اس کی نعمت سے سرفراز۔ اس کے قرب سے سعادت منداور قریب کرنے سے مزین و مشرف ہو جاتا ہے۔

---

مرتبہ سے برتر ہے کیونکہ بچے کو اگر تکلیف پہنچے یا بھوک و پیاس محسوس ہو تو وہ چیختا چلاتا ہوا اپنی ماں سے لپٹ جاتا ہے۔ اگر چہ اسے کوئی اختیار حاصل نہیں ہے مگر وہ حرکت تو کر سکتا ہے۔ جب کہ مُردہ حرکت نہیں کر سکتا اور نہ ہی اسے علم و شعور حاصل ہے۔

[14] اس میں پہلی دو مثالوں کی نسبت مبالغہ ہے کیونکہ گیند خلقت کے اعتبار سے بے جان ہے اور اس میں علم و اختیار کی صلاحیت نہیں بلکہ اس کے وہم و گمان کا محل تک نہیں ہے۔

[15] (توحید شہودی اور توحید وجودی) توحید افعالی یہی ہے۔ سلف اور اکثر اہل تمکین مشائخ کے کلام میں اس توحید کے سوا کسی اور کی طرف اشارہ نہیں ملتا۔ جس پر توحید غلبہ کرے تو اس کی نظر شہود میں غیر حق موجود نہیں رہتا۔ اللّٰہُ وَلَا سِوَاہُ کے معنی سے یہ حقیقت ثابت ہو جاتی

| |
|---|
| وَبِوَعْدِهٖ طَابَ وَسَكَنَ وَبِهٖ اطْمَأَنَّ وَبِحَدِيْثِهٖ اَنِسَ وَعَنْ |
| غَيْرِهٖ اسْتَوْحَشَ وَنَفَرَ وَاِلٰى ذِكْرِهٖ اِلْتَجَأَ وَرَكَنَ |
| وَبِهٖ عَزَّ وَجَلَّ وَثِقَ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلَ وَبِنُوْرِ مَعْرِفَتِهٖ |
| اهْتَدٰى وَتَقَمَّصَ وَتَسَرْبَلَ۔ |

دُنیا و آخرت میں اُس کی نوید سے خوش و خرم ہوتا ہے اور سکون پاتا ہے اس کے ذکر و وعدہ بلکہ اس کی ذات سے اطمینان اور اس کی بات سے انس حاصل کرتا ہے۔ غیر سے وحشت پکڑتا اور نفرت کرتا ہے۔ اسی کے ذکر کی طرف مائل و راغب رہتے ہوئے اس کی ذات پر اعتماد اور توکل کرتا ہے[18]۔ اس کے نورِ معرفت سے ہدایت پاتا اور پیراہن معرفت زیب تن کرتا ہے[19]۔

---

ہے۔ یہ معنی توحید شہودی میں ہے نہ کہ توحید وجودی میں جیسا کہ بعض مشائخ کے کلام میں واقع ہے۔

رفت او زمیاں ہمچنیں خدا ماند خدا

اَلْفَقْرُ اِذَا تَمَّ هُوَ اللّٰه اینست

بندہ درمیان سے اُٹھ گیا بس خدا ہی خدا رہ گیا۔ اس قول "فقر جب مکمل ہو جاتا ہے تو وہ خدا ہے" کے یہی معنی ہیں۔

[16] شک اور تردد کا کلمہ "ان" لا کر اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ ممکن ہے کہ بندہ مطلق مجذوب و مستہلک ہو جائے اور دیکھنے سننے اور سمجھنے سے جاتا رہے۔

[17] بمعنی متکلم میں یہ کلام اسی کی پیدا کردہ ہے۔ یہ معلوم اسی کی ایجاد ہے اور اپنی سمع و بصر کو اسی کی طرف سے جانتا ہے۔ یہ فناء صفات کا مقام قربِ نوافل کا مرتبہ ہے اور محققین کے نزدیک اَنَا الْحَقُّ اسی شہود سے ناشی لعدا اسی مقام پر واقع ہے۔

| |
|---|
| وَعَلٰی غَرَائِبِ عُلُوْمِهٖ اِطَّلَعَ وَعَلٰی اَسْرَارِ قُدْرَتِهٖ |
| اَشْرَفَ وَمِنْهُ عَزَّ وَجَلَّ سَمِعَ وَوَعٰی ثُمَّ |
| عَلٰی ذٰلِكَ حَمِدَ وَاَثْنٰی وَشَكَرَ وَدَعَا۔ |

اللہ تعالیٰ کے نادر و غریب علوم پر واقفیت حاصل کرتا ہے اسرارِ قدرت سے مطلع ہوتا ہے اسی سے سُنتا اور یاد رکھتا ہے اور ان تمام نعمت ہائے گوناگوں پر شکر بجالاتا ہے اور حمد و ثنا میں مصروف ہو جاتا ہے[۲۰]

---

[۱۸] اور اپنے معاملات اس کے سپرد کر دیتا ہے۔

[۱۹] یعنی جب نورِ معرفت چمکتا ہے تو بندے کی تمام عادات و عبادات اللہ تعالیٰ کے اذن و امر سے ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس وقت تک کھاتا پیتا نہیں جب تک مجھے یہ نہ کہا جائے اے عبد القادر! میرے حق کی وجہ سے جو تجھ پر ہے کھاؤ اور پیو۔ اور لباس پہننے کے متعلق حکم ہوتا ہے کہ اے عبد القادر! میرے حق کی وجہ سے جو تجھ پر ہے ایک دینار گز والا کپڑا پہنو۔ اور میں اس وقت تک کلام نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھے حکم ہوتا ہے۔ اے عبد القادر! میرے حق کی وجہ سے جو تم پر ہے کلام کرو۔ آپ کی بات سُنی جائے گی۔

[۲۰] یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ منتہائے کارِ بندگی شکر و دُعا ہے جو کہ مزیدِ نعمت، دوامِ عافیت اور حسنِ عاقبت کا سبب ہے۔

# المقالة الرابعة

| |
|---|
| قَالَ رضـ اِذَا مُتَّ عَنِ الْخَلْقِ قِيْلَ لَكَ رَحِمَكَ اللّٰهُ |
| وَاَمَاتَكَ عَنِ الْهَوٰى وَاِذَا مُتَّ عَنْ هَوَاكَ قِيْلَ |
| لَكَ رَحِمَكَ اللّٰهُ وَاَمَاتَكَ عَنْ اِرَادَتِكَ وَمُنَاكَ۔ |

**مقالہ ۴ معنوی موت:** حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم مخلوقات سے فانی ہوجاؤ گے[1] تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کہا جائے گا[2] کہ تمہارے اوپر خدا کی رحمتیں ہوں اور ہوائے نفس سے مردہ ہوجاؤ[3] اور جب تم خواہش سے فانی ہوجاؤ گے تو تمہیں فرمایا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے اور تمہیں ارادوں اور آرزؤوں سے موت دے دے۔

---

[1] ان کی منع اور عطا، مدح و ذم۔ نیک و بد اور تمام احوال سے فانی و بے تعلق ہوجاؤ گے۔ ۱۲-

[2] ملکوت اعلیٰ میں تمہارے حق میں دُعا کی جائے گی۔ یا واقعہ و معاملہ یا الہام و اشارہ میں بتا دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و فضل اور پہلے سے بلند تر مقام کی خوش خبری دی جائے گی۔ ۱۲-

[3] شہوات و لذاتِ نفس سے فانی ہوجاؤ تاکہ خواہش مکمل طور پر حق کے تابع ہوجائے اور اُس کی مخالفت کی راہ اختیار نہ کرے۔

[4] تاکہ دل میں کوئی خواہش اور آرزو نہ رہے اس سے وہ خواہش اور ارادہ مراد ہے جو تم اپنی طرف سے اپنے لیے تدبیر اور محال اندیش عقل و فکر سے اختیار

کرو۔ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لیے مقرر کردہ وظائف وعبادات وطاعات میں بھی تدبیرات واختیارات کا ارادہ طریقِ بندگی کے منافی نہیں ہے۔ بزرگوں کے قول "بندے کا اپنا ارادہ نہیں ہونا چاہیے" کا یہی مطلب ہے۔

اور جو طلب طلبِ حق کے موافق ہو وہ طلبِ بندہ نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی چاہت اور حکم ہے کہ بندہ اس مقام پر طلب کرے۔ البتہ آدمی کی خواہش وہی ہونی چاہیے جو مرضی و مامورِ مولیٰ ہو۔ اگر اس کی طلب نہیں کرے گا تو بندہ نہیں رہے گا اور مامور ومحکوم نہیں ہوگا۔ شیخ کبیر ابوالحسن شاذلی قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ شریعت کی اختیار کردہ اور تربیت دادہ کسی چیز میں تمہارا کوئی دخل نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تمہارے حق میں تدبیر ہے لہذا اسے سن کر عمل پیرا ہو جاؤ اور فرمانبردار بن جاؤ۔

(۱) آنچہ بنماید کہ بکن آن بکن ❊ آنچہ بگوید کہ مگو آں مگو

(۲) با نسخنے او ہمہ تن گوش باش ❊ وسوسہ بگذار پریشاں مگو

(۱) جس چیز کے کرنے کا حکم دیں وہ کرو۔ جس چیز کے متعلق کہیں کہ نہ کہو وہ نہ کہو۔

(۲) اس کی بات پر ہمہ تن گوش ہو جاؤ وسوسہ چھوڑ دو اور پریشان باتیں نہ کرو۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ کا قول

اُرِیْدُ اَنْ لَّا اُرِیْدَ۔ میں چاہتا ہوں کہ کچھ نہ چاہوں۔

اس پر مبنی ہے۔ جن لوگوں نے آپ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ خواہش کا نہ رہنے کی آرزو بھی تو ایک خواہش ہے؟ انہوں نے آپ کے کلام کو سمجھا نہیں اور سلطان العارفین قدس سرہٗ کے کلام کے راز کو نہ جانتے ہوئے یہ اعتراض کیا ہے۔

| |
|---|
| وَاِذَا مُتَّ عَنِ الْاِرَادَةِ وَمُنَاكَ قِيلَ لَكَ رَحِمَكَ اللّٰهُ وَاَحْيَاكَ |
| فَحِيْنَئِذٍ تُحْيٰى حَيٰوةً لَا مَوْتَ بَعْدَهَا وَتُغْنٰى غِنَاءً لَا فَقْرَ بَعْدَهٗ |
| وَتُعْطٰى عَطَاءً لَا مَنْعَ بَعْدَهٗ وَتُرَاحُ بِرَاحَةٍ لَا شِفَاءَ بَعْدَهَا۔ |

اور جب تم ارادہ و آرزو سے فانی ہو جاؤ گے تو تمہیں کہا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے اور تمہیں اپنی ذات اور اپنے ارادہ کے ساتھ باقی اور زندہ کر دے[5]۔ اس مقام پر تمہیں دائمی زندگی عطا کی جائے گی جس کے بعد موت نہیں اور ایسی غنا حاصل ہوتی ہے کہ جس کے بعد احتیاج نہیں اور ایسی نعمتیں عطا ہوں گی جن کے بعد منع نہیں اور ایسی راحتوں سے ہمکنار کیا جائے گا جن کے بعد کوئی سختی اور غم نہیں ہے:

---

[5] کیونکہ فنا کو بقا لازم ہے اور جب بندہ اپنے آپ سے فانی ہو جائے تو حق کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے۔ جب اندھیرا چلا جائے تو روشنی آ جاتی ہے۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ۔

ذَهَبَ الزُّوْرُ مَا وَمَن بَاشَد
دَخَلَ النُّوْرُ ذُوالْمِنَن بَاشَد

ظلم و جہل جو کہ میں اور ہم کہنا ہے نکل جائے تو نور داخل ہو جاتا ہے اور اللہ ذوالمنن کا جلوہ ہوتا ہے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے کلمات قدسیہ سے ہے کہ جب سے مجھ پر حقیقت کار آشکارا ہوئی ہے اور اس معاملہ کی سمجھ بوجھ پیدا ہوئی تو اس وقت سے میری عمدہ ترین خواہش یہی ہے کہ ایسی موت حاصل ہو جس میں

حیات نہ ہو اور ایسی حیات ملے جس میں موت نہ ہو۔ یعنی اپنے آپ سے کلی موت جس کے بعد کوئی خواہش اور آرزو نہ رہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ حیات کہ نفس کی طرف رجوع نہ ہو سکے۔

یہ کلمات بعض گذشتہ مقالات میں گذر چکے ہیں اس کی مزید توضیح اور تشریح آئندہ ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

| |
|---|
| وَتُنَعَّمُ بِنَعِيمٍ لَا بُؤْسَ بَعْدَهُ وَتُعَلَّمُ عِلْمًا لَا جَهْلَ بَعْدَهُ |
| وَتُؤْمَنُ أَمْنًا لَا تَخَافُ بَعْدَهُ وَتُسْعَدُ فَلَا تَشْقَىٰ |
| وَتُعَزُّ فَلَا تُذَلُّ وَتُقَرَّبُ فَلَا تُبْعَدُ وَتُرْفَعُ فَلَا تُوضَعُ |
| وَتُعَظَّمُ فَلَا تُحْقَرُ وَتُطَهَّرُ فَلَا تُدَنَّسُ۔ |

نازو نعمت اور نیکی و نرمی کے ساتھ اس طرح نوازا جائے گا جس کے بعد محنت و سختی نہیں ہے اور اسے علمِ لُدنی سے بہرہ ور کیا جائے گا جس کے بعد جہالت نہیں تمام خطرات سے مامون کر دیا جائے گا کہ بعد میں خوف نہیں ہوگا اور نیک بخت کر دیا جائے گا کہ بعد میں شقاوت کا نام و نشان نہیں رہے گا۔ وہ عزت دی جائے گی جس کے بعد کوئی ذلت نہیں۔ تمہیں بارگاہِ ربّ العزت کے قریب کیا جائے گا پس دُور نہیں کیا جائے گا اور مراتب عالیہ پر بلندی عطا کی جائے گی پھر ان سے گرایا نہیں جائے گا۔ وہ عظمت دی جائے گی جس کے بعد تحقیر نہیں اور تمام بشری آلودگیوں اور عیوب و نقصان سے پوری طرح پاک کر دیا جائے گا پھر آلودہ نہیں کیا جائے گا۔[6]

---

[6] حاصل یہ کہ جب ظلماتِ بشریت نکل جائیں تو صفاتِ ربوبیت کے انوار جلوہ گر ہو جاتے ہیں اور صفاتِ ربوبیت یقیناً ابدی اور باقی ہیں ان

| |
|---|
| فَيَتَحَقَّقُ فِيكَ الْاَمَانِيُّ وَتَصَدَّقَ فِيكَ الْاَقَاوِيلُ |
| فَتَكُونَ كِبْرِيتاً اَحْمَرَ۔ |

اور تمہارے بارے میں آرزوئیں ثابت و درست ہوں گی ۸ے اور تمہارے بارے اور لوگوں کی باتیں سچی ہوں گی ۸ے اور تم سُرخ گندھک بن جاؤ گے ۹ے

---

پر زوال نہیں آسکتا اس سے معلوم ہوا کہ
اَلْفَانِیْ لَا یُرَدُّ اِلٰی اَوْصَافِهٖ ۔ صفات بشریت سے
نابود ہونے والا اپنے اوصاف کی طرف لوٹایا نہیں جاتا ۔

ے مستِ جامِ عشق گشتم پارسائی چوں کنم
خلعتِ شاہی بپوشیدم گدائی چوں کنم

میں تو جامِ عشق سے مست ہو چکا ہوں پارسائی کیونکر کروں میں نے شاہی لباس پہن رکھا ہے گدائی کیسے کروں ۔

ے اگر سالکے محرمِ راز گشت
بہ بندند بروی درِ بازگشت

کسی رہ سوئے گنجِ قارون نبرد وگر برد رہ باز بیروں نبرد

۱۔ اگر سالک محرمِ راز ہو جائے تو اس پر واپسی کا راستہ بند کر دیتے ہیں ۔
۲۔ کسی نے گنجِ قارون کا راستہ نہیں پایا اور اگر پہنچ بھی گیا تو واپسی کی راہ پائی ۔
مشائخ کرام قدست اسرارہم فرماتے ہیں : مَارَجَعَ مَنْ رَجَعَ اِلَّا مِنْ طَرِیْقٍ ۔ حقیقت تک رسائی پانے والا کبھی واپس نہیں لوٹا ۔ جو لوٹا ہے وہ راستہ سے ہی پھر آیا ہے ۔

ے یعنی جو شخص جو آرزو بھی رکھتا ہو اور جو مراد و مدعا چاہتا ہوگا وہ ۔ تھ

فَلَا تَکَادُ تُرٰی

کہ تمہارا مرتبہ پہچانا نہیں جا سکے گا۔ نلہ

---

سے پلٹے گا۔

ث یعنی تمہاری صفت وثنا میں جو کچھ کہیں گے درست ہو گا۔

۹ کہ جس سے تانبا سونا بن جاتا ہے یعنی مرتبۂ کمال سے مرتبۂ تکمیل میں آ جاؤ گے اور دور لوگوں کو نزدیک، مہجوروں کو واصل، نادانوں کو دانا، نابیناؤں کو بینا، بیگانوں کو آشنا اور بدبختوں کو نیک بخت بنا دو گے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے کلمات مبارکہ سے ہے۔

اَلشَّیْخُ مَنْ یُّسْعِدُ الشَّقِیَّ کہ شیخ کامل وہ ہے جو بدبخت کو نیک بخت بنا دے۔

آنہا کہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشم بما کنند

جو لوگ ایک نگاہ سے خاک کو کیمیا بنا دیتے ہیں کیا ہو سکتا ہے کہ ہماری طرف بھی توجہ فرمائیں۔

نلہ کہ عزتِ مقام، علو شان اور عمدگیٔ حال کو دیکھنا جاننا اور پا لینا کسی کے لیے ممکن نہیں ہو گا اور اولیاء اللہ کو بارگاہِ الٰہی میں جو مقام حاصل ہے درحقیقت کسی کو اس کے راستے کا علم اور اطلاع حاصل نہیں ہے اس مخلوق کا حصہ فقط بعض صفاتِ ظاہرہ کا مشاہدہ ہے مثلاً انوارِ استقامت اور آثارِ کرامت کا اور

اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قِبَائِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ۔

کہ میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں جن کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔

کلمہ عموم ہے مگر جس کو اللہ تعالیٰ مطلع فرما دے اور آگاہ کر دے در حقیقت معرفتِ اولیاء معرفتِ حق کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے۔

"حِکَمِ عطائیہ" میں مذکور ہے۔

| | |
|---|---|
| سُبْحَانَ مَنْ لَمْ یَجْعَلِ | پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے |
| الدَّلِیْلَ عَلٰی اَوْلِیَائِہٖ | اولیاء پر وہ دلیل قائم کی ہے |
| اِلَّا مِنْ حَیْثُ الدَّلِیْلِ | جو اس کی اپنی ذات پر دلیل ہے |
| عَلَیْہِ وَلَمْ یُوْصِلْ اِلَیْھِمْ | اور ان تک اس کو رسائی بخشی جس کو |
| اِلَّا مَنْ اَرَادَ اَنْ یُّوْصِلَ اِلَیْہِ | اپنا واصل بنانے کا ارادہ فرمایا۔ |

[1] چنانچہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے مرض الموت میں فرمایا:

| | |
|---|---|
| اَنَا مِنْ وَّرَاءِ عُقُوْلِکُمْ | کہ میرا معاملہ تمہاری عقلوں سے بلند |
| فَلَا تَقِیْسُوْنِیْ عَلٰی اَحَدٍ | ہے لہذا مجھے کسی پر قیاس نہ کرو اور |
| وَلَا تَقِیْسُوْا اَحَدًا عَلَیَّ۔ | نہ ہی کسی کو مجھ پر قیاس کرو۔ |

در حقیقت ان مقالات میں آپ نے جو کچھ فرمایا وہ آپ نے اپنی طریقت و سلوک کا بیان کیا ہے اور اپنے مرتبہ و مقام کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

خوشتر آن باشد کہ سرِّ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

یہ بات کتنی عمدہ ہے کہ محبوبوں کی باتیں دوسروں کی گفتگو کے ضمن میں بیان کی جائیں۔ آپ نے اپنے حال و مقام کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

ے (۱) وَهَبَ لِي الْاَيَّامُ رَوْنَقَ صَفْوِهَا
فَحَلَتْ مَنَاهِلُهَا وَطَابَ الْمَشْرَبُ
(۲) وَغَدَوْتُ مَخْطُوبًا بِكُلِّ كَرِيْمَةٍ
لَا يَهْتَدِيْ فِيْهَا اللَّبِيْبُ وَيُخْطَبُ

(۱) ایام نے مجھے اپنی چمک دمک ہبہ کر دی تو ان کے گھاٹ میٹھے اور مشروب پینے کی جگہیں پاکیزہ ہو گئیں۔

(۲) میں نے اس حال میں صبح کی کہ ہر کنواری لڑکی کی طرف سے مجھے خطبہ کیا گیا۔ کسی دانا کو یہ بات معلوم نہیں اور نہ ہی اسے خطبہ کیا گیا۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے ان اشعار کا ترجمہ اس طرح فرمایا ہے:

ے (۱) صد شکر کہ ایام بکام است مرا
دلبر ببر و بادہ بجام است مرا
(۲) بادۂ ہمگی صاف حریفاں ہم صاف
با اہل صفا عیش مدام است مرا
(۳) از لطف و کرم بادہ بجامم کردند
در جام چہ باشد کہ بکامم کردند
(۴) در ملک حقیقت بعروسانِ قدم
ہم خطبہ و ہم خطبہ بنامم کردند

(۱) اس بات پر بار بار شکر ہے کہ ایام میرے مقصد کے مطابق ہیں۔ میرا محبوب بغل میں اور شراب جام میں۔

(۲) بادہ مکمل طور پر صاف ہے اور حریف بھی باصفا ہیں اور میری

زندگی ہمیشہ اہلِ صفا کے ساتھ ہی گذرتی ہے۔

(۳) اپنے لطف و کرم سے شراب سے نہ صرف میرا پیمانہ بھرا بلکہ میرے حلق میں ڈالی۔

(۴) ملک حقیقت میں قدم کی دلہنیں میرے نام کا خطبہ دیتی ہیں اور خطبہ کرتی ہیں۔

| فَرْدَ الفَرْدِ وِتْرَ الوِتْرِ غَیْبَ الغَیْبِ۔ |
|---|

فرد الفرد (یگانہ یگانہ) تنہا و طاق غیب الغیب۔

| سِرَّ السِّرِّ |
|---|

اور سرّ السرّ ہو جاؤ گے[۱۲]

---

[۱۲] یعنی تنہائی و یگانگی، نایابی اور پوشیدگی میں اس مقام تک پہنچ جاؤ گے کہ اولیاءِ وقت سے کوئی بھی تمہاری مثل اور برابر نہیں ہو سکے گا اور تمہارا قدم سب سے آگے ہوگا۔ تمہارے حال کی حقیقت اور اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز سے کوئی آگاہ نہیں ہوگا اور تمہارا مقام سب سے بلند ہوگا۔ یہ قطب الاقطاب کے مقام کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے کلام شریف سے ہے:

مَا فِی الصَّبَابَۃِ مَنْھَلٌ مستعذب
اِلَّا وَلِی فیہ الاَلَذُّ الاَطْیَبُ
مَا فِی الوِصَالِ مَکَانُہٗ مَخْصُوصَۃٌ
اِلَّا وَ مَنْزِلَتِیْ اَعَزُّ وَاَقْرَبُ

ے (۱) ہر جاکہ بعشق مشرب شیریں است
در حضرت وصل رتبۂ تمکین است
(۲) شیریں تر و والاتر ازاں بہر منست
قطبم من و قطب را مراتب این است

(۱) جہاں کہیں بھی عشق کا شیریں گھاٹ ہے بارگاہِ وصل میں مقام ارفع حاصل ہے۔

(۲) میرا حصہ اس سے بھی زیادہ میٹھا اور بلند ہے کیونکہ میں قطب ہوں اور قطب کے یہ مراتب ہوتے ہیں۔

غیب الغیب کا عمل مرتبۂ ذات اور مرتبۂ اخفیٰ پر ہے۔ بعض حواشی کے مطابق مقامِ فناء الفناء کی طرف اشارہ ہے یہ بھی صحیح ہے مگر سیاق کلام کے مناسب نہیں۔ واللہ اعلم

| |
|---|
| فَحِينَئِذٍ تَكُونُ وَارِثَ كُلِّ رَسُولٍ وَّنَبِيٍّ وَّصِدِّيقٍ بِكَ |
| تُخْتَمُ الْوِلَايَةُ وَإِلَيْكَ تَصْدُرُ الْأَبْدَالُ ۔ |

تو اس وقت تم تمام رسولوں، نبیوں اور صدیقوں کے وارث بن جاؤ گے[۱۳]۔ اور تمہارے ساتھ اپنے زمانے میں مراتب ولایت ختم کر دیئے جائیں گے[۱۴]۔ اور ابدال تمہاری طرف رجوع کریں گے[۱۵]

---

۱۳؎ یعنی مرتبۂ علم و دین اور منصب ارشاد و ہدایت سے ان کا پس ماندہ تمہیں حاصل ہو گیا۔ کیونکہ ولایت ظلِ نبوت ہے اور اس کے بعد ہے اور صدیقیت مرتبۂ نبوّت سے نیچے والا مرتبہ ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ان دو مراتب کے درمیان کوئی دیگر مقام فاصل نہیں ہے، چونکہ یہ مراتب ولایت میں بلند تر ہے اس لیے اسے علیحدہ ذکر فرمایا۔

۱۴؎ تمہارے زمانہ میں مرتبۂ ولایت تمام و مکمل کر دیا جائے گا یا مہر لگا دی جائے گی اور تمہارا کمال تمام کے کمالات سے بلند اور تمہارا قدم سب کی گردنوں پر ہو گا۔ ۱۵؎ اس مقام پر فائز ہونے کے بعد، بیان کرتے ہیں کہ ابدال اولیاء کے ایک گروہ کا نام ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے آئندہ مقالات میں کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتبہ ابدال ولی سے بڑھ کر ہے۔ ابدال کیلئے قطب کی خدمت میں حاضری ملازمت واجب ہے یہ قطب کے احکام و فرمودات مخلوق میں جاری و نافذ کرتے ہیں اسلیے اسے قطب ابدال کہتے ہیں اور قطب ارشاد دوسرا شخص ہوتا ہے جس کے ذمہ علم الٰہی کی تعلیم اور اس کی طرف راہنمائی ہوتی ہے اور کبھی ایک ذات قطب ابدال بھی ہوتی ہے اور قطب ارشاد بھی۔

| |
|---|
| وَبِكَ تُنْكَشَفُ الْكُرُوْبُ وَبِكَ تُسْقَى الْغُيُوْثُ وَبِكَ تُنْبَتُ |
| الزُّرُوْعُ وَبِكَ تُدْفَعُ الْبَلَايَا وَالْمِحَنُ عَنِ الْخَاصِّ |
| وَالْعَامِّ وَاَهْلِ الثُّغُوْرِ وَالرَّاعِيْ وَالرَّعَايَا وَالْاَئِمَّةِ وَالْاُمَّةِ وَ |
| سَائِرِ الْبَرَايَا فَتَكُوْنُ شِحْنَةَ الْبِلَادِ وَالْعِبَادِ ۔ |

اور تمہارے دم قدم سے جان لیوا سختیاں دُور کی جائیں گی اور وجود دُعا کی برکت سے لوگوں پر بارانِ رحمت نازل ہو گی۔ اور کھیتیاں اُگائی جائیں گی اور تمہاری امداد و اعانت سے سرحدوں پر قائم لوگوں[16] چرواہوں، والیانِ سلطنت رعایا[17]۔ پیشوایانِ قوم انکے متبعین[17] اور باقی تمام مخلوق سے تکالیف و مصائب دُور کی جائیں گی تو تم شہروں اور شہروں کے باشندوں کے والی بن جاؤ گے[18]۔

---

[16] دارالسلام اور دارالحرب کے درمیان واقع سرحد پر مقیم مسلمان جو کفار کے ساتھ لڑائی کے لیے تیار رہتے ہیں اور انہیں دارالاسلام میں داخلہ کی اجازت نہیں دیتے۔

[17] رعیت دراصل چرائے جانے والے جانوروں کو کہتے ہیں اور عرف میں عام لوگ مراد لیے جاتے ہیں یہاں دونوں مضمون کا احتمال ہے۔ راعی سے مراد اگر چرواہا ہے تو رعایا سے مراد چرندے ہوں گے اور اگر راعی سے مراد والی سلطنت ہے تو رعایا سے مراد عام لوگ ہوں گے۔

[17] امت لغت کے لحاظ سے جنسِ حیوان سے تعلق رکھنے والے گروہ یا قوم کو کہتے ہیں اور شریعت میں اُمت سے مراد وہ جماعت ہے جن کی طرف پیغمبر مبعوث ہو۔

[18] شحنہ سلطان کی طرف سے مقرر کردہ شہر کے متولی کو کہتے ہیں جن کے ذمہ شہر کا انتظام و انصرام ہوتا ہے۔

طرف متوجہ کرتا ہے اور آپ کی ذات گرامی ہی کی مدح و ثناء کرتے ہوئے استمداد و استعانت اور محبّت و عشق کی داد دیتا ہے.

ے (۱) ہر خامۂ کہ بر صفحۂ ہستی راند
عاشق ہمہ زاں صفاتِ جاناں خواند
(۲) ہر جا کہ سخن ز حسن و خوبی گذرد
مجنوں ہمہ را صفاتِ لیلیٰ داند

(۱) صفحۂ ہستی پر جو بھی قلم چلتا ہے عاشق اسی سے اپنے محبوب کی صفات ہی پڑھتا ہے.

(۲) جس جگہ بھی کسی کے حسن و خوبی کی بات ہوتی ہے تو مجنوں اسے صفاتِ لیلیٰ ہی جانتا ہے.

# اَلْمَقَالَۃُ الْخَامِسَۃُ

قَالَ رضی اللہ عنہ اِذَا رَاَیْتَ الدُّنْیَا فِیْ اَیْدِیْ اَرْبَابِھَا بِزِیْنَتِھَا وَ اَبَاطِیْلِھَا وَ خِدَعِھَا وَ مَصَائِدِھَا وَ سُمُوْمِھَا الْقَاتِلَۃِ مَعَ لِیْنِ مَسِّ ظَاھِرِھَا وَضَرَارَۃِ بَاطِنِھَا وَ سُرْعَۃِ اِھْلَاکِھَا وَ قَتْلِھَا لِمَنْ مَسَّھَا وَ اغْتَرَّ بِھَا وَ غَفَلَ عَنْ رَاھِیَتِھَا وَ غَیْرِ ھَا بِاَھْلِھَا وَ نَقْضِ عَھْدِ ھَا فَکُنْ کَمَنْ رَاٰی اِنْسَانًا عَلَی الْغَائِطِ بِالْبَرَازِ بَادِیَۃٌ سَوْاٰتُہٗ وَ فَائِحَۃٌ رَائِحَتُہٗ فَاِنَّکَ تَغُضُّ بَصَرَکَ عَنْ سَوْاٰتِہٖ وَ تَسُدُّ عَلٰی اَنْفِکَ مِنْ رَائِحَتِہٖ وَ نَتْنِہٖ فَھٰکَذَا کُنْ فِی الدُّنْیَا اِذَا رَاَیْتَھَا غُضَّ بَصَرَکَ عَنْ زِیْنَتِھَا وَ سُدَّ عَلٰی اَنْفِکَ بِمَا یَفُوْحُ مِنْ رَوَائِحِ شَھْوَاتِھَا وَ لَذَّاتِھَا لِتَنْجُوَ مِنْھَا وَ مِنْ اٰفَاتِھَا وَ یَصِلُ اِلَیْکَ قِسْمُکَ مِنْھَا

## مقالہ نمبر ۵ دُنیا کا حال اور اس سے عدم التفات کی ترغیب:

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب تم دُنیا کو اپنی زینت باطل و ناچیز اسباب، مکروفریب اور اس کے اسباب[1]، زہر کی طرح ہلاک کرنے والی بظاہر نرم و نازک بباطن سخت و درست لذات اسے چھونے والے اور اس کے دجل و فریب سے غافل ہو کر اس پر غرہ کرنے والے کو تباہ و برباد کرنے والی لذات اور اس کے حوادث[2] اور عہد شکنی کو دنیا داروں کے ہاتھوں میں دیکھو[3] تو یوں سمجھو کوئی برہنہ حوائج ضروریہ سے فارغ ہونے کے عمل میں ہے[4] اور تم اس نفرت انگیز منظر اور بو سے اپنی آنکھیں اور ناک بند کر لیتے ہو۔ بالکل

اسی طرح اہل دنیا کی ظاہری زیب وزینت دیکھ کر اپنی آنکھیں اور اس کی لذات وشہوات کی بُو سے اپنی ناک بند کر لو تاکہ تم آفاتِ دُنیا سے نجات حاصل کر سکو اور تمہاری قسمت تمہیں پہنچتی رہے گی۔

---

[1] کہ ان سے لوگوں کے دلوں کو شکار اور غافل کر دیتی ہے۔

[2] غیر بکسر غین و فتح یا بمعنی حوادث زمانہ. بعض نسخوں میں غیر تہا ہے یعنی دنیا کا اہل دُنیا پر غیرت رشک کرنا کہ انہیں آخرت کی طرف مائل نہیں ہونے دیتی حق کے ساتھ پیوستگی سے روکے ہوئے اور اپنے ساتھ مشغول کیے ہوئے ہے۔

[3] حاصل کلام یہ کہ جب ان قباحتوں، شفاعتوں اور نقائص کے باوجود دُنیا کو دُنیاداروں کے ہاتھوں میں دیکھو۔

[4] براز دراصل صحراء اور فضا کو کہتے ہیں۔

| |
|---|
| وَانۡتَ مُهۡنًّا بِهَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِنَبِیِّهٖ الۡمُصۡطَفٰی صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا |
| تَمُدَّنَّ عَیۡنَیۡكَ اِلٰی مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ زَهۡرَةَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا |
| لِنَفۡتِنَهُمۡ فِیۡهِ وَرِزۡقُ رَبِّكَ خَیۡرٌ وَّاَبۡقٰی ۵ س۲۰ آیت ۱۳۱ |

اور تم اس سے بہرہ اندوز ہو گے۔ یا تمہیں اس بات پر مبارک دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اور اے سننے والے اپنی آنکھیں نہ پھیلا۔ اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کے لیے دی ہیں یعنی دُنیا کی تازگی کہ ہمیں انہیں اس کے سبب فتنہ میں ڈالیں، اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے دیرپا۔[۵]

---

۵ یعنی جو ہدایت و نبوّت سے تمہیں حصّہ ملا اور جو آخرت میں تمہارے لیے رکھا ہے وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے۔

ای آنکہ ہوائی خوش مذاقی داری
از عشق بتان دل فراقی داری
رو دیدۂ دل ز حسنِ فانی بر بند
گر میل شہود وجہ باقی داری

اے خوش مذاقی کی خواہش رکھنے والے (دنیا فانی کے) بتوں سے دل فراقی (جدائی) رکھنے والے۔

اور باقی و پائندہ ذات کے مشاہدہ کا میلان ہے تو آنکھیں حسنِ فانی سے بند کر لے۔

# اَلْمَقَالَۃُ السَّادِسَۃُ

قَالَ رض اِفْنَ عَنِ الْخَلْقِ بِحُکْمِ اللّٰہِ وَعَنْ ھَوَاکَ بِاَمْرِ اللّٰہِ وَعَنْ اِرَادَتِکَ بِفِعْلِ اللّٰہِ۔

مقالہ نمبر ۶: مخلوق سے فنا: حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اپنے آپ کو حکمِ[1] خدا کے مطابق مخلوق سے فنا کر لو۔ امر[2] خدا کے پیش نظر اپنی خواہش اور شہود فعلِ حق کی وجہ سے اپنے ارادہ[3] سے فانی ہو جاؤ۔

---

۱ یعنی قضاء و قدر کے مطابق تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے اور تم اس حقیقت کو پاسکو کہ جہان میں سب کچھ اس کی تقدیر کے مطابق ہے اور کوئی ذرّہ بھی اس کی قدرت کے بغیر حرکت نہیں کرتا اور کسی کا اذن مولا کریم کے بغیر اس کی مملکت میں دخل نہیں ہے۔

۲ جو امر بزبانِ شریعت جاری ہوا ہے تاکہ تمہاری خواہش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کے لائے ہوئے احکام کے تابع ہو جائے۔ یا امر سے مراد قرآن پاک میں واقع یہ آیت کریمہ ہے:

وَعَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (س ۵ آیت ۲۳)

اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔ اگر تمہیں ایمان ہے یعنی اپنے امور اللہ کے سپرد کر دو۔

یہ وجہ اس فنا کے بیان میں واقع کلام کے سیاق کے زیادہ مناسب ہے جیسا کہ آگے آئیگا۔

۳ تاکہ ارادۂ الٰہی کے بغیر کوئی ارادہ نہ رہے اور اس کی خواست کے بغیر تمہاری خواست نہ ہو۔

| |
|---|
| تَصْلُحُ اَنْ تَكُوْنَ وِعَاءً لِعِلْمِ اللّٰهِ فَعَلَامَةُ فَنَائِكَ عَنْ |
| خَلْقِ اللّٰهِ اِنْقِطَاعُكَ عَنْهُمْ وَعَنِ التَّرَدُّدِ اِلَيْهِمْ وَالْيَاسُ مِمَّا فِيْ |
| اَيْدِيْهِمْ وَعَلَامَةُ فَنَائِكَ عَنْ هَوَاكَ تَرْكُ التَّكَسُّبِ |
| وَالتَّعَلُّقِ بِالسَّبَبِ فِيْ جَلْبِ النَّفْعِ وَدَفْعِ الضَّرَرِ۔ |

تو اس وقت[۴] تم علمِ الٰہی کا محل اور ظرف بننے کے قابل اور لائق ہو جاؤ گے[۵]۔ خلق سے فنا کی علامت یہ ہے کہ تمہاری مخلوق سے علیٰحدگی اور تنہائی ہوگی ان کی آمد و رفت ختم اور ان کے ہاتھوں میں موجود چیز سے مکمل مایوسی ہوگی اور خواہش نفس سے فنا کی علامت یہ ہے کہ تم نفع حاصل کرنے اور ضرر کو دور کرنے کے لیے کسب کی طلب اور اس میں تکلیف و مبالغہ ترک کر دو گے۔

---

[۴] کہ جب تم خلق، خواہش اور ارادہ سے فانی ہو جاؤ گے۔

[۵/۱] اور تمہیں علم لدنی حاصل ہوگا اور تم اس کے امین بن جاؤ گے۔

[۵/۲] یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے اگر کسی کسب و نسب میں مبالغہ اور تکلیف نہ ہو تو وہ صحت توکل کے منافی نہیں ہے۔

| |
|---|
| فَـلَا تَتَحَرَّكُ فِيكَ بِكَ وَلَا تَعْتَمِدُ عَلَيكَ لَكَ وَلَا |
| تَـذُبُّ عَنْكَ وَلَا تَنْصُرُ نَفْسَكَ وَلٰكِنْ تَكِلُ ذٰلِكَ |
| كُلَّهُ اِلَى اللّٰهِ اِنَّـهُ تَوَلَّاهُ اَوَّلًا فَيَتَوَلَّاهُ اٰخِرًا كَمَا كَانَ |
| ذٰلِكَ مَوْكُوْلًا اِلَيْهِ فِيْ حَالِ كَوْنِكَ مُغَيَّبًا |
| فِي الرَّحِمِ وَكَوْنِكَ رَضِيْعًا طِفْلًا فِيْ مَهْدِكَ. |

اور تم اپنے نفس کے نفع و نقصان کے لیے اپنے نفس کی تدبیر سے غور و فکر نہیں کرو گے اور اپنے نفس کے امور میں اپنی سمجھ پر اعتماد نہیں کرو گے اور تم اپنے آپ سے ضد اور مخالفت طبع و نفس دور نہیں کرو گے اور نفس کی امداد و اعانت[6] نہیں کرو گے بلکہ اپنے تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو گے[7] کیونکہ وہ ابتداً ہی سے تمام امور کا والی و متصرف ہے تو آخر میں بھی وہی والی ہو گا جیسا کہ پہلے اس کے سپرد[8] تھے جبکہ تم رحم مادر میں پوشیدہ اور نوزائیدہ گہوارہ میں شیر خوار تھے۔[9]

---

[6] اپنی تدبیر و اختیار اور قول و قوت کے ذریعے۔

[7] کیونکہ اس نے اسباب رزق پیدا فرما کر شرائع و احکام مقرر کر کے تمہارے دنیا و آخرت کے کاموں کو مرتب کر دیا ہے اور تمہارے لیے اپنے نفس کی تدبیر سے کوئی کام کرنے کی حاجت نہیں چھوڑی۔

[8] کہ اس کی تدبیر و اختیار اور لطف و کرم کے ذمہ ہیں۔

[9] یعنی جب تم میں عقل و فکر، تدبیر و اختیار اور قوت و قدرت نہیں تھی تو وہ پرورش فرماتا رہا۔ خوراک دیتا رہا اور جسم و جان کے آلات و اسباب مہیا فرماتا رہا ہے تو کیا اب یہ اسباب مہیا نہیں فرمائے گا حاشا و کلا۔

ے (۱) فراموشت نکرد ترا ایزد دراں حال
کہ بودی نطفۂ مدفون و مدہوش
(۲) روانت داد و عقل و طبع و ادراک
جمال و حسن رائی و فکرت و ہوش
(۳) دہ انگشت مرتب کرد بر کف
دو بازویت مرتب ساخت بردوش
(۴) کنون پنداری ای ناچیز ہمت
کہ خواہد کردنت روزی فراموش
(۵) ایں ہمہ تدبیر و عقل حیلہ جوست
عقل باری کیست درجائے کہ اوست

(۱) جب تو مدفون و مدہوش نطفہ تھا تو تجھے اللہ تعالیٰ نے اس حال میں نہ بھلایا (۲) عقل و جان، طبع و ادراک، جمال و حسن رائے اور فکر و ہوش سے نوازا۔
(۳) ہاتھوں پر دس انگلیاں اور کندھوں پر دو بازو مرتب فرمائے۔
(۴) اے گھٹیا خیال والے کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایک دن فراموش کر دے گا۔
(۵) یہ تمام تدابیر و عقول جو تو بطورِ حیلہ استعمال کرتا ہے ان کو عقل باری تعالیٰ سے کیا نسبت۔

| |
|---|
| وَعَلَامَةُ فَنَائِكَ عَنْ إِرَادَتِكَ بِفِعْلِ اللهِ أَنَّكَ لَا تُرِيْدُ مُرَادًا |
| قَطُّ وَلَا يَكُوْنُ لَكَ غَرَضٌ وَلَا يَبْقٰى لَكَ حَاجَةٌ وَلَا مَرَامٌ لِأَنَّكَ |
| لَا تُرِيْدُ مَعَ إِرَادَةِ اللهِ سِوَاهَا بَلْ يَجْرِيْ فِعْلُ اللهِ |
| فِيْكَ فَتَكُوْنُ عِنْدَ إِرَادَةِ اللهِ وَفِعْلِهِ سَاكِنَ الْجَوَارِحِ |
| مُطْمَئِنَّ الْجَنَانِ مَشْرُوْحَ الصَّدْرِ۔ |

اور فعلِ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ کی وجہ سے فناءِ ارادہ کی علامت یہ ہے کہ تم کسی مراد کے خواستگار نہیں ہوگے تمہاری کوئی آرزو نہیں ہوگی۔ کوئی حاجت اور مطلب باقی نہیں رہے گا، چونکہ تم ارادہ سے فانی ہو چکے ہو۔ اللہ کی مرضی کے سوا کوئی ارادہ نہیں کروگے[1] بلکہ تمہارے ارادہ کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ کا ارادہ تم میں جاری ہوگا اور جب خواست حق کے بغیر کوئی چیز ہی نہیں رہے گی تو تم مبالغۃً عینِ ارادہ وفعلِ الٰہی بن جاؤ گے اور اعضاء اس طرح سکون پائیں گے کہ کسی حادثہ میں بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹو گے۔ دِل مطمئن ہو جائے گا کہ کسی اندیشے سے پریشان نہیں ہوگے۔ شرح صدر ہو جائے گا کہ اغیار کی مزاحمت اور بار برداری سے تنگ

---

[1] تو حاجت ومقصد کہاں رہے گا۔

| |
|---|
| مُنَوَّرَ الْوُجْهِ عَامِرَ الْبطْنِ غَنِيًّا عَنِ الْاَشْيَاءِ بِخَالِقِهَا |
| تُقَلِّبُكَ يَدُالْقُدْرَةِ وَيَدْعُوْكَ لِسَانُ الْاَزَلِ۔ |

نہیں پڑو گے[11] چہرہ منور ہو جائے گا[12] باطن معمور ہو جائے گا[13] خالق کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اطاعت وعبادت سمیت ہر چیز سے بے نیاز ہو جاؤ گے[14] تمہیں دستِ قدرت پھرائے گا[15] اور لسانِ ازل بلائے گی[16]۔

---

[11] شرح صدر انتہائی بلند مقام ہے جو بہ تمام و کمال حضرت سید السادات علیہ الصلوات والتسلیمات کو ہی حاصل ہے دوسروں کو متابعت کے مطابق اس سے حصہ ملا ہے اللہ تعالیٰ کا بطور امتنان

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (۳۰ پ آیت ۱) کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔
فرمانا اس طرف اشارہ ہے۔ بعض دیگر رسائل میں اس کا کچھ حصہ ذکر ہوا ہے وہاں ملاحظہ کریں۔

[12] کہ دنیا کے غم واندوہ سے تیرہ و ترش نہیں ہوں گے۔

[13] کہ مقام حضورِ وجمعیت سے باہر نہیں آؤ گے۔

[14] یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے سوا کسی کے نیازمند نہیں رہو گے اور کسی پر اعتماد نہیں کرو گے۔

[15] جو کہ تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے فضل وتصرف سے عبارت ہے۔

[16] یہ اللہ تعالیٰ کے امر ارادی اور حکم قضاء وقدر کی طرف اشارہ ہے لسانِ ازل سے مراد امر ونہی پر مشتمل کلام قدیم بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

وَيُعَلِّمُكَ رَبُّ الْمُلْكِ وَيَكْسُوكَ أَنْوَارًا مِنْهُ
وَالْحُلَلَ وَيُنْزِلُكَ مَنَازِلَ مَنْ سَلَفَ مِنْ أُولِي
الْعِلْمِ الْأُوَلِ فَتَكُونُ مُنْكَسِرًا أَبَدًا فَلَا يَثْبُتُ
فِيكَ شَهْوَةٌ وَلَا إِرَادَةٌ كَإِنَاءٍ مُنْثَلِمِ الَّذِي
لَا يَثْبُتُ فِيهِ مَائِعٌ وَلَا كُدُورَةٌ فَتَنْتَقِي عَنْ
أَخْلَاقِ الْبَشَرِيَّةِ فَلَنْ يَقْبَلَ بَاطِنُكَ شَيْئًا
غَيْرَ إِرَادَةِ اللّٰهِ فَحِينَئِذٍ يُضَافُ إِلَيْكَ التَّكْوِينُ وَخَرْقُ الْعَادَاتِ۔

اور پروردگار عالم تمہیں علم پڑھائے گا[۱۷] اپنی طرف سے انوار کی خلعتیں اور معرفت کے حلے پہنائے گا[۱۸]۔ اور سابقین ارباب علم و معرفت کے مقامات و منازل تک رسائی عطاء فرمائے گا۔ تو اس[۱۹] وقت تم ہمیشہ کے لیے شکستہ و خراب حال ہو جاؤ گے اور تم میں ارادے اور خواہشیں نہیں ٹھہریں گی جیسا کہ سوراخ شدہ برتن میں پانی و دیگر کثافتیں نہیں ٹھہر سکتیں۔ پھر تم بشری اوصاف سے پاک ہو جاؤ گے تمہارا باطن ارادۂ الٰہی کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں کرے گا تو اس مقام[۲۰] پر تکوین اور فرق عادات کی نسبت تمہاری طرف کر دی جائے گی[۲۱]۔

---

۱۷ کہ جس سے تم حق کو باطن سے پہچان لوگے اور تمہارا ظاہر علم معاملہ سے آراستہ فرما دے گا۔ بعض نسخوں میں رَبُّ الْمِلَلِ ہے ملت کی جمع بمعنی دین و شریعت یہ لفظ رعایت سجع کے لحاظ سے اولیٰ اور مناسب ہے۔

۱۸ کہ تمہارا باطن علم مکاشفہ سے متجلی و منور ہو جائے گا۔

۱۹ علم حق اور نور معرفت کے ساتھ دل منور ہونے اور باری تعالیٰ کے فعل و ارادہ میں فنا کے حصول کے بعد۔

| |
|---|
| فَيُرٰى ذٰلِكَ مِنْكَ فِي ظَاهِرِ الْعَقْلِ وَالْحُكْمِ |
| وَهُوَ فِعْلُ اللّٰهِ وَإِرَادَتُهُ حَقًّا فِي الْعِلْمِ فَتَدْخُلُ |
| حِيْنَئِذٍ فِي زُمْرَةِ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمُ الَّذِيْنَ |
| انْكَسَرَتْ إِرَادَتُهُمُ الْبَشَرِيَّةُ وَأُزِيْلَتْ شَهْوَاتُهُمُ |
| الطَّبْعِيَّةُ فَاسْتُوْنِفَتْ لَهُمْ إِرَادَةٌ رَبَّانِيَّةٌ وَشَهْوَاتٌ |
| وَظِيْفِيَّةٌ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ |

تو وہ فعل وتصرف ظاہر عقل وحکم کے اعتبار سے تم سے دکھائی دے گا[۲۲]
حالانکہ وہ تکوین اور فرق عادت اللہ تعالیٰ کی تصرف وفعل ہے اور نظر علم اور یقین
باطن کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا ہی ارادہ ہے۔

اس مقام پر متمکن وفائز ہونے کے بعد تم منکسرۃ القلوب میں داخل ہو جاؤ گے جو کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شکستہ دل اور فانی ہو چکے ہیں۔ جن کے بشری ارادے ختم اور طبعی شہوات زائل ہو چکی ہیں[۲۳]۔ اور نئے سرے سے انہیں وجود حقانی اور ارادۂ ربانی سے نوازا گیا ہے[۲۴] اور ان میں روزمرہ کی خواہشات پیدا کی گئی ہیں[۲۵]
جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

---

۲۰ جب تم خود سے فانی ہو جاؤ گے اور فعل وارادۂ حق میں رہ جاؤ گے۔
۲۱ یعنی خوارق وکرامات کے علم میں تمہیں تصرف عنایت کر دیا جائے گا۔
۲۲ بعض باطن اور نفس الامر کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا فعل ہے کیونکہ معجزہ اور کرامت خدا کا فعل ہے جو کہ بندے کی تصدیق وتکریم کے پیش نظر اس کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے۔ دیگر افعال کی طرح بندے کے قصد واختیار سے صادر ہونے والا فعل نہیں ہے۔ ۲۳ اور حق تعالیٰ کے ساتھ باقی ہیں۔

| |
|---|
| حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَآءُ وَجُعِلَتْ |
| قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ فَاُضِیْفَ ذٰلِکَ اِلَیْہِ بَعْدَ اَنْ خَرَجَ مِنْہُ |
| وَزَالَ عَنْہُ تَحْقِیْقًا لِمَا اَشَرْنَا اِلَیْہِ وَتَقَدَّمَ۔ |

کہ حق تعالیٰ کے فعل و ارادہ سے مجھے تمہاری دُنیا سے تین چیزیں محبوب بنادی گئیں ہیں[26] (۱) خوشبو (۲) عورتیں (۳) اور میری آنکھوں کی مسرت و خوشی اور روشنی اور میرا آرام اور شہودِ خاص نماز میں رکھ دیا گیا ہے۔

تو ان اشیاء کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے جبکہ آپ اس کی محبت سے دور اور جدا ہو چکے ہے[27] تاکہ جس حقیقت کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں وہ درست و ثابت ہو[28]

---

۲۴ یعنی اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ان کا ارادہ ہے یہ مقام ہے

بِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَسْمَعُ کہ وہ میرے ساتھ دیکھتا اور سنتا ہے

۲۵ کہ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ (۵۵ آیت ۲۹) اسے ہر دن ایک کام ہے۔ کے مطابق ان میں پیدا فرماتا ہے دوسرا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی عادات مستمرہ کے خواہشات نفس اور طبیعت بشری سے پیدا نہیں ہوتیں کیونکہ ارباب معرفت و شہود کے حصے کے حقوق کا حکم حاصل کر لیتے ہیں۔

۲۶ کہ جنہیں تم خواہش نفسانی اور میلان شہوانی کی وجہ سے دوست رکھتے ہو وہ میں خواہش اور میل و شہوت سے پسند نہیں کرتا۔

۲۷ جو کہ حکم طبیعت اور خواہش شری کے مطابق تھی (قرۃ العین کی تحقیق)

۲۸ واضح ہو کہ قرۃ العین فرح و سرور دریافت مقصود اور فوز غنیمت سے کنایہ ہے۔ قُرَّۃٌ قَرَّ بمعنی قرار و ثبات پکڑنا سے مشتق ہے کہ آنکھیں محبوب کے نظارہ سے

قرار اور دیدارِ محبوب سے آرام پاتی ہیں اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوتیں۔ خوشی کے وقت ساکن اور برقرار رہتی ہیں۔ غیر محبوب کی طرف توجہ سے پریشان، اِدھر اُدھر نگران اور خوف و حزن کی حالت میں لرزاں و سرگرداں رہتی ہیں۔

تَدُوْرُ اَعْیُنُھُمْ کَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ۔ ان کی آنکھیں اس آدمی کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی وجہ سے غشی طاری ہو۔

اس پر دلیل ہے۔ یا قُرَّۃٌ قُرٌّ بمعنی ٹھنڈک سے مشتق ہے۔ محبوب کے مشاہدے سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور لذت حاصل ہوتی ہے اور اغیار کی دید سے گرمی اور سوزش محسوس ہوتی ہے اس لیے کہتے ہیں

اَلْوَلَدُ قُرَّۃُ الْعَیْنِ کہ بیٹا آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الصَّلٰوۃُ کی بجائے فِی الصَّلٰوۃِ فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ بمطابق

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ۔ کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ اسے دیکھ رہے ہو۔

نماز میں مشاہدۂ حق کی وجہ سے سرور و آرام ہے نہ کہ نفس نماز سے۔ مشاہدہ کے وقت اگر غیر کی طرف التفات ہو تو اس کا ثواب نہیں ہوتا۔ نماز اگرچہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور نعمت ہے اور فضل و نعمت پر خوشی ایک بلند مقام، مگر نماز عینِ حق نہیں بلکہ غیر حق ہے اور فرمانِ ایزدی ہے

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ
فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا۔

لیکن انعام و فضل فرمانے والے کے مشاہدہ اور اس کی ذات پر فرح و سرور سے کم درجہ ہے۔ چونکہ حق تعالیٰ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز سے ارفع و اعلیٰ

ہیں اس لیے فرمایا فَلْيَفْرَحُوْا کہ لوگ خوش ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فَلْتَفْرَحْ نہیں فرمایا کہ اے محبوب آپ خوش ہوں یعنی اے میرے خاص محب اور مخصوص محبوب آپ کی خوشی میری ذات کی وجہ سے ہے نہ کہ میرے فضل وانعام کی وجہ سے۔ اگرچہ بعض وارثانِ ملت اور خاصانِ امت کو بھی مقام قُرَّةُ الْعَيْنِ سے اپنے مرتبہ کے مطابق نصیب وشرکت حاصل ہے چونکہ قرۃ العین کا شہود معرفت کے مشہود کے مطابق حاصل ہے تو کسی کی معرفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کی مثل نہیں لہذا کسی کا شہود بھی آپ کے شہود جیسا نہیں اور کسی اور کا مقام قرۃ العین آپ کے مقام قرۃ العین کی مانند نہیں۔ دوسرے حضرات بھی اگرچہ حَسْبُنَا اللّٰه کہتے ہیں مگر آپ کی حَسْبِيَ اللّٰه میں خاص مقام ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں۔

اللھم صل علی محمدٍ وآلہ وصحبہ وخواص اولیاء امتہ ووارثی مقامِہ وحالِہ۔

اس حدیث شریف کے بارے میں محدثین عظام نے علم اور روایتِ الفاظ کے اعتبار سے خوب تحقیق فرمائی ہے اور صراط المستقیم کی شرح میں اس کے متعلق استفسار ذکر فرمایا ہے۔

| قَالَ اللّٰہُ اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مِنْ اَجْلِيْ فَاللّٰهُ تَعَالٰى |
| --- |
| لَا يَكُوْنُ عِنْدَكَ حَتّٰى تَنْكَسِرَ جُمْلَتُكَ هَوَاكَ وَاَرَادَتُكَ۔ |

[29] اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مِنْ اَجْلِيْ کہ جو لوگ میری ذات اور میری ربوبیت کی عزت و عظمت کی وجہ سے شکستہ دل ہیں میں انکے قریب ہوں۔ تو جب تک تم مکمل طور پر شکستہ نہیں ہو گے اللہ تعالیٰ تمہارے قریب نہیں ہوگا اور مقام قرب و عبدیت سے حقیقۃً مشرف نہیں فرمائے گا۔ وجود بشری کے توڑنے میں عمدہ چیز ہوائی نفس اور ارادہ دل کو توڑنا ہے جب تم مکمل ٹوٹ جاؤ گے تو تم میں کوئی چیز نہیں ٹھہر سکے گی اور تم اس کے سوا کسی کے کارآمد نہیں رہو گے اور نہ تم میں صلاحیت ہوگی اور فناءِ تمام حاصل ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ ولادت ثانی و وجود حقانی کے ساتھ نئی زندگی مرحمت فرمائے گا[30] پس تم میں اپنی طرف سے ارادہ پیدا فرمادے گا جس سے تم کسی چیز کا ارادہ کرو گے۔

جب[31] تم اس پیدا شدہ ارادہ میں پائے جاؤ گے[32] تو فی الجملہ تمہارا وجود اس ارادہ میں پایا جانے کی وجہ سے۔

---

[29] پھر حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ مقام فنا و بقا کا شرح و بسط کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں۔

[30] بعض نسخوں میں لَہٗ کا اضافہ پایا جاتا ہے کہ اپنے لیے اپنی معرفت اور اظہار تجلیات کے لیے تمہیں پیدا فرمائے گا جیسا کہ موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق فرمایا:

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ۔ اور میں نے تجھے اپنے لیے چن لیا ہے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے احوال میں مذکور ہے آپ نے فرمایا میں ہر روز خلوت میں یہ ندا سنتا ہوں وَاصْطَفَيْتُكَ لِنَفْسِي اور میں نے تجھے اپنے لیے چُن لیا ہے ؎

دلبراں آئینہ ساز ند از برائے خویش خاص

تا تماشای جمال خود در آنجا میکنند

محبوب اپنے جمال کا جلوہ دکھانے کی خاطر اپنے لیے خاص آئینہ تیار کرتے ہیں۔

۳۱؎ ابھی مقامِ بقا بہت بلند ہے اس کی تحقیق مزید ذکر فرماتے ہیں۔

۳۲؎ یعنی ابھی وجود کا کچھ حصہ اور امتزاج پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ آگے آئے گا کہ یہ ارادۂ حق مجھ میں پیدا ہوا ہے اور آدمی اس سے آرام اور اس کی طرف میلان پائے گا جبکہ حضرت رضی اللہ عنہ خود ذکر فرمائیں گے۔

اور بعض نسخوں میں اس طرح آیا ہے کہ فَاِذَا وُجِدَ فِيكَ تِلْكَ الْاِرَادَةُ کہ جب تم میں یہ ارادہ پایا جائے گا جو تمہارے اندر پیدا کیا گیا ہے۔

| |
|---|
| فَإِذَا انْكَسَرْتَ وَلَمْ يَثْبُتْ فِيكَ شَيْئٌ وَلَمْ تَصْلِحْ بِشَيْئٍ |
| سِوَاهُ أَنْشَأَكَ اللّٰهُ فَجَعَلَ فِيكَ إِرَادَةً فَتُرِيدُ بِتِلْكَ |
| الْإِرَادَةِ فَإِذَا وُجِدَتْ فِي تِلْكَ الْإِرَادَةِ النَّشَاةِ فِيكَ |
| كَسَرَهَا الرَّبُّ تَعَالٰى لِوُجُودِكَ فِيهَا فَتَكُونُ |
| مُنْكَسِرَ الْقَلْبِ أَبَدًا فَهُوَ لَا يَزَالُ يُجَدِّدُ فِيكَ إِرَادَةً |
| ثُمَّ يُزِيلُهَا عِنْدَ وُجُودِكَ فِيهَا هٰكَذَا إِلٰى |
| أَنْ يَّبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهٗ۔ |

اللہ تعالیٰ اسے توڑ دے گا اور تم ہمیشہ کے لیے منکسر القلب ہو جاؤ گے تو وہ ہمیشہ ارادہ پیدا فرماتا رہے گا اور جب تک وجود کا کوئی شمہ بھی باقی رہے گا اللہ تعالیٰ اسے زائل کرتا رہے گا۔[۳۳] یہ معاملہ اس طرح چلتا رہے گا یہاں تک کہ نوشتۂ تقدیر اپنی اجل کو پہنچ جاتا ہے۔[۳۴]

---

[۳۳] جیسا کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کے لباس فاخرہ پر اعتراض کرنے والوں سے فرمایا:

هٰذَا الْكَفَنُ الْمَيِّتِ وَكَفَنُ الْمَيِّتِ أَجْمَلُ وَهٰذَا بَعْدُ أَلْفِ مَوْتٍ۔ یہ میت کا کفن ہے میت کا کفن عمدہ و نفیس ہوتا ہے جبکہ یہ تو بہ ہزار موت کے بعد ہے۔

ع یکبار میرد ہر کسے بیچارہ جامی بارہا

ہر ایک ایک بار مرتا ہے اور جامی بیچارہ بارہا مرتبہ۔

ے ہزار بار بمیری و صد ہزاراں بار
ہنوز مردہ نۂ تا دمی زتو باقیست

| |
|---|
| فَيَحْصُلُ اللِّقَاءُ فَهٰذَا هُوَ مَعْنٰى اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ |
| قُلُوْبُهُمْ مِنْ اَجَلِيْ وَمَعْنٰى قَوْلِنَا عِنْدَ وَجُوْدِكَ فِيْهَا |
| هُوَ رَكُوْنُكَ وَطَمَانِيَتُكَ اِلَيْهَا۔ |

تو اس وقت خالص اللہ تعالیٰ کی ملاقات حاصل ہوتی ہے[۳۵]۔ یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک کا،

اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مِنْ اَجَلِيْ۔ کہ میں ان کے قریب ہوں جن کے دل میری وجہ سے شکستہ ہیں۔

اور ہمارے قول عِنْدَ وُجُوْدِكَ فِيْهَا کا معنی ہے کہ تمہارا نو پیدا ارادہ اور باطن کی طرف نظر و التفات سے اطمینان و تسکین پانا[۳۶]۔

---

جب تک ایک سانس بھی باقی ہو ہزاروں بلکہ لاکھوں پر مارنے سے بھی مردہ نہیں کہلا سکتے۔

۳۴ یعنی وقتِ بقا آجاتا ہے۔

۳۵ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا (پ۱۶ آیت ۱۱۰) تو جسے اپنے ربّ سے ملنے کی اُمید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے ربّ کی بندگی میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

عمل صالح ایسی فنا کی طرف اشارہ ہے جس میں بود و نابود کا امتزاج اور وجود کا شائبہ تک نہ رہے اور کوئی ایک چیز بھی وجہ دو شہود حق میں شریک نہ ہو کیونکہ کارخانۂ وجودِ سالک کی درستی اسی جگہ ہے اس کے سوا سب فساد ہی

| |
|---|
| قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی بَعْضِ مَایَذْکُرُہٗ عَنْہُ نَبِیُّہٗ صلی اللہ علیہ وسلم لَا یَزَالُ |
| عَبْدِیَ الْمُؤْمِنُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ ۔ |

حدیث[۳۷] قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : کہ میرا بندہ ہمیشہ نفلی عبادات اور زیادتی خیرات کے ذریعہ میرا قرب ڈھونڈتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں پروردگار عالمین اس کو دوست بنالیتا ہوں پس جب

---

فساد ہے۔ [۳۶] کیونکہ ہر وہ مقام و کمال کہ جس پر نظر پڑی اور باطن کی طرف التفات ہوا تو حجاب بن گیا اور حقیقتِ فنا مفقود ہو گئی۔

(۱) تا در تو زپندارِ تو ہستی باقیست
میداں بیقین کہ بُت پرستی باقیست
(۲) گفتی بُت پندار شکستم رُستم
ایں بُت کہ تو پندارِ شکستی باقیست

(۱) جب تک تم میں پندارِ ہستی باقی ہے تو جان لو کہ بُت پرستی ابھی باقی ہے۔
(۲) تم تو کہتے ہو کہ پندار کو توڑ کر رہائی پا چکے ہیں۔ نہیں۔ جس پندار کو تو نے توڑا ہے وہ ابھی باقی ہے۔

[۳۷] یہ مقام فنا کی تحقیق ذکر کرنا ہے۔

| |
|---|
| فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ |
| یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّذِیْ یَمْشِیْ |
| بِهٖ وَفِیْ لَفْظٍ اٰخَرَ فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَبْطِشُ وَبِیْ |
| یَعْقِلُ وَھٰذَا اِنَّمَا یَكُوْنُ حَالَةَ الْفَنَاءِ لَا غَیْرَ۔ |

دوست بنالوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

دوسری حدیث میں اس طرح ہے۔ تو مجھ سے سنتا اور دیکھتا ہے اور میرے ساتھ پکڑتا اور سمجھتا ہے[38] اور یہ حال حالتِ فنا میں ہی حاصل ہو سکتا ہے[39] نہ کہ غیر فنا میں۔

---

[38] مخفی نہ رہے کہ پہلے عقل کا ذکر نہیں آیا جو بِیْ یَعْقِلُ اس پر متفرع ہو مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عقل، و ادراک سننے اور دیکھنے کو لازم ہیں یا کسی اور حدیث میں اس طرح ہو وَكُنْتُ عَقْلَهُ الَّذِیْ یَعْقِلُ بِهٖ کہ میں اس کی عقل بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سمجھتا ہے۔

ے بی یسمع و بی یبصر بی یبطش وبی یمشی
سریست بے غامض تدریہ ولا تغشی

میرے ساتھ سنتا، دیکھتا، پکڑتا اور چلتا ہے یہ انتہائی مشکل راز ہے جسے تم معلوم کرو گے اور اس سے پردہ میں نہیں رکھے جاؤ گے۔

[39] حدیث شریف کا حاصل معنی یہ ہوگا جیسا کہ حضرت رضی اللہ عنہ کے سیاق کلام کی دلالت ہے کہ جب بندے کے وجود کا کارخانہ ٹوٹ جائے۔ ہوا و ہوس ارادہ و خواہش اور فعل اس سے نکل گئے اور بندہ کلی طور پر فانی ہوگیا اور بندے کی نظر شہود میں اللہ تعالیٰ

کے فعل وارادہ کے سوا کچھ نہ رہا اور غلبۂ محبت بندے کو اس سے سلب کرتے ہوئے لے گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے فعل وارادہ کے ساتھ باقی ہوگیا اور اس کے شہود اور صفتِ قیومیت کے ساتھ باقی ہوگیا تو ہر چیز اللہ تعالیٰ سے پاتا ہے اور اس کے ساتھ پاتا ہے۔

ے رفت او زمیاں ہمی خدا ماند وبس۔

الفقر اذا تم ھو اللہ اینست

بندہ درمیان سے اٹھ گیا صرف خدا ہی خدا رہ گیا الفقر اذا تم ھو اللہ کا یہی معنیٰ ہے۔

ع کے بود زما جدا ماندہ من و تو رفتہ و خدا ماندہ

وہ ہم سے جدا کیسے رہ سکتا ہے میں اور آپ اٹھ گئے تو خدا رہ گیا۔

واضح ہو کہ حضرت رضی اللہ عنہ کا اشارہ مقامِ فناء مطلق کی طرف ہے جو کہ جمیع مقاماتِ فنا کو جامع ہے اس مقام کا نام قربِ نوافل رکھ کر فنائے صفات کے ساتھ اس کی تخصیص کرتے ہوئے اور اس کے اوپر مقامِ قربِ فرائض اور اس کے اوپر مقام جامع مرتبتین ثابت کرنا یہ متاخرین صوفیہ کی جدید اصطلاح ہے لہٰذا یہ وہم نہ کرنا کہ کتاب میں جس کی طرف اشارہ ہے یہی مرتبۂ کمال کی انتہا ہے۔

یہ بات کتاب کے آخری مقالات میں مزید شرح وبسط کے ساتھ بیان ہوگی اور انشاءاللہ تشفی بخش ہوگی۔

| |
|---|
| فَاِذَا اَفْنَيْتَ عَنْكَ وَعَنِ الْخَلْقِ وَالْخَلْقُ اِنَّمَا هُوَ خَيْرٌ |
| وَّشَرٌّ وَّكَذٰلِكَ اَنْتَ خَيْرٌ وَّشَرٌّ فَلَا تَرْجُ خَيْرَهُمْ وَلَا تَخَافُ |
| شَرَّهُمْ بَقِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَمَا كَانَ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ۔ |

جب[40] تو خود کو اپنے آپ سے اور مخلوق سے فنا کرلے گا۔ اور مخلوق خیر بھی ہے اور شر بھی اور اسی طرح تم خیر بھی ہو اور شر بھی۔ لہٰذا مخلوق کی خیر کی امید نہ رکھو اور اس کے شر کا خوف نہ کھاؤ نظر شہود میں اللہ تعالیٰ وحدہ باقی رہے گا[41] جیسا کہ وہ وجودِ مخلوق سے قبل تھا

| |
|---|
| فَفِيْ قَدْرِ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّشَرٌّ فَيُؤْمِنُكَ مِنْ شَرِّهٖ وَيُغْرِقُكَ |
| فِيْ بِحَارِ خَيْرِهٖ فَتَكُوْنُ وِعَاءً لِّكُلِّ خَيْرٍ وَمَنْبَعًا لِّكُلِّ نِعْمَةٍ |
| وَّسُرُوْرٍ وَّحُبُوْرٍ وَّنُوْرٍ وَّضِيَاءٍ وَّاَمْنٍ وَّسُكُوْنٍ |
| فَالْفَنَاءُ هُوَ الْمُنٰى وَالْمُبْتَغٰى وَالْمُنْتَهٰى۔ |

اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں خیر و شر دونوں موجود ہیں[42] تو وہ تقدیر کے شر سے تمہیں محفوظ کردے گا[43]۔ اور اپنے خیر کے دریا میں غرق کردے گا[44]۔ اور تم ہر بھلائی کے کاموں اور ہر نعمت و راحت، نور و چین اور امن و سکون کا چشمہ بن جاؤ گے[45] یہی فنا طالبوں اور سالکوں کا مطلوب و مقصود اور ان کے مطالب کا منتہی ہے۔

---

[40] اس کے بعد فنا و بقا کے نتیجہ و خلاصہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ولی کو دارِ دُنیا میں اقامت اہلِ عالم کے ساتھ معاشرت و مخالطت حاصل ہوتی ہے اور اس حال میں وہ زندگی گذارتا ہے۔ چنانچہ آگے فرما رہے ہیں۔

[41] اس طرح دکھائی دے گا کہ اس کے سوا کوئی موجود نہیں ہے۔

[42] اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر کا ہر نیک و بد کے ساتھ تعلق قائم ہے۔

۴۳؎ جو اس نے مقدر کر رکھی ہے۔

۴۴؎ اور اس مقام پر نظرِ شہود میں خیر کے سوا کچھ نہیں رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی خالقیت کی نسبت ایک ذرہ بھی حکمت سے خالی نہیں ہے تمام حسن و خیر یہی ہے۔ قبح و شر بندہ کی نسبت سے ہے کہ اس کا فعل نہی کے ساتھ متعلق ہو گیا ہے، درحقیقت فعلِ شر، شر ہے نہ کہ خلق شر اور آیۂ مبارکہ

وھو العزیز الرحیم الذی احسن کل شئی خلقہ۔

کا اس کی طرف اشارہ ہے۔

؎ کفر ہم نسبت بخالق حکمت است
چوں بما نسبت کنی کفر آفتست

کفر پیدا کرنے والے کی نسبت کفر حکمت ہے، لیکن ہماری نسبت کفر آفت ہے۔ ۴۵؎ نور اور ضیاء ہم معنی ہیں۔ بعض مقام پر فرق بھی کرتے ہیں۔ ضیاء اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالذات ہو اور بالعرض کو نور کہتے ہیں۔ قرآن حکیم میں شمس کو ضیاء اور چاند کو نور بتایا گیا کیونکہ چاند کا نور سورج سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ مشہور ہے واللہ اعلم۔

یعنی تم ہر ذاتی اور عرضی، اندرونی و بیرونی روشنی کا منبع بن جاؤ گے۔ دعائے ماثورہ میں آتا ہے: اے اللہ میرے دل و جان، آنکھ، کان اور زبان میں نور بھر دے۔ میرے دائیں بائیں، اوپر نیچے اور آگے پیچھے نور ہی نور کر دے اور مجھے نور عطا فرما اور میرے لیے نور کو عظیم بنا دے اور مجھے سراپا نور بنا دے اور نور اللہ تعالیٰ و تقدس کا اسم گرامی ہے اس لیے مرد عارف یہ کہتا ہے:

؎ سراپا یم فدای سراپایت
میں سراپا تیرے سراپا کا فدا ہوں

وَحَدٌ وَمَرَدٌ يَنْتَهِيْ إِلَيْهِ سَيْرُ الْأَوْلِيَاءِ

اور یہی حد اور بازگشت ہے کہ جہاں جاکر اولیاء کرام کے سیر و سلوک کی انتہا ہوتی ہے

## ۳۶ مقام ولایت کی تفصیل اور حیاتِ انبیاء

عرفاء کہتے ہیں کہ سلوک جسے سیر الی اللہ کہتے ہیں کار تمام فنا کے ساتھ ہے اور ولایت کا دروازہ جب اس میں داخل ہوں تو ولایت کے شہر میں پہنچ جائیں وہ فنا ہی ہے اور یہی انتہا کا معنی ہے اور جو اس مقام پر پہنچ جائے وہ منتہی ہے اور سالک جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تو زیورِ کمال کے ساتھ آراستہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد بقا اور سیر فی اللہ کی ابتداء ہے اور اس مقام پر صفاتِ حق کی تجلیات کے ساتھ تربیت پاکر مرتبۂ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں پھر سیر من اللہ ہے کہ ناقصوں کی تکمیل کے لیے اس مقام سے سالکین نیچے آجاتے ہیں۔

قاصد از زیر آید از چرخ بلند
تا شکستہ پایگاں بر دے تنند

عاجزوں کو وابستہ کرنے کی خاطر قاصد چرخ بلند سے نیچے آتا ہے۔

اس کے بعد ایک اور سیر ہے جسے سیر الی اللہ کہتے ہیں جس میں مخلوق سے مطلق لاتعلقی ہے:

اِخْتَرْتُ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى ۔ کہ میں نے رفیق اعلیٰ کو اختیار کیا۔

اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اس سیر کے بعد سلسلہ ارشاد و تکمیل منقطع ہو جاتا ہے، لیکن بعض خاص کامل اولیاء کی طرف حیاتِ معنوی کے وجود کے ساتھ امداد و اعانت باقی ہے

تَدُمَاتَ قَوْمٌ وَهُمْ فِي النَّاسِ اَحْيَاءٌ ۔ کچھ لوگ دنیا سے

چلے جانے کے بعد بھی لوگوں میں زندہ ہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

جس کا دل عشق سے زندہ ہوگیا وہ ہرگز نہیں مرتا۔ صفحۂ ہستی پر ہماری جاودانی ثابت ہے۔

اربابِ طریقت اور اہلِ کشف کے نزدیک یہ امر تحقیق شدہ ہے اور شرعی قواعد و احکام کی کوئی چیز بھی ان کے خلاف نہیں ہے۔

دیگر مقالات پر تفصیلی کلام واقع ہوا ہے لیکن یہاں تنگی مقام کے پیش نظر اس پر اکتفاء ہے۔ یہ بات اولیاء کے بارے میں ہے، لیکن انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات حیاتِ حقیقی دنیاوی کے ساتھ زندہ اور باقی ہیں اور تصرف فرماتے ہیں۔ یہاں ان کی بات نہیں ہو رہی۔

| |
|---|
| وَهُوَ الْاِسْتِقَامَةُ الَّتِیْ طَلَبَهَا مَنْ تَقَدَّمَ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ وَالْاَبْدَالِ |
| عَلَیْهِمُ السَّلَامُ اَنْ یَّفْنُوْا عَنْ اِرَادَتِهِمْ وَتَتَبَدَّلَ بِاِرَادَةِ الْحَقِّ |
| عَزَّوَجَلَّ فَیُرِیْدُوْنَ بِاِرَادَةِ الْحَقِّ اَبَدًا اِلَی الْوَفَاتِ۔ |

اور[47] فنا وہی استقامت ہے جس کے پہلے اولیاء و ابدال رحمہم اللہ طالب رہے ہیں[48] کہ وہ اپنے ارادے سے فانی ہوجائیں اور اسی کی جگہ ارادۂ حق سے اور اس کے ساتھ باقی ہوجائیں تو وہ ہمیشہ فوت ہونے اور اس عالم سے جانے تک ارادۂ حق کا ساتھ چاہتے ہیں[49]۔

---

[47] مقام فنا کی تشریح اور تعریف فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ

[48] جو کہ صراطِ مستقیم پر چلنے والے ہیں اور الذین انعمت علیہم کے ساتھ ان کی طرف اشارہ ہے اور مغضوب علیہم وہ لوگ ہیں جو نفس اور خواہشاتِ نفس میں گرفتار دوری اور محرومی کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں اور الضالین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس راہ پر چلنے کا قصد کرتے ہیں اور اچانک نفس و شیطان کا وسوسہ اسے دائیں یا بائیں گرادیتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ صراط مستقیم پر چلنے اور اس پر دوام و ثبات کو استقامت کہتے ہیں جس کا نتیجہ اور مرجع و حاصل وہ فنا ہے۔

[49] کہ یہ احکام و اعمال کے جاری رہنے کی انتہا ہے اور احوال کن (کرو) مکن (نہ کرو) کا تعلق جہاں تک ہے۔

| |
|---|
| فَلِهٰذَا سُمُّوا الْاَبْدَالَ رضی فَذُنُوْبُ هٰؤُلَاءِ السَّادَاتِ اَنْ يُّشْرِكُوْا |
| اِرَادَةَ الْحَقِّ بِاِرَادَتِهِمْ وَعَلٰى وَجْهِ السَّهْوِ وَالنِّسْيَانِ وَغَلَبَةِ الْحَالِ |
| وَالدَّهْشَةِ فَيُدْرِكُهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِرَحْمَتِهٖ بِالتَّذْكِرَةِ |
| وَالْيَقْظَةِ فَيَرْجِعُوْا عَنْ ذٰلِكَ وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ۔ |

اسی لیے ان کا نام ابدال رکھا گیا ہے[۵۰] ان کے گناہ[۵۱] یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے ساتھ غفلت، غلبۂ حال اور دہشت و حیرت کی وجہ سے[۵۲] اپنے ارادے کو شریک کرنا تو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی اور لطف و کرم کے ساتھ انہیں پالیتا ہے اور بیدار و ہوشیار کر کے یاد کرا دیتا ہے[۵۳] تو وہ اس غفلت و فراموشی سے رجوع کرتے ہوئے اپنے رب کی بارگاہ میں مغفرت کے طالب ہو جاتے ہیں[۵۴]

---

[۵۰] (ابدال کی وجہ تسمیہ) کہ ان کے ارادہ ارادۂ حق سے تبدیل ہو چکے ہیں اور ابدال اس لیے بھی کہتے ہیں کہ دنیا ان سے خالی نہیں رہتی۔ اگر ایک چلا جاتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ آجاتا ہے اور بعض عرفاء نے ان کو ابدال کہنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ کبھی بدن کو اپنی جگہ چھوڑ کر خود کسی اور جگہ چلے جاتے ہیں۔ یا اپنا اصلی بدن یہاں چھوڑ کر وہ کسی بدن کے ساتھ کسی اور جگہ چلے جاتے ہیں۔

[۵۱] جب یہ لوگ اس مرتبہ علیا پر فائز ہیں تو لوگوں کے گناہ تو ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے منع کردہ کاموں کا ارتکاب مگر......

[۵۲] جب یہ لوگ مشاہدۂ حق کی وجہ سے سررشتہ گم کر دیتے ہیں اور اعتدال و استقامت کی رعایت نہیں رہتی۔

[۵۳] جیسا کہ آیہ کریمہ اس پر دلالت کرتی ہے :-

| | |
|---|---|
| اِنَّ الَّـذِیۡنَ اتقوا اذا مستهم طائفةٌ من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون. | بیشک جب پرہیزگاروں کو شیطانی گروہ چھوتا ہے تو انہیں (حق بات) یاد آجاتی ہے اور وہ انکھیارے ہو جاتے ہیں۔ |

۵۴ کہ انہوں نے اپنے ارادہ کو ارادۂ حق کے ساتھ شریک بنالیا تھا اگر سہو و نسیان کے ساتھ تھا۔

| |
|---|
| اِذْ لَا مَعْصُوْمَ عَنِ الْاِرَادَةِ اِلَّا الْمَلٰٓئِكَةُ عُصِمُوْا |
| عَنِ الْاِرَادَةِ وَالْاَنْبِيَآءُ عُصِمُوْا عَنِ الْهَوٰى |
| وَبَقِيَّةُ الْخَلْقِ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ الْمُكَلَّفِيْنَ لَمْ يُعْصَمُوْا |
| مِنْهُمَا غَيْرَ اَنَّ الْاَوْلِيَآءَ يُحْفَظُوْنَ عَنِ الْهَوٰى وَالْاَبْدَالَ |
| عَنِ الْاِرَادَةِ وَلَا يَعْصِمُوْنَ مِنْهُمَا عَلٰى مَعْنٰى اَنَّهٗ |
| يَجُوْزُ فِىْ حَقِّهِمُ الْمَيْلُ اِلَيْهِمَا فِى الْاَحْيَانِ۔ |

کیونکہ اپنے ارادہ و خواہش کو خدا کے ارادہ و خواہش کے ساتھ شریک ٹھہرانے میں فرشتوں کے سوا کوئی معصوم نہیں ہے کیونکہ انہیں ارادے سے بچالیا گیا ہے[۵۵] اور انبیاء کرام علیہم الصلوات خواہشِ نفس سے معصوم ہیں[۵۶] اور باقی جمیع[۵۷] مخلوق خواہ جن ہوں یا انسان ان دونوں (ارادہ و خواہش نفس)

۵۵ کیونکہ ان میں وجودِ بشریت اور لوازم بشریت ہی موجود نہیں ہیں۔
۵۶ اس جگہ فرشتوں کی انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت لازم نہیں آتی۔ کیونکہ فضیلت کا دارومدار یہاں کثرت ثواب پر ہے نہ کہ عصمتِ ذاتی اور جوہر کے مجرد ہونے پر۔ اس کی تحقیق اپنے مقام پر آئے گی۔

سے معصوم نہیں۔ مگر اتنی بات ہے کہ اولیاء خواہش نفس سے اور ابدال ارادہ سے محفوظ ہیں معصوم نہیں ہیں۔ اس معنیٰ کے اعتبار سے کہ اولیاء کرام کے حق میں خواہشِ نفس کی طرف اور ابدال کے حق میں اپنے ارادہ کی طرف بعض اوقات بطریق[58] غفلت و فراموشی غلبۂ حال اور دہشت و حیرت کے میلان جائز ہے۔

| ثُمَّ يَتَدَارَكُهُمُ اللّٰهُ بِالْيُقْظَةِ بِرَحْمَتِهٖ۔ |
|---|

پھر اللہ تعالیٰ انہیں ہوشیار و بیدار کرتے ہوئے اپنی رحمت سے پالیتا ہے۔[59]

---

[57] کہ جنہیں شریعت کے اوامر و نواہی کی تکلیف دی گئی ہے۔

[58] نہ کہ ذلت، معصیت اور ہفوت کے اسباب سے۔

[59] انہیں چھوڑ نہیں دیتا اور اس حال پر اصرار کرنے والے نہیں بننے دیتا۔

## عصمت و حفاظت میں فرق

عصمت و حفاظت میں فرق یہ ہے کہ عصمت کی صورت میں خطا و معصیت راہ نہیں پاتی اور حفاظت کی صورت میں خطا اگر ہو جائے تو قائم نہیں رہتی جلد ہی چلی جاتی ہے اور توبہ و استغفار اور رحمت پروردگار سے محو ہو جاتی ہے۔ یہی مراد ہے بزرگوں کے اس کلام سے کہ عصمت معصیت سے پہلے ہوتی ہے اور حفاظت معصیت کے بعد امر یہ کہ انبیاء معصوم ہیں اور اولیاء محفوظ ..... واللہ اعلم۔

# اَلْمَقَالَةُ السَّابِعَةُ

| |
|---|
| قَالَ رض اُخْرُجْ مِنْ نَفْسِكَ وَتَنَحَّ عَنْهَا وَانْعَزِلْ مِنْ مِّلْكِكَ |
| وَسَلِّمِ الْكُلَّ اِلَى اللّٰهِ فَكُنْ بَوَّابَهٗ عَلٰی بَابِ قَلْبِكَ۔ |

مقالہ ۷: دِلی غم سے نجات: حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خود کو نفس کی خواہش اور پیروی سے نکال کر یکسو ہو جاؤ اور اس کے پیچھے نہ چلو اور اپنے وجود کی مملکت سے بیگانہ ہو جاؤ[1]۔ اور ہر چیز اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دو[2] اور اللہ تعالیٰ تعالیٰ کی طرف سے دربان بن کر اپنے دل کے دروازے پر بیٹھ جاؤ[3]۔

---

[1] اور جس چیز میں تمہارا تصرف اور حکم چلتا ہے اس سے جدائی اختیار کرو۔ مِلک میم کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن مُلک میم کے ضمہ کے ساتھ زیادہ مناسب ہے۔

[2] تاکہ وہ جو چاہے کرے شرعی احکام و اوامر بجالاتے ہوئے اور احکام قہریہ کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے حکم اور امر کے تابع ہو جاؤ۔

[3] رو بر درِ دل بنشین کان دلبر خرگاہے
وقت سحرے آید یا نیم شبی باشد

وہ محبوب سحری کے وقت یا آدھی رات کے وقت جلوہ گر ہوگا اس لیے جاؤ اور دل کے دروازہ پر بیٹھ جاؤ۔

| |
|---|
| وَاَمْتَثِلْ اَمْرَهٗ فِیْ اِدْخَالِ مَنْ یَامُرُكَ |
| بِاِدْخَالِهٖ وَانْتَهِ بِنَهْیِهٖ فِیْ صَدِّ مَنْ یَامُرُكَ |
| بِصَدِّهٖ فَلَا تَدْخُلِ الْهَوٰی فِیْ قَلْبِكَ بَعْدَ اَنْ خَرَجَ |
| مِنْهُ فَاِخْرَاجُ الْهَوٰی عَنِ الْقَلْبِ بِمُخَالَفَتِهٖ وَتَرْكِ |
| مُتَابَعَتِهٖ فِیْ الْاَحْوَالِ كُلِّهَا وَاِدْخَالُهٗ فِی الْقَلْبِ |
| بِمُتَابَعَتِهٖ وَمُوَافَقَتِهٖ فَلَا تُرِدْ اِرَادَةً غَیْرَ اِرَادَتِهٖ۔ |

اور جس چیز کو دل میں داخل کرنے کا حکم دے اس کو دل میں جگہ دے کر امر حق کی پیروی کرو[1] اور جس چیز کو دل میں داخل کرنے سے منع فرمادے اسے دل میں داخل کرنے سے رُک جاؤ[2] جب خواہش تمہارے دل سے[3] نکل چکی ہے تو اسے دل میں داخل نہ ہونے دو۔ خواہش کو دل سے ہر حال میں اس کی مخالفت اور ترک متابعت کے ذریعے ہی نکالا جا سکتا ہے اور اسے دل میں داخل کرنے کا ذریعہ خواہش کی پیروی اور متابعت ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ کے ارادے کے سوا کوئی ارادہ نہ کرو[4]۔ اس کے

---

[1] اگرچہ یہ بھی کہا ہے:

مبر اُمید کہ عمرم بشد و یار نیامد
کہ گہہ آید وی میگہ نہ ہمہ در سحر آید

یہ خیال نہ کرنا کہ عمر یونہی گذر گئی اور محبوب نہیں آیا وہ وقت و بے وقت آ سکتا ہے سحری کے وقت کوئی ضروری نہیں۔

[2] یعنی ہمیشہ دل کا دربان اور وقت کا پاسبان رہنا چاہیے۔

[3] یعنی اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء کرام اور اوامر و نواہی کا ذکر

| |
|---|
| وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنْكَ تَمَنٍّ وَهُوَ وَادِي الْحُمَقَاءِ |
| وَفِيْهِ حَتْفُكَ وَهَلَاكُكَ وَسُقُوْطُكَ مِنْ عَيْنِهٖ |
| وَحِجَابُكَ عَنْهُ اَحْفِظْ اَبَدًا اَمْرَهٗ وَانْتَهِ اَبَدًا |
| نَهْيَهٗ وَسَلِّمْ اَبَدًا اِلَيْهِ مَقْدُوْرَهٗ وَلَا تُشْرِكْ |
| بِشَيْءٍ مِّنْ خَلْقِهٖ فَاِرَادَتُكَ وَهَوَاكَ |
| وَشَهَوَاتُكَ كُلُّهَا خَلْقُهٗ |

علاوہ تیری آرزو ہے اور یہ بے عقلوں اور احمقوں کی وادی ہے[5] اس میں پڑنا تمہاری ظاہری و باطنی موت و ہلاکت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت سے گرنے کا سبب اور اس کے مشاہدہ و معرفت سے حجاب (پردہ) ہے[6] ہمیشہ اس کے امر کی پیروی اور نہی سے اجتناب کرو اور اس کی تقدیر اس کے سپرد کر دو[11]۔ اس کی مخلوق میں سے کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ تمہارا ارادہ خواہش اور آرزوئیں سب اس کی مخلوق ہیں لہٰذا تم ارادہ

---

[5] یعنی گناہ اور لایعنی باتوں کا خیال اور اللہ تعالیٰ اور اس کے تعلق والوں کے غیر کا ذکر جیسا کہ بادشاہ دربان کو دروازے پر بٹھاتا ہے اور جس کے اندر آنے کی اجازت دیتا ہے اسے آنے دیتا ہے اور جس کی اجازت نہیں ہوتی اسے داخل نہیں ہونے دیتا۔

[6] ایمان، توبہ اور انابت کے ذریعے۔ کیونکہ توبہ کے بعد گناہ میں گرنا سخت تر اور زیادہ نقصان دہ ہے چنانچہ کہتے ہیں:

النکسة اشد من المرض کہ مرض کا لوٹ آنا مرض لگنے سے

زیادہ سخت ہے۔

ے۔ کیونکہ وہ جو چاہتا ہے اور تقدیر کرتا ہے وہی ہوتا ہے۔

۸۔ نفس کی خواہش اور آرزو باطل وبے اثر ہے۔

۹۔ جو نفس کی وادی سے حیران و سرگرداں پھرتے ہیں۔

۱۰۔ لہٰذا اس کی تقدیر اور ارادہ پر راضی رہنا چاہیے اور اس کے ارادے کے خلاف نہ کچھ کرنا چاہیے نہ ہی سوچنا اور نہ ہی امید رکھنی چاہیے اس کے باوجود امر ونہی کے دائرہ سے باہر نہیں نکلو گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح قضا وقدر کو بنایا ہے اسی طرح امر ونہی کو بھی بنایا ہے جیسا کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ آگے فرماتے ہیں:

۱۱۔ دین اسلام کا خلاصہ یہ تین چیزیں ہی ہیں (۱) حکم الٰہی کی پیروی (۲) اس کی منع کردہ چیز سے رُکنا (۳) رضا بقضائے الٰہی جیسا کہ اس فتوح الغیب کے پہلے مقالے میں فرمایا ہے کہ ہر مومن کے لیے ہر حال میں تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے:

(۱) امر کی پیروی (۲) منہی عنہ سے پرہیز کرے (۳) اور قدر پر راضی رہے۔

| |
|---|
| فَلَا تُرِدُوَلَا تَهْوِوَلَا تَشْتَهِ لِئَلَّا تَكُوْنَ مُشْرِكًا |
| قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ الِقَاءَ رَبِّهٖ |
| فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا |
| لَيْسَ الشِّرْكُ عِبَادَةَ الْاَصْنَامِ فَحَسْبُ بَلْ هُوَ مُتَابَعَتُكَ |
| لِهَوَاكَ وَاَنْ تَخْتَارَ مَعَ رَبِّكَ عَزَّوَجَلَّ شَيْئًا سِوَاهُ مِنَ الدُّنْيَا |
| وَمَا فِيْهَا وَالْاٰخِرَةَ وَمَا فِيْهَا۔ |

اور خواہش نہ کرو اور کسی چیز کی آرزو نہ کرو تاکہ تم شرک کرنے والے نہ بنو[12]
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جسے اپنے رب سے ملنے کی اُمید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور ربّ کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے (پ ۱۸ س ۱۸ آیت ۱۱۰)

شرک صرف بتوں کی پوجا ہی نہیں ہے اور اپنی خواہش کی پیروی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے ماسوا دنیا اور اس کی اشیا آخرت اور اس کی اشیا کو اختیار کرنا بھی شرک ہے۔

---

[12] شرک خفی نہ کر سکو، لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور سوال ارادہ و خواہش کے قبیل سے نہیں ہے بلکہ یہ تو عبودیت ہے کہ بندہ امرالٰہی کی پیروی کا قصد کرتے ہوئے بجالاتا ہے جیسا کہ وقت آنے پر نماز مامور بہ ہے دعا بھی وبا کے اُترنے یا نہ اترنے کے خوف کے سبب مامور بہ ہے ہاں نماز فرض ہے اور دُعا فرض نہیں ہے اور دُعا بھی اگر بطریق خواہش نفس تعمیل بشری ہو گی تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حاصل کلام۔ اگر ارادۂ عبد ارادۂ حق کے مطابق ہو جائے اور بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادہ کے پیش نظر ارادہ کرے تو وہ درحقیقت ارادہ نہیں ہے وہی حیثیت

| |
|---|
| فَمَا سِوَاہُ عَزَّ وَجَلَّ غَیْرُہٗ فَاِذَا کُنْتَ اِلٰی |
| غَیْرِہٖ فَقَدْ اَشْرَکْتَ بِہٖ عَزَّ وَجَلَّ غَیْرَہٗ۔ |

اور جو چیز خدا نہیں اور خدا کے لیے بھی نہیں وہ اللہ تعالیٰ کا غیر ہے ۱۳ جب تم غیر کی طرف میلان کرو گے اور اس سے سکون و آرام حاصل کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراؤ گے ۱۳

---

(انتقالِ امر) پیش نظر رہنی چاہیے نہ کہ یہ

دوست دارم خویشتن را نہ از برائے خویشتن

بلکہ بہر آنکہ دلبر دوست میدارد مرا

میرا محبوب مجھ سے محبت رکھتا ہے اس لیے مجھے بھی اپنے آپ سے لگاؤ ہے ورنہ نہیں۔

اور استغراق و اضمحلال (نابود ہونا) اور چیز ہے جس میں شعور اور ادراک نہیں رہتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**۱۳ قُربِ خدا کی تحقیق** شیخ کامل عالم، عارف باللہ، امام علی متقی شاذلی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ "تبیین الطرق" میں فرماتے ہیں غیر اللہ سے سالک کی دوری اللہ تعالیٰ کا قرب ہے۔ غیر اللہ سے قطع تعلق وصل باللہ ہے۔ غیر منهی عنہ اور مُباح میں منحصر ہے۔ تمام مخلوق، زمین و آسمان، دریا و بیابان، شجر و حجر اور اسبابِ معیشت اور اس کے متعلق علوم میں اشتغال مباح میں داخل ہے لہذا سالک کا منہیات کے بعد مباحات کے چھوڑے بغیر قرب ناقص قرار پائے گا اور مباحات کے ذھول سے قرب تام ہوگا، تو سالک جس قدر غیر سے بعید اور منقطع

| |
|---|
| فَاحْذَرُوا لَا تَرْكُنْ وَخَفْ وَلَا تَأْمَنْ فَتِّشْ وَلَا تَغْفَلْ |
| فَتَطْمَئِنَّ وَلَا تَنْسُبْ إِلَىٰ نَفْسِكَ حَالًا وَلَا مَقَامًا وَلَا تَدَّعِ |
| شَيْئًا مِّنْ ذَٰلِكَ فَإِنْ أُعْطِيتَ حَالًا وَأُقِمْتَ فِي مَقَامٍ |
| فَلَا تُخْبِرْ أَحَدًا شَيْئًا مِّنْ ذَٰلِكَ فَإِنَّ اللّٰهَ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ |
| فِي تَغْيِيرٍ وَّتَبْدِيلٍ وَإِنَّهُ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ ۔ |

تجھے غیر حق سے پرہیز کرنا چاہیے سکون نہیں پکڑنا چاہیے ڈرنا چاہیے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔ اپنے حال کی تحقیق کرو[13] ماسوائے اطمینان حاصل کرنے کیلئے غافل و بے خبر نہ ہو[14] اپنے نفس کی طرف کسی حاصل شدہ حال اور مقام کی طرف نسبت نہ کرو اور نہ ہی اس کا دعویٰ کرو[15] اگر تجھے ایک حال بخشا جائے اور ایک مقام میں اقامت عطا کی جائے تو کسی کو اس کی خبر نہیں دینی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر دن[17] تغیر و تبدل کرنے کے اعتبار سے ایک نئی شان میں ہے مردہ بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل اور پردہ بن جاتا ہے[18]

---

ہوگا اسی قدر حق کے قریب اور واصل ہوگا۔

قرب نے بالا و پستی رفتن است
قربِ حق از جنس ہستی رستن است

یعنی اپنی ہستی سے چھٹکارا پانا ہی قربِ حق ہے نہ کہ بالا و پستی کی سیر۔

[13] غیر حق یک ذرہ کل مقصود تست ؎ تیغ لا برکش کہ آن معبود تست
غیرِ حق ایک ذرہ بھی تمہارا مقصود ہو تو اس پر لا کی تلوار چلا دو کیونکہ وہ تمہارا معبود ہے۔

[14] تاکہ اپنے اندر شرک کی باریکیوں اور مخفی باتوں کو دیکھ اور سمجھ سکو۔

شاید کہ جس حال و مقام کی تونے اطلاع دی ہے اسے زائل کر دے اور جس بقا و ثبات کا خیال کرتا تھا اس کو تبدیل کر دے تو تم نے جس کو اطلاع دی ہو اس کے سامنے شرمندہ ہو گے [۱۹] اسے اپنے باطن میں محفوظ رکھو اور غیر کو مطلع نہ کرو اگر دوام و بقا حاصل ہو تو اسے عطاءِ الٰہی سمجھتے ہوئے توفیقِ شکر اور زیادتیٔ نعمت کا سوال کرو۔

---

[۱۵] یہ ماسوائے آرام و سکون دنیا کی متمنیات و شہوات اور اس کے مطالب و مقاصد میں ہوتا ہے بلکہ سلوک و قرب کے احوال و مقامات کو بھی شامل ہے جیسا کہ حضرت رضی اللہ عنہ خود آگے فرما رہے ہیں :

[۱۶] کلام تو یہی بتاتا ہے کہ سکون و اطمینان کی اپنی طرف نسبت اور احوال و مقامات کا دعویٰ اور اغیار کو اطلاع و اخبار سے مخالفت مقامِ فنا اور ترک ارادہ و خواہش کے منافی ہونے کی وجہ سے ہے مگر آئندہ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و تعریف ، تغیر و تبدیل اور بندے کے احوال و مقامات کا مراقبہ و ملاحظہ کرنے والے طریقِ کمال کے سالک کو وصیت ہے تاکہ وہ دوسرے احوال کے وارد ہونے کے وقت شرمندہ اور جھوٹا نہ ہو۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ آگے فرماتے ہیں :

[۱۷] مخلوقات کے احوال و مقامات اور کائنات کے محو و اثبات میں۔

[۱۸] وہ ہمتوں کو منسخ کرنے اور ارادوں کو توڑنے ، مطالب کو تبدیل اور مقاصد کو بعید کرنے میں مالک و متصرف ہے۔

فَيَزِيلُكَ عَمَّا اَخبَرتَ بِهٖ وَيُغَيِّرُكَ عَمَّا تَخَيَّلتَ
ثَبَاتَهٗ وَبَقَائَهٗ فَتَخجِلُ عِندَ مَن اَخبَرتَهٗ بِذٰلِكَ
بَل اَحفِظ ذٰلِكَ فِيكَ وَلَا تَعَدُّهٗ اِلٰى غَيرِكَ
فَاِن كَانَ الثَّبَاتُ وَالبَقَاءُ فَتَعلَمُ اَنَّهٗ
مَوهِبَةٌ وَتَسئَلُ تَوفِيقَ الشُّكرِ وَاستِزَادَتِهٖ
وَاِن كَانَ غَيرُ ذٰلِكَ كَانَ فِيهِ زِيَادَةُ عِلمٍ
وَمَعرِفَةٍ وَنُورٍ وَتَيَقُّظٍ وَتَادِيبٍ۔

اور اگر دوام حاصل نہ ہو[20] تو اس میں علم و معرفت[21]، نور و بیداری[22] اور تادیب[23] کا اضافہ ہوگا۔

---

[19] اور اس حال و مقام میں دوام و بقاء کے دعویٰ میں کذب لازم آئے گا اللہ تعالیٰ کے قہر و عظمت اور احوالِ بندگان میں تغیر و تبدیل سے بے خوفی کی وجہ سے خسارہ و رسوائی حاصل ہوگی۔

[20] کہ اس حال و مقام کو فنا و زوال آجائے۔

[21] صفاتِ حق کی تصریف، تغیر و تبدیل افناء و اعدام، غلبہ و جلال اور دیگر صفاتِ قہریہ کی معرفت میں اضافہ ہوگا۔

[22] جو کہ علوم و معرفت کو لازم ہے۔

[23] تاکہ اس حال کے تغیر و تبدل پر تمام احوال و اوضاع کو قیاس و استدلال کرتے ہوئے عبرت حاصل ہو۔

[24] تاکہ مولیٰ کریم کی سیاست سے بندہ اپنے حال پر مغرور، اس کی قدرت سے غافل اور خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ رہے۔ نور اور تیقظ کی زیادتی کا ذکر اس

لیے فرمایا کہ بندۂ مومن اصل صفات سے خالی نہیں ہوتا اور اس حال کا ورود نمو اور زیادتی کا باعث ہوگا یا زیادتی ثبات و بقا کی نسبت ہوگی کیونکہ لطف اور صفات لطیفہ کی تجلی میں غفلت، اس میں انہماک نفس و راحت اور آسائش میں مشغولیت کا احتمال ہوتا ہے بخلاف قہر اور صفات قہریہ کی تجلیات۔ ورود میں ماسوا سے جبلی تنہائی، تجرد اور حق تعالیٰ کی طرف توجہ بہت زیادہ اور قوی رہتی ہے اگرچہ تعرُّف (حصولِ معرفت) دونوں حالتوں میں موجود ہے۔ درحقیقت لطف و قہر کے وارد کرنے سے مقصودِ الٰہی بندے کو اپنی شناسائی اور معرفت عطا کرتا ہے۔

علم و معرفت نور و تیقظ اور تادیب کی زیادتی سے مقصود یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بندے کو آگاہی اور یقین حاصل ہو جائے کہ پہلے حال کے فناء و زوال سے مقصود اصلی تربیت و تادیب ہے نہ کہ قہر و غضب لہذا وہ نا اُمید نہ ہو کیونکہ وہی حال لوٹ آئے گا یا اس سے بہتر عطا فرما دیں گے۔ لہذا حال و مقام کے ثبات و دوام میں بے خوف نہیں رہنا چاہیے اور زوال و فنا میں نا اُمید نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ حضرت رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے (پ ۱ س ۲ آیت ۱۰۶)

---

۲۵ کہ جب وہ منسوخ کر سکتا ہے تو بے خوفی کیسی اور جب وہ اس کی مثل یا اس سے بہتر لا سکتا ہے تو ناامیدی کیونکر

سہ (۱) ناامیدی بر ارباب طریقت کفر
گر درے بستہ شد اے دل دگرے بکشایند

(۲) ہلہ نومید نہ باشی گرت آں یار براند
گرت امروز براند کہ نہ فردات بخواند

(۳) گہہ بلطفم مینوازد گہہ بنازم میکشد
زندہ میسازد مرا آں شوخ بازم میکشد

(۱) اہل طریقت پر ناامیدی کفر ہے اگر ایک دروازہ بند ہو جائے تو دوسرا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

(۲) اگر محبوب تجھے دُور کرے تو ہر گز مایوس نہ ہونا۔ اگر آج دُور کرتا ہے تو کل کو بُلائے گا۔

(۳) کبھی وہ محبوب مہربانی سے نوازتا ہے اور کبھی ناز سے قتل کرتا ہے دل لگی کرتے ہوئے پہلے زندہ کرتا ہے اور پھر قتل کر دیتا ہے۔

| |
|---|
| فَلَا تُعْجِزِ اللّٰهَ فِیْ قُدْرَتِهٖ وَلَا تَتَّهِمْهُ فِیْ تَقْدِیْرِهٖ |
| وَتَدْبِیْرِهٖ وَلَا تُشَكَّ فِیْ وَعْدِهٖ فَلْیَكُنْ لَّكَ فِیْ |
| رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ نُسِخَتِ الْاٰیَاتُ وَالسُّوَرُ النَّازِلَةُ |
| عَلَیْهِ الْمَعْمُوْلَةُ بِهَا الْمَقْرُوْءَةُ فِی الْمَحَارِیْبِ الْمَكْتُوْبَةُ |
| فِی الْمَصَاحِفِ وَرُفِعَتْ ۔ |

پس تم اللہ تعالیٰ کو اس کی قدرت کے معاملہ میں عاجز نہ جانو[26] اس پر تقدیر اور تدبیر کے معاملہ میں تہمت نہ لگاؤ[27] اور اس کے وعدہ کی سچائی میں شک نہ کرو[28] تو تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں بہترین عادت ہونی چاہیے[29]۔ آپ پر نازل شدہ آیات و سُوَر، منسوخ کی گئیں جن پر عمل ہوتا رہا۔ محرابوں میں پڑھی گئیں اور صحیفوں میں لکھی گئیں ان کو اُٹھا لیا گیا۔

---

[26] تاکہ یہ کہو وہ پہلے حال اور مقام کی بازگشت پر قادر نہیں بلکہ وہ تو ہر چیز کے لے جانے اور لے آنے پر قادر ہے۔

[27] یہ گمان کر بیٹھو کہ اس حال کے لانے اور لے جانے میں خطا اور غلطی ہو گئی ہو۔ تدبیر کا معنی ہے انجام کار پر نگاہ رکھنا اور تقدیر سے مراد ہے کہ بندے پر حکم کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اندازہ کرنا۔

؎ یارم نکند غلط شماری کہ کند
جوری نہ کند در اختیاری کہ کند

وہ جو کرتا ہے ظلم (نہیں کرتا) میرا دوست (معبود حقیقی) شمار و تقدیر میں غلطی نہیں کرتا کہ اسے اختیار ہے کہ وہ کرے وہ جو کرتا ہے ظلم (نہیں کرتا)۔

[28] جو اس نے دشواری کو آسان تنگی کو دُور غم سے نجات اور عفت رفتہ

کی بازآوری کا کر رکھا ہے ۔

۲۹؎ کہ جس کی اقتداء و متابعت کی جائے۔

| |
|---|
| وَبُدِّلَتْ وَاُثْبِتَتْ غَيْرُهَا مَكَانَهَا وَنُقِلَ اِلٰى غَيْرِهَا هٰذَا فِىْ |
| ظَاهِرِ الشَّرْعِ اَمَّا فِى الْبَاطِنِ وَالْعِلْمِ وَالْحَالِ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ |
| اللّٰهِ فَكَانَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِىْ فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ |
| فِىْ كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً وَيُرْوٰى مِائَةَ مَرَّةً |

اور تبدیل کر دیا گیا ان کی جگہ دیگر آیات و سور لائی گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری آیات کی طرف پھیر اگیا [۳۰] یہ ظاہر شرع میں ہے [۳۱]

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن میں، باطن سے متعلق علم میں اور آپ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حال میں تغیر و تبدل کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بیشک میرے دل پر پردہ کر دیا جاتا ہے اور وہ پوشیدہ ہو جاتا ہے [۳۲] تو میں ہر روز ستر بار، ایک روایت کے مطابق سو بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار کرتا ہوں [۳۳]

---

۳۰؎ باوجود اس قدر ثبات و قرار کے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ ہے تو آپ کے متبعین اور پیروکاروں کو بھی یہی توقع اور ترقب چاہیے کہ وہ کسی حال کو لے آئے اور کسی کو لے جائے ۔

۳۱؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں آیات کے نسخ رفع و تبدیل اور ان کی جگہ دیگر آیات کے اثبات سے تغیر و تبدل ظاہر دین و شریعت میں ہے کیونکہ احکام آیات قرآنی کے ساتھ مربوط و وابستہ ہیں اور آپ کی ذات مقدسہ میں

احوال کی تبدیلی بھی ہوتی تھی جیساکہ آگے فرما رہے ہیں :

۳۲ غین اس باریک بادل کو کہتے ہیں جو آفتاب کو ڈھانپ لیتا ہے۔

۳۳ دل کا پوشیدہ ہونا احوال کے تغیر و تبدل سے کنایہ ہے اور استغفار بھی اس جہت سے تھی۔

اس لیے آگے فرما رہے ہیں :

كَانَ يُنْقَلُ ۔ آپ کو منتقل کیا جاتا تھا۔

| |
|---|
| يُنْقَلُ مِنْ حَالَةٍ اِلٰى اُخْرٰى فَتَبَدَّلُ بِحَالَةٍ اُخْرٰى |
| وَيُسْرٰى بِهٖ فِيْ مَنَازِلِ الْقُرْبِ وَمَيَادِيْنِ الْغَيْبِ وَيُغَيَّرُ |
| عَلَيْهِ خِلَعُ الْاَنْوَارِ فَتَبَيَّنَ الْحَالَةُ الْاُوْلٰى عِنْدَ مَا يَلِيْهَا |
| ظُلْمَةً وَنُقْصَانًا وَمِنْهُ تَقْصِيْرًا فِيْ حِفْظِ الْحُدُوْدِ۔ |

آپ کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کیا جاتا (بعض نسخوں میں ہے، ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تبدیل کیا جاتا اور قرب کی منزلوں اور غیب کے میدانوں کی سیر کرائی جاتی[۳۴] اور آپ کو لباسہائے نورانی بدل بدل کر زیبِ تن کرائے جاتے[۳۵] تو دوسری ساتھ والی حالت کے ظاہر ہونے پر پہلی حالت بمنزلۂ تاریکی و نقصان کے نظر آتی[۳۶] اور اس پہلی حالت حدود و آداب کی نگاہداشت میں بمنزلۂ تقصیر و کوتاہی کے نظر آتی[۳۷]

---

۳۴ غیب سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور دوسرے عالم ہیں جو سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتے۔

۳۵ اس سے مراد وہ تجلیات اور مکاشفات ہیں جو آپ کے قلب شریف کا

احاطہ کر لیتے ہیں جیسا کہ لباس جسم ڈھانپ لیتا ہے اس لیے بعض صوفیاء کرام نے کہا ہے کہ ھٰذَا غَیْنُ الْاَنْوَارِ لَاغَیْنُ الْاَغْیَارِ کہ یہ انوار کا پردہ ہے اغیار کا نہیں۔ درحقیقت انوارِ صفات جو کہ ذات کے لیے پردہ ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر مکشوف ہوتے تھے۔

۳۶ کیونکہ دوسری حالت کی نورانیت انتہائی قوی اور شدید ہوتی

۳۷ کیونکہ پہلی حالت میں توقف آپ کے علو مقام و مرتبہ کے اعتبار سے تقصیر ہے اس لیے آپ ہر حالت میں دائمی ترقی میں رہتے اور انوار و تجلیات کا ایک دوسرے سے بڑھ کر ورود رہتا۔ جب آپ اوپر والی تجلی میں جلوہ گر ہوتے تو نیچے والی تجلی دیکھ کر استغفار کرتے۔ نیز تجلیاتِ الٰہیہ کی حد و انتہاء نہیں اس لیے آپ کی ترقیات کا بھی کوئی کنارہ نہیں اور یہ ترقی فقط اس جہان کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ابدالآباد تک جاری و ساری رہے گی۔

مرا کمال محبت ترا کمالِ جمال
دمے مباد کہ نقصان پذیر ایں دو کمال

مجھ میں کمال محبت ہے اور آپ میں کمالِ جمال، خدا کرے ان دونوں کمالوں میں ایک لمحہ کے لیے بھی نقصان واقع نہ ہو۔

محققین عرفاء نے اس حدیث کی یہی توجیہ فرمائی ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ غین سے مراد وہ انتہائی لطیف پردہ ہے جو دین و ملت کی مہمات کے اہتمام اور کثرت ازدحام کے باعث بشری تقاضے کے مطابق ایک پل بھر کے لیے نظر شہود کے سامنے آجاتا تو ساتھ والی آن میں ظہورِ ذات کے ذکر اور نور وحدت میں اشتغال اضمحلال پذیر ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت کے طاری ہونے اور حالت کے عارض ہونے سے استغفار فرماتے

ہیں کیونکہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کے نزدیک سیئات کا درجہ رکھتی ہیں۔

ہم نے اپنے رسالہ مرج البحرین میں مزید تفصیل کے ساتھ اس مقام کو بیان کیا ہے وہاں دیکھنا چاہیے کہ کیسا کہا گیا ہے۔

| |
|---|
| فَیُلَقَّنُ الْاِسْتِغْفَارَ لِاَنَّهُ اَحْسَنُ حَالِ الْعَبْدِ وَالتَّوْبَةُ |
| فِیْ سَائِرِ الْاَحْوَالِ لِاَنَّ فِیْهِ اِعْتِرَافًا بِذَنْبِهٖ وَقُصُوْرِهٖ |

تو آپ کو استغفار کی تلقین کی جاتی ہے[۳۸] کیونکہ استغفار احوالِ بندہ سے بہترین حال ہے اسی طرح ہر وقت توبہ کرتے رہنا[۳۹] کیونکہ اس میں اپنے گناہ اور قصور کا اعتراف ہوتا ہے۔

---

[۳۸] استغفار اگرچہ بظاہر وقوع خطا و معصیت پر مبنی ہے لیکن یہاں اس وجہ سے نہیں تھا بلکہ

[۳۹] اگرچہ گناہ نہ کیا پھر بھی ہر وقت توبہ کرتے رہنا بہتر ہے۔

| |
|---|
| وَهُمَا صِفَتَا الْعَبْدِ فِیْ سَائِرِ الْاَحْوَالِ فَهُمَا وِرَاثَۃٌ |
| مِنْ اَبِی الْبَشَرِ اٰدَمَ الْمُصْطَفٰی حِیْنَ اِعْتَوَرَتْ صَفَاءَ |
| حَالِہٖ ظُلْمَۃُ النِّسْیَانِ لِلْعَھْدِ وَالْمِیْثَاقِ وَاِرَادَۃُ |
| الْخُلُوْدِ فِیْ دَارِ السَّلَامِ وَمُجَاوَرَۃِ الْحَبِیْبِ الرَّحْمَانِ |
| الْمَنَّانِ وَدُخُوْلِ الْمَلٰئِکَۃِ الْکِرَامِ عَلَیْہِ بِالتَّحِیَّۃِ وَالسَّلَامِ |

اور یہ دونوں بندے کی صفتیں ہیں اور ہر حال میں حالِ عبودیت کے لائق ہیں[40]۔
اور یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی وراثت ہیں جب آپ کے حال کی صفائی کو اللہ تعالیٰ کے عہد و میثاق کے نسیان کی ظلمت، دار السلام جنّت میں ہمیشگی، اللہ مہربان، نعمت دہندہ حبیب کی مجاورت اور ملائکہ کرام کا تعظیم و تکریم، سلام[41] عرض کرنے کے لیے حاضری کے ارادے نے مکدّر کر دیا[42]۔

---

[40] خواہ گناہ ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کمالِ عزت و عظمت کے پیش نظر بندہ شائبۂ تقصیر سے خالی نہیں رہ سکتا۔

مَاعَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ۔ کہ ہم نے تیری عبادت نہیں کی جیسا کہ تیری عبادت کا حق ہے۔

دیدم کہ خاطرش من آزار میکشد
کردم از و قبول گناہ نبودہ را

مَیں نے دیکھا کہ محبوب کا دل میری طرف سے تکلیف محسوس کرتا ہے تو مَیں نے ناکردہ گناہ بھی تسلیم کر لیا۔

جیسا کہ مغفرتِ ذنوب مرتبۂ ربوبیت کے لائق ہے اور بندے کو مشرف کرنے

| |
|---|
| فَوُجِدَتْ هُنَاكَ هَوَاءُ نَفْسِهٖ وَمُشَارَكَةُ اِرَادَتِهٖ لِاِرَادَةِ الْحَقِّ |
| فَانْكَسَرَتْ لِذٰلِكَ تِلْكَ الْاِرَادَةُ وَزَالَتْ تِلْكَ الْحَالَةُ |
| وَانْعَزَلَتْ تِلْكَ الْوِلَايَةُ فَانْهَبَطَتْ تِلْكَ الْمَنْزِلَةُ وَاظْلَمَتْ |
| تِلْكَ الْاَنْوَارُ وَتَكَدَّرَ ذٰلِكَ الصَّفَا۔ |

پس یہاں ہوائے نفس اور ارادۂ الٰہی کے ساتھ اپنے ارادے کی مشارکت پائی گئی[43] اس لیے آدم علیہ السلام کا ارادہ ٹوٹ گیا اور اس تیرگی کی وجہ سے پہلی صفائی اور حالت زائل ہو گئی اور ولایت دور ہو گئی تو بارگاہِ ربّ العزت میں سابقہ منزلت و مرتبت جاتی رہی اور یہ انوار تاریک اور صفائی وقت مکدر ہو گئی[44]

---

کے لیے عنایت۔ گو گناہ درمیان میں نہ ہو۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے
مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (ش ۲ آیت ۲) تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

[41] جیسا کہ بہشت میں ہوتا ہے۔

[42] یہ ابلیس ملعون کے قول کی طرف اشارہ ہے کہ اس نے کہا کہ اے آدم اگر اس درخت سے کھا لوگے تو ہمیشہ کے لیے جنت میں رہو گے اس سے ہرگز نکالے نہیں جاؤ گے، تو آدم علیہ السلام نے اس کی رغبت کرتے ہوئے کھا لیا۔

[43] کیونکہ ارادۂ الٰہی ازلی یہی تھا کہ آپ بہشت میں نہ رہیں بلکہ زمین پر جائیں تاکہ توالد و تناسل کا سلسلہ وجود میں آئے اور دیگر ان گنت فوائد اس پر مترتب ہوں۔

[44] یعنی اس حالت کا زوال، مرتبہ وانحطاط اور عروض کدورت یہ سب نفسانی خواہش اور ارادہ پیدا ہونے کی وجہ سے تھا نہ کہ محض خطا و معصیت کے ظاہر ہونے سے۔ ظاہر یہی ہے کہ آپ اس وقت بھی نبی تھے اور انبیاء کرام معزول نہیں ہوتے۔ یا

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس جگہ معزولی سے مراد لباس نبوّت کا اترنا نہیں بلکہ آپ کے علو مرتبہ و منزلت اور صفاء وقت کا نقصان پذیر ہونا ہے جیسا کہ کلام صراحت کے ساتھ اس کی طرف مُشْعِر ہے۔

**اعتراض :** خلود جنت اور حق تعالیٰ کی مجاورت کا ارادہ تو محمود ہے تو مذموم کس بنا پر ہوگا ؟

**جواب :** ارادہ مجاورت اور خلود جنت فی نفسہ محمود ہے مگر جب درخت سے کھانے سے منع کر دیا گیا تو خلود جنت کا ارادہ اس پر مرتب ہونے کی وجہ سے مذموم اور قبیح ہوگا۔ جب آدم علیہ السلام اس ارادہ کی بنا پر اپنے مرتبہ علیا سے نیچے چلے آئے مگر آپ کے اصطفاء و اجتباء کا تقدیر الٰہی میں فیصلہ ہو چکا تھا اس لیے توبہ و استغفار کی توفیق بخش کر پھر سے توبہ اور بزرگی کا تاج آپ کے سر پر رکھ دیا گیا۔ اور درست و صواب راہ کی طرف راہنمائی فرمائی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ہلاکت معصیت میں نہیں بلکہ توبہ چھوڑنے میں ہے جیسا کہ حضرت رضی اللہ عنہ آگے فرما رہے ہیں :

| |
|---|
| ثُمَّ نَبَّهَهُ وَذَكَّرَ صَفِيَّ الرَّحْمٰنِ فَعَرَفَ الْاِعْتِرَافَ |
| بِالذَّنْبِ وَالنِّسْيَانِ وَلُقِّنَ الْاِقْرَارَ بِالْقُصُوْرِ وَالنُّقْصَانِ |
| فَقَالَ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ |
| تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ. |

پھر اس مہربان خدا کے برگزیدہ کو تنبیہہ و تذکیر کی گئی اس کے ذنب و نسیان سے شناسا کر کے نگاہ ہدایت امر الٰہی میں تقصیر اور اپنے نقصان حال کے اقرار کی تعلیم و تلقین کی گئی تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا "اے ہمارے رب ہم نے اپنا برا کیا (اور تیرے حق میں کوتاہی کی) تو اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں سے ہوئے۔ تو آپ کے پاس

| |
|---|
| فَجَاءَتْهُ اَنْوَارُ الْهِدَايَةِ وَعُلُوْمُ التَّوْبَةِ وَمَعَارِفُهَا |
| وَالْمَصَالِحُ الْمَدْفُوْنَةُ فِيْهَا مَا كَانَ غَائِبًا مِّنْ |
| قَبْلُ فَلَمْ تَظْهَرْ اِلَّا بِهَا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ |
| لِيَتُوْبُوْا فَبُدِّلَتْ تِلْكَ الْاِرَادَةُ بِغَيْرِهَا وَالْحَالَةُ |
| الْاُوْلٰى بِاُخْرٰى وَجَاءَتْهُ الْوِلَايَةُ الْكُبْرٰى وَالسُّكُوْنُ |
| فِي الدُّنْيَا ثُمَّ فِي الْعُقْبٰى فَصَارَتِ الدُّنْيَا. |

ہدایت کے انوار، توبہ کے علوم و معارف[45] اور اس میں پنہاں مصلحتیں اور حکمتیں[46] آ گئیں جو کہ پہلے پوشیدہ تھیں اور وہ علوم و معارف توبہ اور تعلیم توبہ کے ذریعے

---

[45] کہ توبہ کرنی چاہیے اور کیسے کرنی چاہیے اس کی شرائط و آداب کیا ہیں تاکہ توبہ قبول ہو۔

[46] یعنی اس کے منافع و ثمرات

ہی ظاہر ہوئے[47] تو اس خلود جنت کے ارادے کو دوسرے[49] ارادے کے ساتھ اور پہلی ظلمت وکدورت والی حالت کو دوسری صفا و نورانیت کی حالت میں تبدیل کر دیا گیا اور آپ کے پاس پہلی سے بڑھ کر بادشاہی آگئی[50]۔ دنیا میں اور پھر آخرت[51] میں بھی قرار و سکون حاصل ہو گیا اور دنیا آپ کے لیے اور آپ

---

[47] اس سے پتہ چلتا ہے کہ توبہ جس طرح کہ چاہیے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے الہام کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی جیسا کہ کلامِ الٰہی میں ہے۔

ثُمَّ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ لِیَتُوْبُوْا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے رجوع برحمت فرمایا تاکہ وہ توبہ کریں۔

بندے پر خدا کی توبہ سے مراد ہے رجوع برحمت اور توفیقِ توبہ اور جب آدم علیہ السلام کو توبہ کا الہام ہوا تو آپ نے توبہ کر لی۔

[48] جو کہ وجودِ نفس اور وساوسِ شیطان کی وجہ سے ظاہر ہوا تھا۔

[49] جو کہ ارادۂ الٰہی کے موافق تھا اور پہلا ارادہ ترک کر دیا تاکہ ارادۂ الٰہی کے تابع ہو جائے۔

[50] کیونکہ آپ اچھا ارادہ ترک کر کے ارادۂ حق کی اتباع کرتے ہوئے قضا پر راضی ہو چکے تھے۔

[51] کیونکہ انجام کار مآل و معاد اُس کی جانب ہے۔

| |
|---|
| لَـهٗ وَلِذُرِّيَّتِهٖ مَنْزِلًا وَالْعُقْبٰى لَهُمْ مَوْئِلًا وَمَرْجِعًا |
| وَخُلُدًا فَلَكَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مُحَمَّدٍ حَبِيْبِهِ الْمُصْطَفٰى وَاَبِيْهِ اٰدَمَ |
| صَفِيِّ اللّٰهِ عُنْصُرِ الْاَحْبَابِ وَالْاَخِلَّاءِ اُسْوَةٌ فِي الْاِعْتِرَافِ |
| بِالْقُصُوْرِ وَالْاِسْتِغْفَارِ فِي الْاَحْوَالِ كُلِّهَا وَالذِّلَّةِ وَالْاِفْتِقَارِ فِيْهَا |

کی اولاد کے لیے منزل بن گئی[52] اور آخرت پناہ گاہ، بازگشت اور خلود کی جگہ بن گئی[53] اے بندۂ مومن اے سالک راہِ حق تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے محبوب و محب برگزیدہ رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے والد آدم اللہ تعالیٰ کے خاص دوست اور تمام احباب و اَخِلّاء کے اصل حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام ہیں ہر وقت اپنے قصور کے اعتراف ہر حال میں استغفار خواریٔ نفس اور نیازمندی

---

[52] تاکہ مدت معینہ تک یہاں قیام رکھیں اور پھر اس سے آگے کا سفر اختیار کریں۔
[53] یعنی اپنا ارادہ ترک کرنے اور ارادۂ الٰہی کے ساتھ عدم شرکت کی برکت و سعادت دنیا و آخرت دونوں میں حاصل ہوئی یہاں بھی اور وہاں بھی خیر و برکت نصیب ہوئی۔

ع کہ خوباں بادشاہانند خواہ اینجا و خواہ آنجا
کہ محبوب ہر مقام پر بادشاہ ہیں خواہ یہاں ہوں یا وہاں

ے بلندی کسی یافت کو پست شُد     در نیستی کوفت تا ہست شُد
جس نے تواضع اپناتے ہوئے خود کو پست کیا اسے بلندی نصیب ہوئی اور جو پہلے عدم میں کوفتہ ہوا اسے وجود کی دولت میسر آئی۔

میں بہترین نمونہ ہے۔[۵۴]

---

[۵۴] ؎ بندگی نبود بجز افگندگی
واست ناید خواجگی با بندگی

بندگی تواضع کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ بندگی کی حالت میں سرداری زیب نہیں دیتی۔

واضح رہے کہ حبیب اور خلیل دونوں کا معنی دوست ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ حبیب وہ محب ہے جو مقامِ محبوبیت پر فائز ہو۔ بعض مقامِ خلت کو مرتبۂ محبت سے بلند قرار دیتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں مرتبوں کا جامع جانتے ہیں اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تسلیم اور ترکِ ارادہ تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کی منزل و مقام ہے اور یہی ملتِ ابراہیمی ہے جس کی متابعت و موافقت کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ — جب کہ اس سے اس کے رب نے فرمایا۔ گردن رکھ، عرض کی میں نے

(س ۲ آیت ۱۳۱) گردن رکھی اس کے لیے جو رب ہے سارے جہان کا۔

حضرت حبیب خدا اور آدم صفی اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اس مقام میں خصوصیت کے ساتھ ذکر اس لیے ہے کہ توبہ و استغفار کا وقوع ان سے قریب ہی ہو گیا جیسا کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا کلام اس پر دال ہے یا اس لیے کہ دونوں ہستیاں سلسلۂ نبوت کے اوّل و آخر ہیں اور اوساط کا بھی یہی حکم ہوگا۔

**خلاصہ المرام:** بندگی کا وظیفہ تواضع، خود کو گرانا توبہ اور عذر معذرت ہے
جب بزرگوں کا یہ حال ہے تو دوسروں کا ذکر ہی کیا

(۱) حبذا قومے کہ دیدِ حق بود دیدار شان
محو باشد در شہودِ ذاتِ حق آثار شان

(۲) از خدا خواہند سرِ ذات خود در ذات او
این بود ساعت بساعت سرِ استغفارِ شان

(۱) وہ قوم کس قدر مبارک ہے کہ ان کا دیدار دیدارِ حق ہے ان کے آثار ذاتِ حق کے مشاہدہ میں محو ہوتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی ذات میں اپنی ذات کا راز ڈھونڈتے ہیں ان کے ہر وقت توبہ واستغفار کرنے کا یہی فلسفہ ہے۔

صلوٰۃ اللہ وسلامہ علی الانبیاء والمرسلین وسیرھم وامامھم محمد النبی
الامی الامین وعلیٰ الہ واصحابہ واتباعہ سالکی طریق الحق ومحی علوم الدین

# اَلْمَقَالَةُ الثَّامِنَةُ

| |
|---|
| قَالَ رض اِذَا كُنْتَ فِیْ حَالَةٍ لَا تَخْتَرْ غَیْرَهَا اَعْلٰی مِنْهَا وَلَا |
| اَدْنٰی فَاِذَا كُنْتَ عَلٰی بَابِ دَارِ الْمَلِكِ لَا تَخْتَرْ |
| الدُّخُوْلَ اِلَی الدَّارِ |

**مقالہ نمبر ۸ تقربِ الٰہی**

حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم حالات کمال یا نقصان میں سے کسی حالت میں ہو تو اس کے علاوہ کسی اعلیٰ یا ادنیٰ حالت کو اختیار نہ کرو[1] اور جب تم بادشاہ کے محل کے دروازہ پر ہو تو محل میں داخل ہونے کا ارادہ نہ کرو۔

---

[1] کیونکہ حالتِ پستی کی طلب پست ہمتی اور حالت بالا کی آرزو شہوتِ خفی کی وجہ سے ہے جیسا کہ شیخ عطاء اللہ اسکندری شاذلی رحمۃ اللہ علیہ صاحب "کتابُ الحِکَم" فرماتے ہیں منزل تجرید میں حق تعالیٰ کے ٹھہرانے کے باوجود تمہارا اسباب کا ارادہ کرنا پست ہمت ہونے کی وجہ سے ہے اور جب تجھے اللہ تعالیٰ اسباب کے ساتھ اقامت بخشے تو تجرید کا ارادہ کرنا مخفی خواہش کا نتیجہ ہے۔

شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَنْ یَّصِلَ الْوَلِیُّ حَتّٰی یَنْقَطِعَ مِنْهُ شَهْوَةُ الْوُصُوْلِ۔

جب تک وصول کی خواہش ختم نہیں ہوگی ولی واصل باللہ نہیں ہو سکتا۔

شیخ ابن عطاء اللہ اس کلام کی تشریح میں فرماتے ہیں :-

کہ اس سے وصول کا ارادہ آرزو، عزت و عظمت کبریائی، ارادۂ حق کے مشاہدہ اور ادب کے پیش نظر نکل جاتا ہے نہ کہ ملالت، عدم طلب اور شوق محبت نہ ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ طالب محبّ سے جلال کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ لفظ شہوت سے مقصود کی طرف اشارہ کیا ہے۔

| حَتّٰی تُدْخَلَ اِلَیْهَا جَبْرًا لَا اِخْتِیَارًا وَاَعْنِیْ بِالْجَبْرِ |
| --- |
| اَمْرًا عَنِیْفًا مُتَکَرِّرًا۔ |

دروازے پر قیام پر راضی رہو[۲] یہاں تک کہ بجبر داخل نہ کیا جائے اور داخل نہ ہونا جبر سے میری مراد ہے سختی اور بنا شناسائی سے بار بار بلایا جائے۔[۳]

---

[۲] چنانچہ فرماتے ہیں :- بر در بنشینم اگر از خانہ برانند
اگر گھر سے نکال دیں گے تو دروازے پر ڈیرا جما لوں گا۔
گفتم بنشینم بدرت تا بدر آئی — چنداں بنشیں گفت کہ جانت بدر آید
میں نے کہا کہ تمہاری تشریف آوری تک دروازے پر قیام کروں گا اس نے جواب دیا کہ اس وقت بیٹھو کہ جان نکل جائے۔

[۳] یعنی جب تک سختی اور درشتی کے ساتھ بار بار حکم نہ دیں داخل نہ ہو۔ پیش نظر نسخہ میں اسی طرح ہے بعد میں تصحیح شدہ نسخہ میں دیکھا منکر کی بجائے متاکد تھا یہ اظہر، اصح اور انسب ہے۔

داخل ہونا اختیار نہ کرنا تو اضع، انکساری، تادب اور ترک اختیار کی وجہ سے ہے نہ کہ امر کی بجا آوری سے انکار و تکبر کی بنا پر۔ اور یہ ظاہر ہے۔ امر سے

مراد یا تو صیغہ "اِفْعَلْ" ہے یا شک و شبہ سے بالا صحیح و سلیم دل میں پیدا ہونے والا یقین راسخ ہے یہاں دونوں معنے بن سکتے ہیں۔ حضرت کا کلام دیگر مقامات پر بھی دونوں معنی کا ناطق ہے۔

| |
|---|
| وَلَا تَقْنَعْ بِمُجَرَّدِ الْاِذْنِ فِی الدَّخُوْلِ لِجَوَازِ اَنْ يَّكُوْنَ |
| ذَالِكَ مَكْرًا وَّخَدِيْعَةً مِّنَ الْمَلِكِ لٰكِنِ اصْبِرْ حَتّٰى |
| تُجْبَرَ عَلَى الدَّخُوْلِ فَتَدْخُلَ الدَّارَ جَبْرًا مَحْضًا وَ |
| فِعْلًا مِّنَ الْمَلِكِ نَعَمْ لَا يُعَاقِبُكَ الْمَلِكُ عَلٰى فِعْلِهٖ وَ |
| اِنَّمَا يَتَعَرَّضُ الْعُقُوْبَةُ نَحْوَكَ لِشُؤْمِ تَخَيُّرِكَ وَشَرْهِكَ |
| وَقِلَّةِ صَبْرِكَ وَسُوْءِ اَدَبِكَ وَتَرْكِ الرِّضَا بِحَالِكَ |
| الَّتِىْ اُقِمْتَ فِيْهَا فَاِذَا حَصَلْتَ وَدَخَلْتَ فِى الدَّارِ عَلٰى |
| هٰذَا الْوَجْهِ فَكُنْ مُّطْرِقًا غَاضًّا لِبَصَرِكَ مُتَادِّبًا |
| مُحَافِظًا لِمَا تُؤْمَرُ بِهٖ مِنَ الشُّغْلِ وَالْخِدْمَةِ فِيْهَا |

محض اجازت ملنے پر اکتفا نہ کرو[4] کیونکہ ممکن ہے کہ یہ اذن بلا امر بادشاہ کی طرف سے ایک حیلہ اور تدبیر[5] ہو، لیکن تمہیں صبر کرنا چاہیے یہاں تک کہ مجبور کر کے اندر لایا جائے اور یہ دخول جبر محض بادشاہی فعل ہوگا[6] تو اس

---

[4] یعنی دروازہ کھول کر مانع ہٹا دیں اور سامنے سے اندر آجاؤ۔

[5] اور امتحان ہو کہ کون اندر آنے کی نفسانی خواہش رکھتا ہے اور ارادہ ظاہر کرتا ہے اور کون ہے جو ادب ملحوظ رکھتے ہوئے امر کا منتظر رہتا ہے۔

[6] نہ کہ اپنا فعل و اختیار۔

| |
|---|
| غَيْرَ طَالِبٍ لِلتَّرَقِّي اِلَى الذُّرْوَةِ الْعُلْيَا قَالَ اللّٰهُ |
| لِنَبِيِّهِ الْمُصْطَفٰى وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ |
| اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ |
| فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى فَهٰذَا تَادِيْبٌ مِّنْهُ |
| لِنَبِيِّهِ الْمُخْتَارِ فِيْ حِفْظِ الْحَالِ وَالرِّضَاءِ بِالْعَطَاءِ بِقَوْلِهٖ۔ |

وقت بادشاہ اپنے فعل پر تمہیں سرزنش وغیرہ نہیں کرے گا۔ عقوبت و عذاب تو محض شومئ اختیار، حرص، بے صبری، سوءِ ادبی اور حالتِ اقامت پر راضی نہ ہونے کی وجہ سے ہے؎۔ جب تمہیں فعلِ حق کے ساتھ بجبر محل میں داخلہ مل جائے تو سر جھکائے خاموش، آنکھیں بند کرکے باادب جو خدمت اور کام ذمہ لگائیں

اس میں رہ کر ادا کرنا چاہیے اس سے بلند مقام پر ترقی کی طلب ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے برگزیدہ آخرالزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اور اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کے لیے دی ہیں جنبی دنیا کی تازگی کہ ہم انہیں اس کے سبب فتنہ

---

؎ جہاں اللہ تعالیٰ نے ٹھہرایا ہو وہاں ٹھہرنا سالکِ طریقت کے واجباتِ وقت سے ہے۔ اس سے نکلنا اور اس کے خلاف کی تمنا کرنا مقامِ رضا کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کے غضب و عذاب کا موجب ہے۔ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ مقام میں قیام و رضا کی علامت اس مقام کے آداب و حقوق کی پابندی ہے بعض مقربینِ بارگاہ میں صریح امر بھی واقع ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

میں ڈالیں کہ یہ زیب و زینت تروتازگی صرف دنیا میں ہے) اور تمہارے پروردگار کا رزق بھی نبوت، ہدایت، علم، صبر اور قناعت جو آپ کو عطا ہوا ہے یہ سب سے اچھا اور سب سے دیر پا ہے (۲۰/۱۳۱)

یہ کلام[9] اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی مختار کو احوالِ باطن کی حفاظت عنایاتِ الٰہی پر رضا اور بغیر کسی بلند تر مقام کی امید اور انتظار جس مقام پر فائز ہیں اس پر رضا پر دال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

| |
|---|
| وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اَىْ مَا اَعْطَيْتُكَ مِنَ الْخَيْرِ |
| وَالنُّبُوَّةِ وَالْعِلْمِ وَالْقَنَاعَةِ وَالصَّبْرِ وَوِلَايَةِ الدِّيْنِ |
| وَالْغُزْوَةِ فِيْهِ اَوْلٰى مِمَّا اَعْطَيْتُ غَيْرَكَ وَاَحْرٰى |
| فَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِىْ حِفْظِ الْحَالِ وَالرِّضَا بِهَا وَتَرْكِ |
| الْاِلْتِفَاتِ اِلٰى مَا سِوَاهَا لِاَنَّهٗ لَا يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ |
| قِسْمَكَ اَوْ قِسْمَ غَيْرِكَ اَوْ اَنَّهٗ لَا قِسْمَ لِاَحَدٍ |
| بَلْ اَوْجَدَهُ اللّٰهُ فِتْنَةً۔ |

اور تمہارے رب کا رزق سب سے اچھا اور دیر پا ہے (۲۰/۱۳۱) یعنی جو میں نے آپ کو خیر کثیر (بعض نسخوں کے مطابق) نبوت، علم و معرفت، عطاءِ الٰہی پر رضا، مصائب پر صبر، دعوتِ خلق، دشمنانِ اسلام سے قتال اور غلبۂ دین عطا کیا ہے یہ دوسروں کو ملنے والی اشیا سے اولیٰ اور شکر کے زیادہ لائق

---

[8] ذُرْوَہ، کوہان اور پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں۔

[9] اگرچہ ظاہر دنیا اور اس کے نقش و نگار کی طرف متوجہ نہ ہونے پر مشتمل ہے لیکن بطریقِ اشارہ۔

ہے۔ ساری کی ساری بھلائی اپنے حال کی حفاظت اس پر رضا اور اس کے ماسوا سے اعراض میں ہے[۱۰]، کیونکہ جس دوسری حالت کی طرف دیکھو گے وہ تین حال سے خالی نہیں یا تو تمہارے لیے اس میں حصہ رکھا گیا ہے یا کسی اور کا نصیب ہوگا یا کسی کا بھی اس میں حصہ نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے بندوں کی آزمائش کے لیے پیدا کیا ہوگا[۱۱]۔

---

[۱۰] ؎ باش راضی بنعمتی کہ تراست
منگر سوئے نعمتِ دگراں

تمہارے پاس جو نعمت موجود ہے اس پر خوش رہنا چاہیے اور اِدھر اُدھر نہیں جھانکنا چاہیے۔

؎ ہم بحالیکہ ہست خوش میباش
ہان مشو جانب دگر نگراں

جس حال میں ہو اس پر خوش رہو۔ دوسری جانب نہ دیکھتے پھرو۔

[۱۱] تاکہ جو اس کی طرف التفات کرتے ہوئے مقام صبر و رضا سے نکلے گا تو محنت و مشقت میں مبتلا ہوگا اور جو اس کی طرف التفات نہ کرتے ہوئے اپنے مقام پر راضی ہوگا مقامِ امن و سکون میں متمکن ہوگا۔

| |
|---|
| فَاِنۡ کَانَ قِسۡمَكَ فَهُوَ وَاصِلٌ اِلَیۡكَ شِئۡتَ اَمۡ اَبَیۡتَ |
| فَلَا یَنۡبَغِیۡ اَنۡ یَّظۡهَرَ مِنۡكَ سُوۡءُ الۡاَدَبِ وَالشَّرَهُ |
| فِیۡ طَلَبِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ غَیۡرُ مَحۡمُوۡدٍ فِیۡ قَضِیَّةِ الۡعَقۡلِ وَالۡعِلۡمِ. |

پس اگر وہ دوسرا حال تمہاری قسمت میں رکھ دیا گیا ہے تو وہ تمہاری دخل اندازی کے بغیر ہی پہنچ جائے گا خواہ آپ خوش ہوں یا ناخوش لہذا اس کی طلب میں حرص اور سوءِ ادبی کا اظہار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ ازروئے علم و عقل ناپسندیدہ فعل ہے۔[12]

---

[12] عقل کہتی ہے کہ جو چیز مل ہی جانی ہے تو اس کی طلب بے سود ضائع اور تحصیلِ حاصل ہے اور علمِ دین کے فیصلے کے مطابق پروردگارِ عالم کی قضاء و قدر میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا اور اس کی طلب میں حرص اور سوءِ ادبی مذموم ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ جو قضاءِ الٰہی کے مطابق واقع ہے احوال ظاہر و باطن سے بندے کو جو ملتا ہے اس پر راضی رہنا چاہیے۔ دیگر اشیاء کی طلب و آرزو سعی و خواہش ہوائے نفس اور حرصِ طبیعت ہونے کی وجہ سے ضائع اور باطل ہے۔ لیکن وصولِ حق مقاماتِ علیہ میں قرب ترقی احوال اور بمقتضائے امر و نہی عمل اور شوق ہونا چاہیے اور اس کا ارادہ بایں حیثیت ہونا چاہیے کہ مولیٰ کریم نے اس کا حکم دیا ہے اور اس پر عمل بطریقِ وجوب یا استحباب لازم و مستحسن ہے اور نفس سے پیدا ہونے والا ارادہ مذموم ہے یہی حال جانبِ نہی میں ہے جب تقدیر کے سبقت کر جانے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

فَفِیمَ العَمَلُ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توعمل کس لیے ہیں ؟

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اعملوا فکل میسر لما خُلِقَ لَہٗ۔ کہ تم عمل کرو جو شخص جس کے لیے پیدا کیا گیا وہ کام اس کے لیے آسان کر دیا جاتا ہے ۔

| |
|---|
| وَاِنْ کَانَ قِسْمَۃَ غَیْرِکَ فَلِمَ تَتْعَبُ فِیْمَا لَا تَنَالُہٗ وَلَا یَصِلُ |
| اِلَیْکَ اَبَدًا وَّاِنْ کَانَ لَیْسَ بِقِسْمِ اَحَدٍ بَلْ ھُوَ فِتْنَۃٌ |
| فَکَیْفَ یَرْضَی الْعَاقِلُ وَیَسْتَحْسِنُ اَنْ یَّطْلُبَ لِنَفْسِہٖ فِتْنَۃً |
| وَّیَسْتَجْلِبُھَا لَھَا فَقَدْ ثَبَتَ اَنَّ الْخَیْرَ کُلَّہٗ وَسَلَامَۃً |
| فِیْ حِفْظِ الْحَالِ فَاِذَا ارْقِیْتَ اِلَی الْغُرْفَۃِ ثُمَّ اِلَی السَّطْحِ |
| فَکُنْ کَمَا ذَکَرْنَا مِنَ الْحِفْظِ وَالْاِطْرَاقِ ۔ |

اور اگر وہ حال غیر کا حصہ ہو[13] تو خود کو ایسی چیز میں کیوں تکلیف دیتے ہو جسے تم پا نہیں سکتے اور نہ وہ تم تک پہنچ سکتی ہے ۔ اگر وہ مال کسی کا حصہ نہ ہو[14] تو کوئی عقلمند اسے کیسے پسند کرے گا اور اس فتنہ و مصیبت کو طلب کرنا کیونکر اچھا جانے گا اور اسے اپنی طرف کیوں کھینچے گا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کی بھلائی ، سلامتی اور آفات و عیوب سے رہائی مال کی نگہداشت اور ماسوا اللہ سے انقطاع میں ہے جب تمہیں بالاخانہ پر پھر بام خانہ پر چڑھنا نصیب ہو تو تمہیں ہمارے اس بیاں کردہ طریقہ کے مطابق

---

امر و نہی کا معاملہ حکمِ قضا و قدر کے منافی نہیں ہے بلکہ اس کی جزئیات

| |
|---|
| وَالْاَدَبِ بَلْ يَتَضَاعَفُ ذٰلِكَ مِنْكَ لِاَنَّكَ اَقْرَبُ اِلَى الْمُلْكِ |
| وَاَدْنٰى اِلَى الْخَطَرِ فَلَا تَتَمَنَّ الْاِنْتِقَالَ مِنْهَا اِلٰى اَعْلٰى |
| مِنْهَا وَلَا اِلٰى اَدْنَاهُ وَلَا ثُبَاتِهَا وَبَقَائِهَا وَلَا تَغَيُّرِ |
| وَصُفِهَا وَاَنْتَ فِيهَا |

سر جھکا کر مقام قرب کو پیش نظر رکھتے ہوئے باطن کی نگاہداشت میں خاموشی اور ادب کے ساتھ بیٹھنا چاہیے۔ بلکہ بادشاہ کے زیادہ قرب میں زیادہ ادب لازم کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ ہلاکت کے زیادہ قریب ہے[15]۔ اس احوال سے اعلیٰ کی طرف انتقال اور ان میں دوام وثبات کی تمنا نہ کرو اور نہ ہی ان کے اوصاف کی تبدیلی کی خواہش کرو[16]۔

---

اور احکام سے ہے۔ امرونہی شارع کی طرف سے واقع ہے بندے میں اس کی سمجھ اور اس کے قصد کی قدرت پیدا کی گئی ہے اس سے بڑھ کر کیا ہونا چاہیے۔

قضاو قدر کا اعتقاد رکھنے میں بندے کو اپنے عمل میں فنا اور اس پر عدم اعتماد وعدم استفادہ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ یعنی جب سب کچھ اس کی تقدیر سے ہے میرا درمیان میں کچھ بھی نہیں یہ بھی اپنی جگہ ایک کمال ہے۔ اسے سمجھ لو اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے توفیق ہے برائی سے روکنے والا اور نیکی کی قوت دینے والا وہی اللہ ہے بلند عظمت والا۔

[13] تمہارے لیے نہ رکھا ہو تو تمہارے پاس ہرگز نہیں پہنچے گا۔

[14] بلکہ امتحان وابتلاء کے لیے پیدا کیا گیا ہو۔

[15] کیونکہ مقربین زیادہ پُرخطر رہتے ہیں اور ان پر حق تعالیٰ کی تعظیم وتکریم کی پابندی

وَلَا يَكُوْنُ لَكَ فِيْ ذٰلِكَ اِخْتِيَارًا اَلْبَتَّةَ فَاِنَّ ذٰلِكَ
كُفْرٌ فِيْ نِعْمَةِ الْحَالِ وَالْكُفْرُ يُحِلُّ لِصَاحِبِهِ الْهُوَانَ فِي الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ فَاعْمَلْ عَلٰى مَاذَكَرْنَا اَبَدًا حَتّٰى تُرَقِّيْ اِلٰى
حَالَةٍ تَصِيْرُ لَكَ مَقَامًا تُقَامُ فِيْهِ فَلَا تُزَالُ عَنْهُ
فَتَعْلَمُ اِنَّهٗ مَوْهِبَةٌ بِعَلَامَاتٍ وَّاٰيَاتٍ تَظْهَرُ
فَتَمَسَّكْهُ وَلَا تُزَالُ

کیونکہ تمہیں اس سلسلے میں کوئی اختیار نہیں ہے کیونکہ ایسی آرزو ناشکری میں داخل ہے اور ناشکری آدمی کو دنیا وآخرت میں ذلیل ورسوا کرتی ہے لہذا تمہیں ہمارے ذکر کردہ طریقے پر عمل کرنا چاہیے یہاں تک کہ تمہیں بلند مقام پر ترقی دے کر قائم و متمکن کر دیا جائے اور اس سے زائل نہ کیا جائے پھر تم علامات و آیات[17] کے ظاہر ہونے سے معلوم کر لو گے کہ یہ مقام بخشش الہٰی ہے تو اسے محفوظ رکھنا اور دور نہ ہٹنا۔[18]

---

زیادہ اہم ہے ۔ خطر بمعنی بزرگی اور علو قدر بھی ہو سکتا ہے یعنی تمہیں بادشاہ کے حضور قدر و منزلت پانے اور زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے مؤدب رہنا چاہیے تاکہ خدمت و نوازش کے قابل ہو سکو۔

ے حافظا علم و ادب ورز کہ در خدمت شاہ
ہر کرا نیست ادب لائق خدمت نبود

اے حافظ علم و ادب حاصل کر کیونکہ بے ادب خدمت کے لائق نہیں ہوتا۔

[16] بالآخر اس کی صفت ہی تجھے اچھی لگے گی۔

[17] جو اس مقام کے ثابت و برقرار رہنے پر دلالت کریں گی۔

فَالْاَحْوَالُ لِلْاَوْلِیَاءِ وَالْمَقَامَاتُ لِلْاَبْدَالِ رض ۝

پس احوال اولیاء کے لیے ہیں[19] اور مقامات ابدال کے لیے[20]

---

[18] اگرچہ اولیاء کرام کا معزول ہونا جائز ہے لیکن ایسا وقوع پذیر ہونا قاعدہ کلیہ نہیں ہے جیسا کہ زَلّت و معصیت کا صدور اولیاء کرام سے جائز ہے لیکن اس کا بطریق عموم قاعدہ کلیہ وجود لازم نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اسے معزول و مردود نہ ہونے کی بشارت سے مشرف کر دیا گیا جیسا کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے احوال شریفہ میں لکھا ہے:

"اے عبدالقادر! مبارک ہو ہم نے تمہیں رد سے مامون کر دیا ہے" یا اس قسم کے الفاظ آئے ہیں۔

[19] جن میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی یا تنزل کے لیے تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔

[20] جو کہ خواہشات کے معدوم ہونے اور ان کے ارادوں کے ارادۂ الٰہی میں متبدل ہونے کی وجہ سے اپنی جگہ پر متمکن و برقرار ہو چکے ہیں جیسا کہ مقالہ ۶ کے آخر میں گذر چکا ہے۔ حضرت غوث رضی اللہ عنہ کا کلام اولیاء پر ابدال کی فضیلت میں صریح ہے۔

صلی اللہ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

# اَلْمَقَالَۃُ التَّاسِعَۃُ

قَالَ رضہ فِی الْکَشْفِ وَالْمُشَاھَدَۃِ فِی الْاَفْعَال

## مقالہ ۹ کشف و مشاہدہ

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے کشف اور افعال کے مشاہدہ کے متعلق فرمایا[1]

---

[1] کشف کا لغوی معنی ہے کھولنا، برہنہ کرنا، مشاہدہ و معائنہ کرنا اور آنکھوں سے دیکھنا۔ مکاشفہ کا معنی صوفیاء کی اصطلاح میں کسی حکم کے ساتھ مقید اور کسی وصف کے ساتھ مختص اسمِ الٰہی کے شفاف حجاب کے پردۂ رقیق کے پیچھے سے سالک پر بعض ایسی صفاتِ حقائقِ الٰہیہ یا حقائقِ کونیہ کا ظاہر ہونا۔ اور مشاہدہ کا معنی ان حقائقِ الٰہیہ کا بے مظہر و بے صفت ظاہر ہونا لیکن اس سابقہ معائنہ سے بلند خصوصیت و امتیاز کے ساتھ ہو اور پہلا ظہور بلا خصوصیت و بلا امتیاز ہوتا ہے بلکہ معین دکھائی دینے والے کے عین کا ظہور ہے۔ کذا فی اصطلاحات الکبیر کلامِ قوم میں اکثر طور پر کشف صفات میں اور مشاہدہ ذات میں استعمال کرتے ہیں اور یہاں دونوں کی افعال کے ساتھ نسبت ہے کیونکہ ان کی صفات پر دلالت ہے اور صفات کی ذات پر۔

کشف جلال میں اور مشاہدہ جمال میں مستعمل ہے۔ جلال سے مراد صفات قہریہ اور جمال سے مراد صفاتِ لطیفہ ہیں۔

انکشاف کی تخصیص جلال سے اور مشاہدہ کی جمال سے اس لیے ہے کہ گویا صفاتِ جلالیہ میں صفات سے پردہ اُٹھتا ہے تو بندے کے حال میں ہیبت اور خوف سرایت کر جاتا ہے اور صفاتِ جمالیہ کے ظہور کے وقت بندہ شوق و نشاط کی وجہ سے جو اسے حاصل ہوتا ہے۔

| |
|---|
| يُكْشَفُ لِلْأَوْلِيَاءِ وَالْأَبْدَالِ مِنْ أَفْعَالِ اللهِ مَا يَبْهَرُ الْعُقُوْلَ |
| وَيَخْرِقُ الْعَادَاتِ وَالرُّسُوْمَ فَهِيَ عَلٰى قِسْمَيْنِ جَلَالٌ |
| وَجَمَالٌ فَالْجَلَالُ وَالْعَظَمَةُ يُوْرِثَانِ الْخَوْفَ الْمُقْلِقَ |
| وَالْوَجَلَ الْمُزْعِجَ وَالْغَلَبَةَ الْعَظِيْمَةَ عَلَى الْقَلْبِ بِمَا |
| يَظْهَرُ عَلَى الْجَوَارِحِ كَمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم كَانَ |
| يُسْمَعُ مِنْ صَدْرِهٖ أَزِيْزٌ كَأَزِيْزِ الْمِرْجَلِ فِي الصَّلٰوةِ |

اولیاء و ابدال کے لیے ایسے افعالِ خداوندی کا کشف ہوتا ہے جو عقول پر غالب آکر عادات و رسوم کو پارہ پارہ کر دیتے ہیں۔ ان افعال کی دو قسمیں ہیں:

(۱) جلال (قہر) (۲) جمال (لطف)

جلال و عظمت کا ظہور بے آرام کر دینے والا خوف، ہلا کر رکھ دینے والا ڈر اور احوال کو شگاف کر دینے والا دل پر عظیم غلبہ پیدا کرتا ہے۔

---

دیدۂ محبت کھول کر مشاہدہ کرتا ہے اور فرحت و شادی جسے قرۃ العین کہتے ہیں حاصل کرتا ہے۔ واللہ اعلم

| |
|---|
| مِّنْ شِدَّةِ الْخَوْفِ لِمَا يَرٰى مِنْ جَلَالِ اللّٰهِ تَعَالٰى |
| وَيَنْكَشِفُ لَهٗ مِنْ عَظْمَتِهٖ وَنُقِلَ مِثْلُ ذٰلِكَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ |
| خَلِيْلِ الرَّحْمٰنِ وَعُمَرَ الْفَارُوْقِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَاَمَّا |
| مُشَاهَدَةُ الْجَمَالِ فَهُوَ التَّجَلِّيْ لِلْقُلُوْبِ بِالْاَنْوَارِ |
| وَالسُّرُوْرِ وَالْاَلْطَافِ وَالْكَلَامِ اللَّذِيْذِ وَالْحَدِيْثِ |
| الْاَنِيْسِ وَالْبِشَارَةِ بِالْمَوَاهِبِ الْجِسَامِ وَالْمَنَازِلِ الْعَالِيَةِ |
| وَالْقُرْبِ مِنْهُ مِمَّا سَيَؤُلُ اَمْرُهُمْ اِلَيْهِ وَجَفَّ بِهٖ |
| الْقَلَمُ مِنْ اَقْسَامِهِمْ فِيْ سَابِقِ الدُّهُوْرِ فَضْلًا |
| مِنْهُ وَرَحْمَةً وَّاِثْبَاتًا مِنْهُ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا |
| اِلٰى بُلُوْغِ الْاَجَلِ وَهُوَ الْوَقْتُ الْمُقَدَّرُ |

جس کے آثار اعضاء پر ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جلالِ الٰہی کے مشاہدہ اور عظمتِ پروردگار کے انکشاف سے شدّتِ خوف کی وجہ سے آپ کے سینۂ اقدس سے ابلتی ہوئی ہنڈیا کی سی آواز سنائی دیتی۔ اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے،

لیکن مشاہدہ جمال وانوار و سرور اور الطاف و توفیقات سے متعلق صفات کی قلوب پر تجلی سے ہوتا ہے[۲]۔

---

[۲] لطف، عمل وکردار میں نرمی اور نزاکت کو کہتے ہیں۔ اور لطفِ خداوندی سے مراد توفیقِ عمل اور گناہوں سے عصمت ہے۔ ملاطفت کا معنی نیکی کرنا اور تلطف کا معنی نرمی کرنا۔

اور لذیذ گفتگو، سکون وہ حکایات، عطیاتِ جلیلہ مواضع بلند و مقامات ارجمند اور لطف و رحمت خداوندی کے قرب کی خوشخبری سے نوازا جاتا ہے جن کی طرف ان (بندوں) کا انجام ہوگا اور وہ زمانہ مستقبل میں حاصل ہوں گے اور ان کے متعلق قلم خشک اور آئندہ زمانہ میں بخششیں مقدر ہو چکی ہیں[3]۔ اس کے فضل و رحمت اور ان کو حق تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں ثابت و برقرار رکھنا[4]، موت آنے تک ہے اور وہ وقت معین ہو چکا ہے[5]۔

---

[3] یہ تقدیر ہائے ازلی سے کنایہ ہے۔

[4] کہ ان تجلیات و بشارات کی وجہ سے امیدوار اور طلب و جستجو میں خوش اور ثابت قدم رہیں۔

[5] کہ اس کا تعین اور اندازہ ہو چکا ہے اس وقت سے قبل حصولِ مطلوب اور منزلِ مقصود تک رسائی میسر نہیں ہو سکتی

؎ سَحَابُ الْخَیْرِ لَهَا مَطَرٌ
فَاِذَا جَاءَ الْاِبَّانُ تَجِیْئُ

خیر کے بادل برستے ہیں مگر وقت مقررہ پر ان کی آمد ہوتی ہے اِبَّان کا معنی کسی چیز کا معین وقت۔

؎ تا در نرسد نوبت ہر کار کہ ہست
سودی نکند یاری ہر یار کہ ہست

جب تک کسی کام کا مقرر وقت نہ آپہنچے اس وقت تک کی دوست کی دوستی کام نہیں دیتی۔

| |
|---|
| لِئَلَّا يُفْرِطَ بِهِمُ الْمَحَبَّةُ مِنْ شِدَّةِ الشَّوْقِ إِلَيْهِ |
| فَيَنْقَطِعُ سَرَائِرُهُمْ فَيَهْلِكُوا اَوْ يَضْعُفُوا عَنِ الْقِيَامِ بِالْعُبُودِيَّةِ |
| إِلَى اَنْ يَأْتِيَهُمُ الْيَقِيْنُ الَّذِيْ هُوَ الْمَوْتُ فَيَفْعَلُ ذٰلِكَ |
| بِهِمْ لُطْفًا مِّنْهُ وَرَحْمَةً وَّمُدَاوَاةً وَّتَرْبِيَةً لِقُلُوْبِهِمْ |
| وَمُدَارَاةً لَهَا اِنَّهُ |

اس قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ملاطفت و بشارت اس لیے ہے تاکہ افراط محبت حد سے نہ بڑھا دے کہ شدتِ اشتیاق اور مشقتِ فراق کی وجہ سے ان کی قوتیں شکستہ ہو جائیں گی۔ پھر یا تو ہلاک ہو جائیں یا حقوقِ بندگی کی ادائیگی و اہتمام سے کمزور ہو جائیں گے یہاں تک کہ انہیں یقین یعنی موت آ جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے لطف و رحمت سے امراض باطنہ کا علاج اور قلوب کی تربیت و مدارات فرماتا رہتا ہے[6][7]۔

---

[6] تاکہ تجلیاتِ قہریہ کی شدّت سے پارہ پارہ اور غمزدہ نہ ہو جائیں اور تجلیاتِ لطیفہ سے آرام پائیں اور خوش حال رہیں۔

[7] دقائق حکمت و مصلحت کے مطابق اپنے بندوں پر احکام و افعال جاری فرماتا ہے۔

حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ لَطِيْفٌ بِهِمْ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ وَلِهٰذَا رُوِيَ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لِبِلَالٍ
اَلْمُؤَذِّنِ اَرِحْنَا يَا بِلَالُ يَعْنِيْ بِالْاِقَامَةِ۔

بے شک وہ حکیم علیم[۸]، مہربان[۹]، اور رؤف ورحیم ہے[۱۰]، اسی لیے[۱۱] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کہ آپ اپنے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے: اَرِحْنَا یَا بِلَالُ۔ اے بلال ہمیں راحت وآسائش پہنچا[۱۲]۔ یعنی تکبیر کہنے سے[۱۳]

---

[۸] اپنے بندوں کے احوال وقلوب کو جانتا ہے کہ کس قدر قوت وضعف رکھتے ہیں اور کس قدر قہر ولطف کے متحمل ہیں اور کس شخص کو کیا اور کتنا درکار ہے۔

[۹] تمام معاملات میں مہربانی فرماتا ہے۔

[۱۰] رؤف اور رحیم دونوں کا معنی مہربان ہے لیکن رأفت رحمت کی نسبت زائد ہے اور اس میں مبالغہ زیادہ ہے۔ رعایتِ سجع کے پیش نظر رحیم کو مؤخر کیا گیا ہے اور اگر رحیم سے مراد آخرت کے ساتھ مخصوص رحمت ہو تو پھر وجہِ تاخیر ظاہر ہے۔

[۱۱] کہ مشاہدہ جمال میں تجلی انوار سرور والطاف اور بشارتیں ہوتی ہیں۔

[۱۲] جہاں کی ملابست اور اس میں مشغولیت کے رنج ومحنت سے خلاصی دے۔

[۱۳] اور نماز کھڑی کرنے سے اذان کہہ کر راحت دینے والا احتمال زود فہم ہے بعض شراحِ حدیث کی عبارت اسی کی مشعر ہے۔ ممکن ہے کہ اقامت کے ساتھ تفسیر اس لیے فرمائی کہ حضرت بلال وقت داخل ہونے پر جا اذان

جدید اذان کہہ دیتے ہیں اور انتظار قوم کے پیشِ نظر اقامتِ صلوٰۃ میں تاخیر کرتے ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضور بارگاہ کے غلبۂ شوق کی تاب نہ لاتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تکبیر کا حکم دیتے ہوں اس احتمال کی ان احادیثِ صحاح سے تائید ہو جاتی ہے جن میں صلوٰۃ کے ساتھ اقامت کا بھی ذکر ہے ایک حدیث میں ہے: اَرِحْنَا بالصلوٰۃ واِقَامتِہٖ. اسے سمجھ لو اور اللہ ہی سے توفیق ہے. بہر تقدیر آپ ارحنا یا بلال فرماتے اور آپ کا مقصود ہوتا کہ،

| |
|---|
| لَنَدْخُلَ فِی الصَّلٰوۃِ لِمُشَاھِدَۃِ مَاذَکَرْنَا مِنَ الْجَمَالِ وَلِھٰذَا |
| قَالَ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔ |

ہم مذکورہ جمال اور صفتِ لُطف کی تجلّی حق کا مشاہدہ کرنے کے لیے نماز میں داخل ہو سکیں۔ اسی لیے فرمایا، نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائی گئی ہے۔[۱۴۱]

---

[۱۴۱] اس کی تشریح مقالہ ۵ میں گذر چکی ہے۔ اس کلام شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال مشاہدۂ جمال تھا اور اغلب و اکثر تجلیات لطیفہ کا ورود رہتا اور انکشافِ جلال کی وجہ سے سینۂ اقدس سے ہنڈیا کے جوش کرنے کی سی آواز سنائی دیتی وہ نادر اور قلیل تھی۔ واللہ اعلم

**تنبیہ:** ارحنا یا بلال اور جعلت قرہ عینی فی الصلوۃ کا مضمون ملتا جلتا ہے اور اس راحت سے مراد کثرت کی قید سے خلاصی مناجات حق کا وجود اور حضرت معبود کا شہود ہے۔

بعض اسی طرح معنی کرتے ہیں: اے بلال! اذان کہو تاکہ ہم نماز ادا کریں اور اسے ادا کر کے اس کے ساتھ شغلِ قلب اور تعلق باطن سے فارغ ہو جائیں۔ اور اس سے بری الذمہ ہوتے ہوئے حقِ اطاعت بجا لا کر امتثالِ امر کے ساتھ راحت پائیں۔

ان دونوں معنوں میں فرق یہ ہے کہ معنی اول کے اعتبار سے وجود نماز اور شہود حق کی وجہ سے راحت ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے نماز ادا کر کے اس کے ساتھ تعلق سے بری الذّمہ ہو جانے میں۔

ان دونوں معنوں میں بونِ بعید ہے مقام اوّل ارفع و اعلیٰ ہے اسے سمجھ لو۔

# اَلْمَقَالَةُ الْعَاشِرَةُ

| |
|---|
| قَالَ رضـ اِنَّمَا هُوَ اللّٰهُ وَنَفْسُكَ وَاَنْتَ الْمُخَاطَبُ وَالنَّفْسُ |
| ضِدُّ اللّٰهِ وَعَدُوُّهٗ وَالْاَشْيَاءُ كُلُّهَا تَابِعَةٌ لِلّٰهِ وَالنَّفْسُ |
| لِلّٰهِ خَلْقًا وَمِلْكًا حَقِيْقَةً وَلِلنَّفْسِ اِدِّعَاءٌ وَتَمَنِّيْ وَشَهْوَةٌ |
| وَلَذَّةٌ بِمُلَاَبَسَتِهَا فَاِذَا وَافَقْتَ الْحَقَّ فِيْ مُخَالَفَةِ النَّفْسِ |
| وَعَدَاوَتِهَا فَكُنْتَ لِلّٰهِ خَصْمًا لِنَفْسِكَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ |
| لِدَاوٗدَ يَادَاوٗدُ اَنَا بُدُّكَ اللَّازِمُ فَالْزِمْ بُدَّكَ . |

## مقالہ ۱۰: نفس اور اس کے احوال

فرمایا آپؓ نے کہ تعبد اور امتثالِ حکم میں منظور و متحقق اللہ تعالیٰ ہے اور تمہارا نفس[1]۔ تم اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے اور نہ کرنے کے مخاطب و مکلف ہو اور نفس اللہ تعالیٰ کا دشمن اور مغضوب و مقہور[2] ہے۔ جہاں کی تمام اشیاء اس کے قہر و ارادہ کے تابع ہیں۔ اور نفس درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مخلوق و مملوک ہے[3]۔ نفس کے اپنی ہستی کے محض باطل اور جھوٹے دعوے[4] میلانِ طبع کے مناسب آرزوئیں، خواہشات اور اس سے ملی ہوئی لذتیں ہیں۔ جب تم نفس کی مخالفت اور عداوت میں حق تعالیٰ کی موافقت کرو گے تو حق تعالیٰ کی طرف سے اپنے نفس کے مخاصم[5] بن جاؤ گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا۔ اے داؤد آپ کا چارہ ساز میں ہی ہوں[6]۔ تم اپنے چارہ ساز سے تعلق محکم کر لو[7]۔

۱ اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت بجالاؤ گے تو نفس کی مخالفت ہو گی اور اگر نفس کی موافقت و اطاعت کرو گے تو امر الٰہی کی مخالفت لازم آئے گی۔

۲ کیونکہ رضائے حق اس کے احکام بجالانے میں ہے اگرچہ اس کا ارادہ تمام کو شامل ہے۔ اس لیے وہ مومنوں کو دوست اور کافروں کو دشمن قرار دیتا ہے۔

۳ اگر بظاہر اس کے حکم کی مخالفت کرتا ہے۔ نفس کی آفرینش ہی اسطرح واقع ہوئی ہے۔

۴ حتیٰ کہ بعض نے خدائی کا دعویٰ کر دیا دیگر دعاوی تو بعد کی باتیں ہیں۔

۵ اور نفس سے حقوق اللہ کے طالب بن جاؤ گے۔

۶ تم مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے اور میرے بغیر آپ کی گذر بسر نہیں ہو سکتی۔

۷ اپنے نفس کو ترک کر دو تاکہ مجھ سے جُدا اور دائرہ رضا سے باہر نکل سکو۔

| |
|---|
| العُبُودِيَةُ اَنْ تَكُوْنَ لِیْ خَصْمًا عَلٰی اَنْفُسِكَ |
| فَتَحَقَّقَتْ مَوَالَاتُكَ لِلّٰهِ وَعُبُوْدِيَّتُكَ لَهٗ عَزَّوَجَلَّ |
| وَاَتَتْكَ الْاَقْسَامُ هَنِيْئًا مَرِيْئًا مُطَيَّبًا وَاَنْتَ عَزِيْزٌ |
| مُكَرَّمٌ وَخَدِمَتْكَ الْاَشْيَاءُ |

اور حقیقتِ بندگی اسی صورت میں حاصل ہوگی کہ نفس کی مخالفت شعار بنالو اس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی اور اس کی بندگی ثابت ہوگی تمہیں صاف و خوشگوار و پاکیزہ حصے ملیں گے[۸] تم معزز و مکرم ہو جاؤ گے تمام چیزیں تمہاری غلامی و اطاعت کریں گی[۹]

---

[۸] صوری و معنوی اور روحانی و جسمانی رزق دیا جائے گا۔
رزق کی تین قسمیں بیان کی ہیں :
(۱) رزق مضمون کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ ہر ذی روح کے رزق کی ضامن بن چکی ہے۔
(۲) کہ متقی حضرات کے لیے وعدہ ہو چکا ہے وہ ان کے تکلیف اٹھائے بغیر اور بے گمان ان کے پاس پہنچ کر رہے گا۔
(۳) مقسوم کہ رزق مضمون و موعود جو قسمت میں لکھا جا چکا ہے وہی حاصل ہوگا اس سے زاید نہیں۔

چوں قسمتِ تو یکیست و دہ میطلبی
آں دہ بتو کے دہند خود قاضی باش

جب تمہاری قسمت میں ایک ہے اور تم دس کے طالب ہو۔ خود ہی فیصلہ کر لو کہ دس تمہیں کیسے مل سکتے ہیں۔

لیکن جب تم تقویٰ امرِ الٰہی کی موافقت اور نفس کی مخالفت اختیار کرو گے تو حلال و پاکیزہ اور ارزاقِ مقسومہ پہنچتے رہیں گے۔

۹ آدمی و غیر آدمی میں تمہارا فعل و تصرف جاری ہوگا۔

| |
|---|
| وَعَظَمَتُكَ وَفَخَامَتُكَ لِاَنَّهَا بِاَجْمَعِهَا تَابِعَةٌ لِرَبِّهَا |
| مُوَافِقَةٌ لَهٗ اِذْ هُوَ خَالِقُهَا وَمُنْشِئُهَا وَهِيَ مُقِرَّةٌ |
| لَهٗ بِالْعُبُوْدِيَّةِ قَالَ اللّٰهُ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ |
| بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اَيْ تَذْكُرُوْهُ |
| وَتَعْبُدُوْهُ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ |
| ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ۔ |

تمہاری عظمت و ہیبت ان پر بیٹھ جائے گی[۱۰] کیونکہ ہر چیز قدرت پروردگار کے تابع و موافق ہے وہی ان کا خالق اور از سر نو وجود دینے والا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے۔ہاں مگر تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے (س ۱۷ آیت ۴۴)

یعنی تمام اشیاء اس کا ذکر اور اس کی بندگی کا اقرار کرتی ہیں[۱۱] نیز

---

۱۰ جیسا کہ متقین، مطیعین، خائفین اور بارگاہِ ربّ العزت کی طرف متوجہ حضرات کے لیے وعدۂ الٰہی ہو چکا ہے۔

۱۱ کیونکہ تسبیح و تحمید اقرارِ بندگی کو مستلزم ہے۔

فرمایا، آمادگی یا غیر آمادگی سے میری اطاعت کے لیے آجاؤ تو انہوں نے جواب دیا[12] کہ ہم اطاعت گذار بن کر حاضر ہیں[13]

| |
|---|
| فَالْعِبَادَةُ كُلُّ الْعِبَادَةِ فِي مُخَالَفَةِ نَفْسِكَ وَهَوَاكَ |
| قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ |
| سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاهْجُرْ هَوَاكَ فَإِنَّهَا لَا مُنَازِعَ |
| يُنَازِعُنِيْ فِيْ مُلْكِيْ غَيْرُ الْهَوٰى وَالْحِكَايَةُ |
| الْمَشْهُوْرَةُ عَنْ أَبِيْ يَزِيْدَ الْبُسْطَامِيْ لَمَّا رَأٰى رَبَّ الْعِزَّةِ |
| فِي الْمَنَامِ فَقَالَ لَهٗ كَيْفَ الطَّرِيْقُ إِلَيْكَ۔ |

ساری[14] کی ساری عبادت اپنے نفس و خواہش کی مخالفت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا[15]۔ ہوائے نفس کی پیروی نہ کرو کہ یہ راہِ خدا سے ہٹا دے گی۔ نیز

---

[12] زبانِ حال کے ساتھ کہا یا انہیں قوتِ گویائی حاصل ہوگئی تو بول کر کہا۔

[13] جب تمام اشیاء اس کی مطیع اور حکم کے تابع ہیں تو یقیناً امرِ حق کی موافقت اور ہوائے نفس کی مخالفت اس کا دوست اور بندۂ خاص ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز و مکرم ہوگا تو ہر چیز خدمت بجا لائے گی کیونکہ آقا جس جانب ہو غلام بھی اسی طرف ہوتے ہیں۔

[14] تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
که گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

تو اگر اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی نہیں کرے گا تو کوئی چیز تیرے حکم سے گردن نہیں پھیرے گا۔

فرمایا[16]، نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو کیونکہ میرے ملک میں اس کے سوا کوئی چیز مجھ سے جھگڑا کرنے والی نہیں[17] ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تو عرض کیا کہ کونسا راستہ تجھ تک پہنچا دے گا؟[18]

---

[14] پھر مخالفتِ نفس کی مبالغہ و تاکید کے ساتھ نصیحت فرماتے ہیں کہ

[15] حضرت داؤد علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے۔

[16] حدیثِ قدسی میں حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم دیتے ہوئے

[17] ملکِ خدا میں ہوائے نفس کا جھگڑا یہی مخالفتِ امر اور فرمانبرداری سے سرکش ہے جو کہ درحقیقت خدائی دعویٰ کو متضمن ہے۔ بعض احمق سرکشوں سے یہ دعویٰ بالتصریح پایا گیا جیسا کہ فرعون ملعون نے کہا۔ میں تمہارا بڑا رب ہوں۔ میرے سوا کون معبود ہے۔

؎ نفس را ہفصد سر است و ہر سرے
از فراز عرش تا تحت الثریٰ

ہوائے نفس کی اتباع و موافقت انبیاءِ کرام علیہم السلام سے اگرچہ ناممکن ہے لیکن اس سے مقصود زجر و توبیخ اور مبالغہ و تاکید ہے تاکہ خبردار رہیں اور اس بھنور میں نہ گریں۔

[18] بعض نسخوں میں اس طرح ہے، اے بارِ خدایا اے خدائے بزرگ و برتر

؎ یَعْلَمُ اللّٰہ دو قدم راہ است و دیگر راہ نیست
یکے بر نفسِ خود نہد و آن دگر در کوئے دوست

اللہ تعالیٰ جانتا ہے راستہ فقط دو قدم ہے ایک قدم نفس کے سر پر رکھو اور دوسرا کوچۂ محبوب میں۔

| |
|---|
| قَالَ اُتْرُكْ نَفْسَكَ وَتَعَالَ فَقَالَ فَانْسَلَخْتُ مِنْ نَفْسِي كَمَا |
| تَنْسَلِخُ الْحَيَّةُ مِنْ جِلْدِهَا فَإِذَنِ الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي |
| مُعَادَاتِهَا فِي الْجُمْلَةِ فِي الْأَحْوَالِ كُلِّهَا فَإِنْ كُنْتَ فِي |
| حَالَةِ التَّقْوٰى فَخَالِفِ النَّفْسَ بِأَنْ تَخْرُجَ مِنْ حَرَامِ |
| الْخَلْقِ وَشُبُهَتِهِمْ وَمِنَّتِهِمْ وَالْإِتِّكَالِ عَلَيْهِمْ وَالثِّقَةِ |
| بِهِمْ وَالْخَوْفِ مِنْهُمْ وَالرَّجَاءِ بِهِمْ وَالطَّمَعِ فِيمَا عِنْدَهُمْ |
| مِنْ حُطَامِ الدُّنْيَا فَلَا تَرْجُ عَطَائَهُمْ عَلٰى طَرِيقِ |
| الْهَدِيَّةِ وَالزَّكٰوةِ أَوِ الصَّدَقَةِ۔ |

تو جواب ملا۔ نفس کو چھوڑ دو۔ آجاؤ، چنانچہ حضرت بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ میں اپنے نفس سے اس طرح باہر نکل آیا ہوں جس طرح سانپ کینچلی اتار پھینکتا ہے[20]۔

پس ساری کی ساری بھلائی ہر وقت جملہ امور میں نفس کی مخالفت میں ہے جیسا آپ حالت تقویٰ[21] میں ہیں تو لوگوں کے حرام اور مشتبہ مال سے پرہیز کرو ان کے احسان مند ہو[22] نہ ان پر اعتماد و وثوق کرو۔ نہ ان سے ڈرو نہ امیدوار بنو۔ نہ ان کے پاس جو کچھ دنیا کا سامان[23] ہے اس کا لالچ کرو، زکوٰۃ، صدقات، کفارہ

---

[20] انسلاخ کا لغوی معنیٰ کھال اتارنا۔ یہاں نفس سے انتہائی لاتعلقی اور اس سے کمال خروج سے کنایہ ہے۔

[21] ظاہر شریعت پر عمل ہے، الہام باطن، نور فراست اور حقیقت تک رسائی ابھی حاصل نہیں ہوئی۔

| |
|---|
| اَوِالْکَفَارَۃِ اَوِالنَّذْرِ فَاقْطَعْ ھَمَّكَ مِنْھُمْ مِنْ سَائِرِالْوُجُوْہِ |
| وَالْاَسْبَابِ حَتّٰی اِنْ کَانَ لَكَ نَسِیْبٌ ذُوْمَالٍ لَا تَتَمَنّٰی |
| مَوْتَہٗ لِتَرِثَ مَالَہٗ فَاخْرُجْ مِنَ الْخَلْقِ |
| جِدًّا وَاجْعَلْھُمْ کَالْبَابِ یُرَدُّ وَیُفْتَحُ وَشَجَرَۃٍ |
| تُوْجَدُ فِیْھَا ثَمَرَۃٌ تَارَۃً وَتَخْتَلُّ اُخْرٰی وَکُلٌّ |
| ذٰلِكَ بِفِعْلِ فَاعِلٍ وَتَدْبِیْرِ مُدَبِّرٍ وَھُوَاللّٰہُ |
| لِتَکُوْنَ مُوَحِّدًا لِلرَّبِّ وَلَاتَنْسَ مَعَ ذٰلِكَ کَسْبَھُمْ |
| لِتَخْلُصَ مِنْ مَذْھَبِ الْجَبْرِیَّۃِ وَاعْتَقِدْ اَنَّ الْاَفْعَالَ |
| لَا تَتِمُّ بِھِمْ دُوْنَ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ |

ہدیہ اور نذر و نیاز کا لالچ نہ کرو[24] اور مخلوق سے ہر قسم کے اسباب و تعلقات کا مقدر قصد ختم کر دو۔ حتیٰ کہ اگر کوئی قریبی مالدار ہو تو اس کی وراثت حاصل کرنے کے لیے اس کی موت کی تمنا نہ کرو[25]۔ پوری طرح مخلوق سے کنارہ کر لو انہیں اس دروازے کی طرح سمجھو جو کبھی کھلتا کبھی بند ہوتا ہے[26] یا اس درخت کی طرح جانو جو کبھی پھل دیتا ہے کبھی نہیں[27]۔ یہ سب کچھ ایک فاعل کے فعل اور مدبر کی تدبیر[28] سے ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کو خالقیت میں اکیلا تسلیم کر لو۔ اس کے باوجود مخلوق کی محنت و کسب کو فراموش نہ کرو تاکہ فرقہ جبریہ سے جدا رہو[29] اور یہ اعتقاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بغیر بندوں کے افعال مکمل نہیں ہو سکتے تاکہ تم

---

[22] کہ تم پر احسان کر کے زیرِ بارِ منت کر لیں۔

[23] حُطَام کا معنی کسی چیز کا حصہ اور ٹکڑا۔ حَطْم کا معنی ہے، توڑنا۔

۲۴ **ہدیہ اور صدقہ میں فرق** : ہدیہ اغنیا کے اعزاز و اکرام کی خاطر تواضع کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اور صدقہ فقراء پر لطف و مہربانی کرتے ہوئے دیتے ہیں۔

**کفارہ، قسم یا روزہ وغیرہ کا بدلہ** : آدمی اطاعت و مباح کی جنس کی کوئی چیز خدا کے لیے اپنے اوپر لازم کر لے۔

۲۵ اگرچہ وراثت میں بے اختیار مال حاصل ہوتا ہے لیکن آرزو اور طلب اختیاری امر ہے۔

۲۶ خود بخود کھلتا ہے نہ بند ہوتا ہے بلکہ دوسرا کھولتا اور بند کرتا ہے۔

۲۷ یعنی کاروبارِ خلق ایک حال اور طریق پر نہیں ہے اور راز خود نہیں ہے تو اس پر اعتماد و وثوق کیوں کیا جائے۔

۲۸ تدبیر کا معنی انجامِ کار پر نظر رکھنا۔

۲۹ جو حرکت اور فعل میں بندے کے اختیار کے بالکل قائل نہیں ہیں اس کی حرکت جمادات کی سی حرکت مانتے ہیں۔

| |
|---|
| كُبلاَ تعبُدُ هُمُ وَتنسَ اللهَ وَلاَ تقُلُ فِعلهُمُ دُونَ |
| اللهِ فتَكفُرَ فتكُونَ قدرِيًّا۔ |

بندہ کو افعال کا خالق مان کر ان کے پرستار نہ بن جاؤ اور خدا کو بھول نہ جاؤ[30] یہ بھی نہ کہو کہ یہ محض ان کا فعل ہے قدرتِ خداوندی کا دخل نہیں ورنہ کافر اور فرقہ قدریہ میں شامل ہو جاؤ گے[31]۔

---

[30] یعنی اگر بندوں کو اپنے افعال میں مستقل اور قادر مطلق مانو گے تو گویا ان کو معبود سمجھ لیا کیونکہ معبود کے سوا کوئی خالق مطلق نہیں ہے۔

[31] طائفہ قدریہ بندے کو اپنے افعال کا خالق مانتا ہے کہ حرکات و سکنات اس کی اپنی قدرت سے صادر ہوتی ہیں۔ قدرتِ خداوندی کا ان میں دخل نہیں ہے۔ افعالِ عباد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بایں طور کی جاتی ہے کہ وہ قدرت دینے والا اور اسباب کا خالق ہے ایسا کہنا بدعت انتہائی بُرا اور خالقیت میں شرک ہے جو کہ کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ بعض بعض علماء نے فرمایا ہے کہ قدریہ اس قول میں ثنویہ سے بھی بدتر ہے وہ تو جہاں میں دو خدا مانتے ہیں اور یہ لاتعداد شرکاء ثابت کرتے ہیں۔

واقع میں بندوں کے افعال عالم میں داخل ہیں جب تمام عالم اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے تو بندوں کے افعال بھی اسی کی مخلوق قرار پائیں گے۔ نیز بندے کی ذات و صفات اور آلات و اسباب کی طرف سے ہیں تو ان کا اثر و نتیجہ بھی اسی کی طرف سے ہوگا۔ نیز بندوں کی ذات و صفات تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور افعال بندوں کی طرف سے ہوں تو یہ غیر معقول بات ہے۔

تَبَّتُ الْجِدَارَ ثُمَّ انْقُشْ کہ پہلے دیوار بناؤ پھر اس پر نقش ونگار کرو۔

چیزیکہ وجود او بخود نیست
ہستیش نہادن ازخرد نیست

جس کا وجود ہی اپنا نہ ہو اسے وجود کا دعویٰ کرنا عقلمندی نہیں ہے۔

| |
|---|
| لٰکِنْ قُلْ هِیَ لِلّٰهِ خَلْقًا وَلِلْعِبَادِ کَسْبًا کَمَا جَاءَتْ بِهِ الْاٰثَارُ |
| لِبَیَانِ مَوْضِعِ الْجَزَاءِ مِنَ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ۔ |

بلکہ اس طرح کہو کہ افعالِ بندگان مخلوقِ خدا ہیں اور بندوں کا کسب ان میں دخل ہے[۳۲] جیسا کہ ثواب وعقاب کے سلسلے میں بیان ہونے والی احادیث سے واضح ہے۔[۳۳]

---

## ۳۲ بندوں کے افعال کے بارے میں اہلسنّت کا مسلک

یہ اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے جو جبر وقدر کے درمیان ہے مُعلّم العارفین امام مناطق بالحق ابو عبد اللہ جعفر صادق علیه وعلی آباءہ الکرام التحیة والسلام نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

لَا جَبْرَ وَلَا قَدَرَ وَلٰکِنْ اَمْرٌ بَیْنَ اَمْرَیْنِ کہ نہ جبر ہے نہ قدر بلکہ معاملہ ان کے درمیان ہے۔

تحقیقِ کلام: اللہ تعالیٰ اشیاء کو دو طرح پیدا فرماتا ہے (۱) بااسباب۔ (۲) بلا اسباب۔ ان کو اسباب عادی کہتے ہیں مثلاً آگ حرارت دینے کے لیے،

کھانا سیر کرنے کے لیے، پانی سیراب کرنے کے لیے۔ عادتِ الٰہیہ اس طرح جاری ہے کہ مسببات کو اسباب کے بغیر پیدا نہیں کرتا باوجودیکہ وہ قادر ہے بلا اسباب پیدا کر سکتا ہے اگر چاہے تو اسباب کے باوجود پیدا نہ کرے اسے خرقِ عادت کہتے ہیں۔ بندوں کی حرکات و سکنات کے پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے ارادوں کو سبب قرار دیا ہے۔ آیات و احادیث بھی اس پر دال ہیں کہ بندوں کا اپنے افعال میں کسب کا دخل ہونے پر ہی امر و نہی کا دار و مدار ہے جیسا کہ حضرت سرکارِ بغداد رضی اللہ عنہ آگے ذکر فرماتے ہیں:

۲۳؎ لفظ مَوْضع کا مفہوم بہت وسیع ہے اس سے مراد یا تو جنّت و دوزخ ہیں کہ جزائے اعمال میں واردشدہ آثار بندوں کے فعل و عمل کو ثابت کرتے ہیں اور افعال کی بندوں کی طرف اضافت و اسناد صریحاً اور دلالۃً اس پر ناطق ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے علی الاطلاق افعال و غیر افعال کا خالق ثابت کرنے میں آیات و احادیث وارد ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور اس کو جو تم عمل کرتے ہو۔

یہ چیزیں دونوں جانبوں کو ثابت کرتی ہیں لہٰذا دونوں کو تسلیم کرنا اور ان پر ایمان لانا ہوگا اور دونوں جانبوں کی رعایت کرنا ہوگی" اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقتِ حال کو خوب جانتا ہے"۔ محققین فرماتے ہیں کہ یہ ایک ایسا راز ہے جو اس دارِ تکلیف میں کسی پر نہیں کھلا اور دارِ آخرت میں دخولِ جنّت کے بعد اس کے انکشاف کی صورت نکل سکتی ہے۔

ے فرداکہ پیشگاہ حقیقت شود پدید
شرمندہ روشوی کہ عمل بر مجاز کرد

کل جب حقیقت آشکارا ہو جائے گی تو تمہیں مجاز پر عمل کرنے کی وجہ سے شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔

ے آئمۃ چوں نقاب از رخِ خود بکشاید
در زیر پردہ بیام خانہ بیروں آید

ے ہر سترکہ بتاریکی شب پنہاں بود
در پرتوی روی وے عیاں بنماید

وہ ماہتاب بالاخانہ سے باہر آکر جب رُخِ زیبا سے پردہ اُٹھائے گا تو تاریکی شب کی وجہ سے پنہاں تمام اسرار اس کے عکس سے عیاں ہو جائیں گے۔

| |
|---|
| وَامْتَثِلْ أَمْرَ اللهِ فِيهِمْ وَخَلِّصْ قِسْمَكَ مِنْهُمْ |
| بِأَمْرِهِ وَلَا تُجَاوِزْهُ فَحُكْمُ اللهِ قَائِمٌ يَحْكُمُ عَلَيْكَ |
| وَعَلَيْهِمْ فَلَا تَكُنْ أَنْتَ الْحَاكِمَ وَكَوْنُكَ مَعَهُمْ |
| قَدَرٌ وَالْقَدَرُ ظُلْمَةٌ فَادْخُلْ فِي الظُّلْمَةِ |
| بِالْمِصْبَاحِ وَهُوَ الْحَاكِمُ كِتَابُ اللهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهِ |
| لَا تَخْرُجْ عَنْهُمَا فَإِنْ خَطَرَ خَطْرٌ أَوْ وُجِدَ إِلْهَامٌ |
| فَاعْرِضْهُمَا عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ. |

بندوں کے بارے میں احکامِ الٰہی کی تعمیل کرو اور اپنے حصے حکم خدا کے مطابق حد اکر لو[۳۴] اس سے تجاوز نہ کرو کیونکہ اس کا حکم قائم ہے وہ تم پر اور ان لوگوں پر حکم جاری فرماتا ہے[۳۵]۔ پس تم حاکم نہ بن بیٹھو اور تمہارا ان کے ساتھ ہونا قدر ہے[۳۶] اور اعتقاد قدر تاریکی ہے[۳۷]۔ اور تاریکی میں چراغ لے کر داخل ہو جو کہ حدِ فاصل ہے[۳۸] یعنی وہ کتاب و سنّت ہے ان سے باہر نہ نکلو اگر تمہارے دل میں خیال یا الہام پیدا ہو تو اسے کتاب و سنّت کے سامنے پیش کر دو[۳۹]۔

---

۳۴ یعنی ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کے تابع رہو مخلوق کے بارے میں بھی اور اپنے حق میں بھی۔

۳۵ حکم تشریعی یا ارادی اور تم تمام اس کے محکوم مغلوب اور مقہور رہو۔

۳۶ افعال کی بروجہ استقلال بندوں کی طرف نسبت اور ان سے نفع و نقصان اور خیر و شر سمجھنا ان کے لیے قدرت اور خلق کے اثبات کو مستلزم ہے۔

۳۷ بندوں کے لیے دعویٰ خالقیت و قادریت نورِ توحید سے خارج اور ظلمتِ شرک میں داخل ہونے کا سبب ہے۔

فَاِنْ وَجَدْتَ فِيْهِمَا تَحْرِيْمَ ذٰلِكَ مِثْلَ اَنْ تُلْهَمَ
بِالزِّنَاءِ وَالرِّبَاءِ اَوْ مُخَالَطَةِ اَهْلِ الْفِسْقِ وَالْفُجُوْرِ
وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْمَعَاصِيْ فَادْفَعْهُ عَنْكَ وَاهْجُرْهُ
وَلَا تَقْبَلْهُ وَلَا تَعْمَلْ بِهٖ وَاقْطَعْ بِاَنَّهٗ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيْمِ فَاِنْ وَجَدْتَ فِيْهِمَا اِبَاحَتَهٗ كَالشَّهْوَاتِ
الْمُبَاحَةِ مِنَ الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ وَاللُّبْسِ
وَالنِّكَاحِ فَاهْجُرْهُ اَيْضًا وَلَا تَقْبَلْهُ۔

اور ان میں وہ کام حرام بتایا گیا ہو مثلاً زنا کرنے، سود لینے، فاسق وفاجر اور جھوٹے لوگوں سے تعلقات استوار کرنے اور اس قسم کے گناہوں کے متعلق الہام ہو تو اسے دفع دور کر دو، قبول نہ کرو اور اس پر عمل پیرا نہ ہو اور یقین کر لو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس شیطان کی طرف سے ہے اور یہ امور کتاب و سنت میں مباح قرار دیے گئے ہیں مثلاً کھانے پینے اور نکاح کی خواہش تو اسے بھی چھوڑ دو اور قبول نہ کرو

۳۸ے حق و باطل کے درمیان جیسا کہ آفتاب ظلمت و نور کے درمیان۔

۳۹ے اور کتاب و سنت پر پیش کرو اگر انکے مطابق ہو تو عمل کر لو۔ ورنہ اس پر اعتماد و اعتبار نہ کرتے ہوئے اسے رد کر دو اگرچہ حق تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوتا ہو گر وہ فی الواقع حق تعالیٰ کی طرف سے نہیں تو فبہا، اور اگر ہے تو ممکن ہے ابتلا و امتحان ہو۔ ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس راہ کے سالکین سے جب کوئی نکتہ میرے دل میں پیدا ہوتا ہے اور حسن و جمال کے ساتھ جلوہ دکھاتا ہے تو میں اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور کہتا ہوں کہ اپنے صدق پر دو صادق عادل گواہ پیش کر دو گے تو قبول کر لوں گا ورنہ نہیں وہ دو گواہ کتاب و سنت ہیں۔

| |
|---|
| وَاعْلَمْ اَنَّهٗ مِنْ اِلْهَامِ النَّفْسِ وَشَهْوَاتِهَا وَقَدْ اُمِرْتَ |
| بِمُخَالَفَتِهَا وَعَدَاوَتِهَا وَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِی الْكِتَابِ |
| وَالسُّنَّةِ تَحْرِيْمَهٗ وَلَا اِبَاحَتَهٗ بَلْ هُوَ اَمْرٌ لَا تَعْقِلُهٗ |
| مِثْلُ اَنْ يُّقَالَ لَكَ اِيْتِ مَوْضِعَ كَذَا وَكَذَا الْقِ |
| فُلَانًا صَالِحًا وَلَا حَاجَةً لَكَ هُنَاكَ وَلَا فِی الصَّالِحِ |
| لِاِسْتِغْنَائِكَ عَنْهُ بِمَا اَوْلَاكَ اللّٰهُ مِنْ نِعْمَةٍ مِنَ |
| الْعِلْمِ وَالْمَعْرِفَةِ فَتَوَقَّفْ فِیْ ذٰلِكَ وَلَا تُبَادِرْ اِلَيْهِ |
| فَتَقُوْلُ هَلْ هٰذَا الْاِلْهَامُ مِنَ الْحَقِّ فَاَعْمَلُ بِهٖ |
| بَلِ انْتَظِرِ الْخِيَرَةَ فِیْ ذٰلِكَ وَفِعْلُ الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ |
| بِاَنْ يَّتَكَرَّرَ ذٰلِكَ الْاِلْهَامُ وَتُؤْمَرُ بِالسَّعْیِ ۔ |

اور جان لو کہ یہ نفس اور اس کی تمناؤں کی طرف سے الہام ہے اور تمہیں ان کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے اور اگر ان کی حرمت و اباحت کا حکم موجود نہ پاؤ بلکہ تم اس کو سمجھتے ہی نہیں [40] مثلاً یہ کہ تمہیں کہا جائے فلاں خاص مقام پر جا کر فلاں آدمی سے ملاقات کرو جب کہ تمہیں وہاں جانے اور کسی نیک آدمی سے ملنے کی حاجت نہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علم و معرفت کی وجہ سے اس سے مستغنی ہو تو جلدی نہ کرو توقف سے کام لو اور سوچو کیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہے تو اس پر عمل کرو [41] بلکہ اسے اختیار کرنے اور فعلِ حق تعالیٰ کا انتظار کرو [42] اختیار اور فعلِ حق معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ الہام بار بار ہو تمہیں اس پر عمل کرنے کا حکم دیا جائے یا کوئی ایسی نشانی ظاہر ہو

---

[40] اس کی حرمت یا اباحت کو سمجھ نہیں رہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے یا نفس کی طرف سے۔

| |
|---|
| أَوْ عَلَامَةٌ تَظْهَرُ لِأَهْلِ الْعِلْمِ بِاللهِ عَزَّوَجَلَّ |
| يَعْقِلُهَا الْعُقَلُ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ وَالْمُؤَيَّدُوْنَ مِنَ |
| الْأَبْدَالِ وَإِنَّمَا لَمْ تُبَادِرْ إِلَى ذٰلِكَ لِأَنَّكَ لَا تَعْلَمُ |
| عَاقِبَتَهٗ وَمَا يَئُوْلُ الْأَمْرُ إِلَيْهِ وَمَا كَانَ فِيْهِ فِتْنَةٌ |
| وَهَلَاكًا وَمَكْرًا مِّنَ اللهِ وَامْتِحَانًا فَاصْبِرْ حَتّٰى |
| يَكُوْنَ هُوَ الْفَاعِلُ فِيْكَ فَإِذَا تَجَرَّدَ الْفِعْلُ وَحُمِلْتَ |
| إِلٰى هُنَاكَ وَاسْتَقْبَلَتْكَ فِتْنَةٌ كُنْتَ مَحْمُوْلًا مَحْفُوْظًا فِيْهَا۔ |

جو عالم باللہ انسانوں پر ظاہر ہوتی ہے اور صاحب عقل اولیاء[۴۳] اور خدائی تائید یافتہ ابدال اسے سمجھ لیتے ہیں۔

ایسے امور میں جلدی نہ کرو کیونکہ اس کا مقصد اور انجام تمہیں معلوم نہیں ہے[۴۴] اور جس کام میں فتنہ، ہلاکت، خفیہ تدبیر اور امتحان ہو اس میں صبر کرنا چاہیے حتیٰ کہ تمہارے اختیار کے بغیر تم میں خود اللہ تعالیٰ فعل کرے۔ جب فضل الٰہی تمہارا ارادہ و اختیار کی آمیزش سے خالی ہوگا تو تمہیں دل میں پیدا ہونے والے مقام تک پہنچا دیا جائے گا اور جو آزمائش آئے گی اس سے بلند اور محفوظ کر دیئے جاؤ گے[۴۵] کیونکہ اپنے فعل پر[۴۶]

---

۴۱ صرف ایک بار سوچنے اور حقیقت معلوم کرنے میں جلدی نہ کرو۔

۴۲ تاکہ تم پر ظاہر ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مختار و اولیٰ کیا ہے اور وہ اپنے فعل و اختیار سے کس جانب لے جاتا ہے کہ کرنا چاہیے یا نہ۔ تاکہ تم اپنے فعل و اختیار سے اس میں نہ پڑو۔

معذرت کرو اور ادائے امر میں تقصیر اور اطاعت کے شرف سے مشرف ہونے کا سبب پوری کاوش سے معلوم کرو[18] شاید اس کی وجہ سے تمہارے[19] دعووں کی شامت معہ عبادت میں کوئی بے ادبی،[20] حماقت و سستی اور اپنی قوت و صلاحیت پر بھروسہ خودپسندی[21]

شَرِكُكَ اِيَّاهُ بِنَفْسِكَ وَ بِخَلْقِهٖ فَصَدَّكَ عَنْ بَابِهٖ
وَعَزَلَكَ عَنْ طَاعَتِهٖ وَخِدْمَتِهٖ وَ قَطَعَ عَنْكَ مَدَدَ
تَوْفِيْقِهٖ وَوَلّٰى عَنْكَ وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ وَمَقَتَكَ وَقَلَاكَ
وَشَغَلَكَ بِبَلَاۗئِكَ دُنْيَاكَ وَهَوَاكَ وَاِرَادَتِكَ وَمُنَاكَ
اَمَا تَعْلَمُ اَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ مُشْغِلٌ عَنْ مَوْلَاكَ وَمُسْقِطُكَ
عَنْ عَيْنِ الَّذِيْ خَلَقَكَ وَرَبَّاكَ وَخَوَّلَكَ وَ اَعْطَاكَ
وَحَبَاكَ اِحْذَرْ لِئَلَّا يُلْهِيَكَ عَنْ مَوْلَاكَ غَيْرُ مَوْلَاكَ
كُلُّ مَنْ سِوٰى مَوْلَاكَ غَيْرُهٗ فَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْهِ غَيْرَهٗ

اور خدا کے ساتھ اپنے نفس اور اس کی خواہشات یا مخلوق میں سے کسی کو[22] شریک کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے در سے دور اور اطاعت و خدمت

---

[18] یعنی اس ناتوانی اور بے توفیقی کا سبب معلوم کرنے کے لیے اپنے حال اور باطن میں غور و خوض کرو۔

[19] جو تم نے قربِ حق اور وصول مقالاتِ بلند کے متعلق جھوٹے اور بے سند دعوے کر رکھے ہیں۔

[20] کہ جیسے چاہیے تھی اس طرح بجا نہیں لائے۔

[21] کہ تم اپنے آپ کو اور اپنے عمل کو بہت عمدہ خیال کرو۔

| |
|---|
| وَالْقِسْمُ الثَّانِیْ مَا کَانَ بِاَمْرٍ بَاطِنٍ وَهُوَ اَمْرُ الْحَقِّ |
| یَأْمُرُ عَبْدَہٗ وَیَنْهَاهُ وَاِنَّمَا یَتَحَقَّقُ هٰذَا الْاَمْرُ |
| فِی الْمُبَاحِ الَّذِیْ لَیْسَ لَهٗ حُکْمٌ فِی الشَّرْعِ عَلٰی مَعْنیٰ |
| اَنَّهٗ لَیْسَ مِنْ قَبِیْلِ النَّهْیِ وَلَا مِنْ قَبِیْلِ الْاَمْرِ |
| الْوَاجِبِ بَلْ هُوَ مُهْمَلٌ تُرِكَ الْعَبْدُ یَتَصَرَّفُ فِیْهِ |
| بِاخْتِیَارِہٖ فَسُمِّیَ مُبَاحًا فَلَا یُحْدِثُ الْعَبْدُ فِیْهِ شَیْئًا |
| مِّنْ عِنْدِہٖ بَلْ یَنْتَظِرُ الْاَمْرَ فِیْهِ فَاِذَا اُمِرَ امْتَثَلَ |
| فَیَصِیْرُ حَرَکَاتُهٗ وَسَکَنَاتُهٗ بِاللّٰهِ مَا فِی الشَّرْعِ |
| حُکْمُهٗ فَبِالشَّرْعِ وَمَا لَیْسَ لَهٗ حُکْمٌ فِی الشَّرْعِ |
| فَبِالْاَمْرِ الْبَاطِنِ فَحِیْنَئِذٍ یَصِیْرُ مُحِقًّا مِّنْ اَهْلِ الْحَقِیْقَةِ |

اتباعِ امر کی دوسری قسم کہ مامور بامرِ باطنی ہو یہی وہ امر ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو حکم دیتا ہے یا منع فرماتا ہے اور یہ اس مباح کام میں متحقق ہوگا جہاں شریعت کا حکم وارد نہیں ہے۔ بایں معنی کو وہ قطعی ممانعت اور امرِ واجب کے قبیل سے نہ ہو[۵۲] بلکہ وہ ایک مہمل امر ہے جس میں بندے کو کرنے اور نہ کرنے کا اختیار حاصل ہے[۵۳] اسے مباح کہتے ہیں[۵۴] اسمیں بندہ اپنی طرف سے ترمیم و تنسیخ نہ کرے بلکہ اسے کرنے یا نہ کرنے کے حکم کا انتظار کرے۔ جب حکم ہونے پر بجالائے گا تو اس کی سب حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں گی۔ جس کام کا حکم شرع میں ہے وہ اس کے مطابق اور جس کا حکم شریعت میں نہیں وہ باطنی امر سے انجام دے گا تو وہ آدمی یقیناً

---

۵۲ کیونکہ واجب اور ممنوع کام کے خلاف امر باطن کا دعویٰ باطل قرار

طرح کوشاں رہتا ہو تو وہ منزلِ مقصود یعنی قرب وحصولِ حق تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر نوافل کی مکمل پابندی کرے وہ بھی ممکن نہیں مگر ترک منہیات و مکروہات میں کوتاہی دکھلائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ جیسا کہ مریض پرہیز مکمل طور پر کرے، لیکن ادویات اور معجونیں استعمال نہ کرے تو شفاء کی امید ہے اگرچہ بدیر سہی بخلاف اس مریض کے جو ادویات تو استعمال کر رہا ہے مگر پرہیز نہیں کرتا تو دن بدن اس کا حال تباہ ہو جائے گا اگر دونوں کو بجالائے تو یقیناً انفع و اولیٰ ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ منتہی نفلی عبادات میں مختار ہے اگر فرائض وسنن پر ہی اقتصار کرلے تو مقام سے نیچے گرے گا اگرچہ ترقی نہیں ہوگی جیسا کہ عوارف المعارف میں ہے

| |
|---|
| وَالْقِسْمُ الثَّانِيْ مَاكَانَ بِاَمْرٍ بَاطِنٍ وَهُوَ اَمْرُ الْحَقِّ |
| يَأْمُرُ عَبْدَهٗ وَيَنْهَاهُ وَاِنَّمَا يَتَحَقَّقُ هٰذَا الْاَمْرُ |
| فِي الْمُبَاحِ الَّذِيْ لَيْسَ لَهٗ حُكْمٌ فِي الشَّرْعِ عَلٰى مَعْنٰى |
| اَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ قَبِيْلِ النَّهْيِ وَلَا مِنْ قَبِيْلِ الْاَمْرِ |
| الْوَاجِبِ بَلْ هُوَ مُهْمَلٌ تُرِكَ الْعَبْدُ يَتَصَرَّفُ فِيْهِ |
| بِاخْتِيَارِهٖ فَسُمِّيَ مُبَاحًا فَلَا يُحْدِثُ الْعَبْدُ فِيْهِ شَيْئًا |
| مِنْ عِنْدِهٖ بَلْ يَنْتَظِرُ الْاَمْرَ فِيْهِ فَاِذَا اُمِرَ امْتَثَلَ |
| فَيَصِيْرُ حَرَكَاتُهٗ وَسَكَنَاتُهٗ بِاللّٰهِ مَافِي الشَّرْعِ |
| حُكْمُهٗ فَبِالشَّرْعِ وَمَالَيْسَ لَهٗ حُكْمٌ فِي الشَّرْعِ |
| فَبِالْاَمْرِ الْبَاطِنِ ثُمَّ يَصِيْرُ مُحِقًّا مِنْ اَهْلِ الْحَقِيْقَةِ |

اتباعِ امر کی دوسری قسم کہ مامور بامر باطنی ہو یہی وہ امر ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو حکم دیتا ہے یا منع فرماتا ہے اور یہ اس مباح کام میں متحقق ہوگا جہاں شریعت کا حکم وارد نہیں ہے۔ بایں معنی کو وہ قطعی ممانعت اور امرِ واجب کے قبیل سے نہ ہو[52] بلکہ وہ ایک مہمل امر ہے جس میں بندے کو کرنے اور نہ کرنے کا اختیار حاصل ہے[53] اسے مباح کہتے ہیں[54] اسمیں بندہ اپنی طرف سے ترمیم و تنسیخ نہ کرے بلکہ اسے کرنے یا نہ کرنے کے حکم کا انتظار کرے۔ جب حکم ہونے پر بجالائے گا تو اس کی سب حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں گی۔ جس کام کا حکم شرع میں ہے وہ اس کے مطابق اور جس کا حکم شریعت میں نہیں وہ باطنی امر سے انجام دے گا تو وہ آدمی یقیناً

---

[52] کیونکہ واجب اور ممنوع کام کے خلاف امر باطن کا دعویٰ باطل قرار

| |
|---|
| وَمَا لَيْسَ فِيْهِ اَمْرٌ بَاطِنٌ فَهُوَ مُجَرَّدُ الْفِعْلِ حَالَةُ |
| التَّسْلِيْمِ وَاِنْ كُنْتَ فِيْ حَالَةِ حَقِّ الْحَقِّ وَهِيَ حَالَةُ |
| الْمَحْوِ وَالْفَنَاءِ وَهِيَ حَالَةُ الْاَبْدَالِ الْمُنْكَسِرِي |
| الْقُلُوْبِ لِاَجْلِهِ الْمُوَحِّدِيْنَ الْعَارِفِيْنَ اَرْبَابِ |
| الْعُلُوْمِ وَالْعَقْلِ السَّادَةِ الْاُمَرَآءِ الشِّحَنِ خُفَرَآءِ |
| الْخَلْقِ خُلَفَاءِ الرَّحْمٰنِ وَاَخِلَّائِهٖ وَاَعْيَانِهٖ وَ |
| اَحِبَّآئِهٖ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَاتِّبَاعُ الْاَمْرِ فِيْهَا۔ |

اہلِ حقیقت سے ہو جائے گا اور جس کام میں امرِ باطن نہیں[55] وہ خالص فعل حق، تقدیرِ الٰہی اور حالتِ تسلیم ہے۔ اگر تم حق الحق کی منزل میں ہو تو وہ حالتِ محو و فنا ہے جو کہ حالتِ ابدال ہے جن کے قلوب اللہ تعالیٰ کی خاطر شکستہ ہو چکے ہیں۔ یہی لوگ موحد ہیں، عارف ہیں علم و عقل کے مالک

---

پائے گا، جیسا کہ سرکارِ بغداد کے دیگر مقامات پر آئے گا کہ "جس حقیقت کو شریعت رد کر دے وہ زندقہ ہے" یعنی اگر کسی کو خلافِ شرع کام کا شرف ہو اور اس پر مامور ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ باطل ہے اگر اس کا اعتقاد بھی رکھے تو کافر و زندیق ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ ہاں امرِ مباح کہ شریعتِ غرّاء کا حکم موجود نہ ہو امرِ باطن سے مامور ہو تو جائز ہے جیسا کہ خود حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

۵۳ کیونکہ نہ وہ واجب ہے نہ حرام بلکہ اس میں امر و نہی کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

۵۴ مباح بَوْحٌ سے مشتق ہے بمعنی فراخ ہونے اور ظاہر ہونا کہتے ہیں بَاحَتِ الدَّارُ گھر وسیع ہے اور بَاحَ بِسِرِّہٖ اپنے راز کو ظاہر کر دیا۔

۵۵ نہ ہی حکمِ شرع وارد ہے۔

ہیں، سادات و امراء ہیں، بلاد اللہ کے کارگذار خلق کے نگہبان ہیں خدا تعالیٰ کے خلفاء و برگذیدہ[55] ہیں اور اس کے دوست ہیں علیہم السلام۔

اس حالت[58] میں امر قہری وارادی کی اتباع یہی ہے کہ تم اپنی ذات کی مخالفت کرو اپنے حول و قوت سے بیزار ہو جاؤ[59] کہ دنیا و آخرت کی کسی

| |
|---|
| بِمُخَالَفَتِكَ اِيَّاكَ بِالتَّبَرِّيْ مِنَ الْحَوْلِ وَالْقُوَّةِ وَاَنْ |
| لَّا يَكُوْنَ لَكَ اِرَادَةٌ وَّهِمَّةٌ فِيْ شَيْئٍ اَلْبَتَّةَ دُنْيَا |
| وَّعُقْبٰى فَتَكُوْنُ عَبْدَ الْمَلِكِ لَا عَبْدَ الْمُلْكِ وَعَبْدَ |
| الْاَمْرِ لَا عَبْدَ الْهَوٰى كَالطِّفْلِ مَعَ الظِّئْرِ وَالْمَيِّتِ |
| الْغَسِيْلِ مَعَ الْغَاسِلِ وَالْمَرِيْضِ الْمَغْلُوْبِ عَلٰى حِسِّهٖ |
| بَيْنَ يَدَيِ الطَّبِيْبِ فِيْمَا سِوَى الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ۔ |

چیز کے خواہشمند نہ رہو پھر ملک کے نہیں مالک الموت کے غلام بن جاؤ گے امر حق کے غلام ہو گئے خواہشات کے نہیں[61] خدا کے سامنے تمہارا معاملہ ایسا ہی ہوگا جیسے شیر خوار بچہ دایہ کے ہاتھوں میں، نہلایا ہوا مردہ غسّال کے ہاتھوں میں یا بے ہوش مریض طبیب کے روبرو ہوتا ہے یہ بے قصد و بے ارادہ ہونا اور تسلیم و رضا امر و نہی کے غیر میں ہے[62]

---

[56] یہ تمام حرکات اور ارادوں سے مٹ جانے والی ہے اور حالت حقیقت سے بالاتر ہے کہ حالتِ حقیقت میں امرِ باطن امتثالِ فعل اور بندے کی طرف فعل و ارادہ کی نسبت ہوتی ہے جو کہ حالتِ اولیاء ہے اور اس میں مذکورہ چیزوں سے کوئی نہیں ہے۔

۵۷ اَعْیَان جمع عَیْن کا دوسرا معنی دیدہ بیں اور جاسوس ہے۔

۵۸ جب کہ گذشتہ حالات میں نفس وھویٰ کی مخالفت تھی۔

۵۹ توانا و طاقتور ہو اور حیات و حرکات یعنی قصد و ارادہ سے نکل آؤ۔

۶۰ یعنی تمہارا معاملہ افعالِ خدا، جہاں اور اس کے وجود کے ساتھ نہیں ہوگا بلکہ خود ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کے شہود سے ہوگا۔

۶۱ جوکہ امرِ تشریعی میں ہوتا ہے ممکن ہے لفظ الامر اسم فاعل ہو۔

۶۲ کیونکہ جس میں امر یا نہی واقع ہے وہ تو وظیفہ بندی ہے اسے بہر حال ادا کرنا ہے اس کے بجالانے میں اگر قصد و ارادہ کا دخل ہوگا تو اس لحاظ سے کہ شارع کا ارادہ ہے کہ بندہ ارادہ کرے اور اسے چاہے، یہ بھی محویت و فنا کی ایک قسم ہے۔

# اَلْمَقَالَةُ الْحَادِيَةُ عَشَرَ ١١

قَالَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِذَا اُلْقِيَتْ عَلَيْكَ شَهْوَةُ النِّكَاحِ فِیْ حَالَةِ الْفَقْرِ وَعَجَزْتَ عَنْ مُؤْنَتِهٖ فَصَبَرْتَ عَنْهُ مُنْتَظِرًا لِلْفَرَجِ مِنَ الْبَارِیْ اِمَّا بِزَوَالِهَا وَاِقْلَاعِهَا عَنْكَ بِقُدْرَتِهِ الَّتِیْ اَلْقَاهَا عَلَيْكَ وَاَوْجَدَهَا فِيْكَ فَيُعِيْنُكَ وَيَصُوْنُكَ مِنْ حَمْلِ مُؤْنَتِهَا اَيْضًا بِاِيْصَالِهَا اِلَيْكَ مَوْهِبَةً مَهْنِيًّا مُكْفِيًّا مِنْ غَيْرِ ثِقْلٍ فِی الدُّنْيَا وَلَا تَعَبَةٍ فِی الْعُقْبٰی سَمَّاكَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ صَابِرًا شَاكِرًا

## مقالہ ۱۱: خواہشات کیا ہیں؟

حضرت غوث صمدانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب فقر و فاقہ کی حالت میں رغبتِ جماع یا میلانِ نکاح پیدا کیا جائے اور تم اس بوجھ کو برداشت کرنے سے عاجز ہو تو اللہ تعالیٰ سے خوشحالی کے منتظر رہو کہ وہ اللہ تعالیٰ نے جس قدرت سے خواہش تم میں ڈالی اور پیدا کی ہے اسی قدرت سے زائل اور دور کر دے گا کہ تمہاری امداد فرما کر اس بارگران کو اٹھانے سے محفوظ فرما دے گا[2] دنیا و عقبیٰ کی کسی قسم کی گرانی کے بغیر تہنیت و مبارکباد دیتے ہوئے تمام مشقوں سے کفایت کرتے ہوئے بطریق بخشش و احسان وہ خواہش والی چیز تمہارے پاس پہنچا کر مدد فرمائے گا[3] اور تمہارا نام صابر و شاکر رکھ دے گا کیونکہ تم نے صبر کیا ہے[4]

---

[1] یعنی جس طرح قدرت پیدا کی ہے اسی طرح اس کے نکالنے پر بھی قادر ہے

| |
|---|
| لِصَبْرِكَ عَنْهَا رَاضِيًا بِقِسْمَتِهٖ فَزَادَكَ عِصْمَةً وَقُوَّةً ۔ |
| فَاِنْ كَانَتْ قِسْمًا سَاقَهَا اِلَيْكَ مَكْفِيًّا مُهَنِّيًا فَيَنْقَلِبُ |
| الصَّبْرُ شُكْرًا وَهُوَ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَ الشَّاكِرِيْنَ |
| بِالزِّيَادَةِ فِي الْعَطَاءِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَئِنْ شَكَرْتُمْ |
| لَاَزِيْدَنَّكُمْ زِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ |
| وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ قِسْمًا لَكَ فَالْغِنَاءُ عَنْهَا بِقَلْعِهَا |
| مِنَ الْقَلْبِ اِنْ شَاءَتِ النَّفْسُ اَوْ اَبَتْ ۔ |

اور تمہارا نام "اپنی قسمت پر راضی" رکھے گا[5] پھر تم میں گناہ سے بچنے کی صلاحیت اور نیکی کی قوت زیادہ کر دی جائے گی ۔ اور اگر خواہش والی چیز تمہاری قسمت میں ہوئی تو اللہ تعالیٰ بابرکت و باکفایت تم تک پہنچا دے گا اور صبر شکر میں تبدیل ہو جائے[6] گا اور اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو زیادہ عطا کرنے کا وعدہ فرما چکا ہے[7] اور اگر وہ (خواہش والی) چیز تمہاری قسمت میں نہیں تو اسے دل سے نکالتے ہوئے بے نیاز کر دے گا نفس اسے چاہے یا نہ چاہے[8]۔

---

[2] خواہش کو سر سے دور کر دینا اور اس کی مشقت سے بچا لینا نگہداشت میں ہی داخل ہے۔

[3] یعنی جب نکاح کی خواہش ظاہر ہوا اور تم کشادگی تک صبر کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان دو طریقوں سے ایک طریقہ کے ساتھ تمہاری مدد کی جائے گی۔

[4] اور کشادگی پر شکر کیا ہے ۔ صبر درحقیقت شکر اور غیر شکر ہر قسم کی طاعات کو شامل ہے اور وہ صبر کے افراد ہیں اس لیے صبر کا ذکر فرمایا شکر کا نہیں۔

| |
|---|
| فَلَازِمِ الصَّبْرَ وَخَالِفِ الْهَوٰى وَعَانِقِ الْاَمْرَ وَارْضَ |
| بِالْقَضَآءِ وَارْجُ بِذٰلِكَ الْفَضْلَ وَالْعَطَآءَ وَقَدْ |
| قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۵ |

تو خلاصۃ المرام یہی ہے کہ اس باب بلکہ جمیع ابواب میں صبر اور مخالفت ہوائے نفس کو لازم کر لو۔ امور شریعت پر پوری طرح کاربند اور قضاء قدر کے حکم پر راضی رہتے ہوئے اس کے فضل و عنایت کے امیدوار رہو[9] اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی (زمر: ۱۰، آیت ۳۹)

---

۵ کیونکہ تم نے اضطراب کا اظہار نہیں کیا اور خواہش کو پورا کرنے کے لیے دوڑ دھوپ نہیں کی۔

۶ درحقیقت دوام صبر بالآخر شکر تک لے جاتا ہے اور صبر کی تلخی معدوم ہو جاتی ہے تو مقام رضا حاصل ہو جاتا ہے۔

ے صبر تلخ است ولیکن بر شیرین دارد

صبر تلخ ہے لیکن پھل میٹھا رکھتا ہے۔

اگرچہ علی الفور حصول مطلوب و مقصود بھی خوشگوار اور شیرین ہے

۷ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اگر تم شکر کرو گے تو زیادہ دوں گا" شکر پر وعدۂ زیادتی کو ناکافی سمجھتے ہوئے کفران نعمت پر وعید کی تاکید و تقریر فرماتے ہوئے کہا "اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے"۔

۸ کہ جو نصیب میں نہ ہو اس کے حصول میں غور و فکر کرنا فضول تشویش وقت تفرقۂ خاطر اور نزاع در قضا کا سبب ہے۔

ؔ کارِ مسلم کا خلاصہ یہی دو چیزیں ہیں (۱) امرِ شریعی کی پابندی (۲) اور حکمِ ارادی کو تسلیم کرنا کہ جو کہیں وہ کرو جس طرح رکھیں اس طرح رہو۔ پہلی قسمت کا نام عبادت ہے اور دوسری قسم کا نام عبودیت اور دونوں کا مرجع ومآل صبر ہی ہے۔

ؔ ؔ (۱) صبر کن صبر کہ جز صبر دوائے نہ بود
ہر کرا دست غم عشق رگِ جاں گیرد
(۲) چکند گر سر تسلیم ندارد در پیش
ہر کرا پنجۂ عشق تو گریبان گیرد

(۱) غمِ عشق کا ہاتھ جس شخص کی شہ رگ کو پکڑے اسے صبر ہی کرنا ہوگا کیونکہ صبر کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

(۲) جس شخص کے گریبان تک تیرے عشق کا پنجہ پہنچ جائے وہ سرِ تسلیم خم نہ کرے تو کیا کرے؟

# المقالة الثانية عشر ۱۲

| |
|---|
| قَالَ رض إِذَا أَعْطَاكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَالًا فَاشْتَغَلْتَ بِهٖ عَنْ |
| طَاعَتِهٖ حَجَبَكَ بِهٖ عَنْهُ دُنْيَا وَأُخْرٰى وَرُبَّمَا |
| سَلَبَكَ إِيَّاهُ وَغَيَّرَكَ وَأَفْقَرَكَ عُقُوْبَةً لَكَ لِاشْتِغَالِكَ |
| بِالنِّعْمَةِ عَنِ الْمُنْعِمِ وَإِنِ اشْتَغَلْتَ بِطَاعَتِهٖ عَنِ الْمَالِ جَعَلَهٗ |
| لَكَ مَوْهِبَةً وَلَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ حَبَّةً وَاحِدَةً كَانَ |
| الْمَالُ خَادِمُكَ وَأَنْتَ خَادِمُ الْمَوْلٰى فَتَعِيْشُ فِي الدُّنْيَا |
| مُدَلَّلًا وَفِي الْعُقْبٰى مُكَرَّمًا مُطَيَّبًا فِي جَنَّةِ الْمَاوٰى |
| مَعَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ ۝ |

## مقالہ ۱۲ حبِ مال سے ممانعت

حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ تمہیں مال عطا کرے تو تم اس مال کے گرویدہ ہو کر حقوق اللہ کی ادائیگی سے اعراض کر لو تو وہ[1] اپنے قرب اور رحمت سے دنیا و آخرت میں دور کر دے گا ممکن ہے کہ مال چھین لے اور حال تبدیل کرتے ہوئے[2] بطور سزا و عذاب تمہیں فقیر و محتاج بنا دے کیونکہ تم نے مال دینے والے کی بجائے مال سے مشغولیت اختیار کر لی ہے۔ اور اگر تم صاحب ثروت ہوتے ہوئے مال کی بجائے اطاعت الٰہی میں مگن رہے تو وہ مال عطیہ الٰہی ہوگا اس سے ایک دانہ بھی کم نہیں[3] ہوگا تم مولیٰ کریم کے خادم ہوگے اور مال تمہارا خادم ہوگا۔ دنیا میں ناز و نعمت کے ساتھ زندگی گذارو گے اور آخرت

خوشحالی اور عزّت و کرامت کے ساتھ صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت میں جنّت الماویٰ میں سرفراز کیا جائے گا۔[۴]

---

[۱] اس مال سے لگاؤ کی وجہ سے۔
[۲] بعض نسخوں میں عَثَّر ہے عثار سے مشتق یعنی وہ تجھے اس مقام سے گرا دے گا۔
[۳] خواہ کسی قدر ہی خرچ کیوں نہ کرو۔
[۴] انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ وہ متبوع ہیں اور یہاں تابعین کا ذکر مقصود ہے۔

# اَلْمَقَالَةُ الثَّالِثَةُ عَشَرَ ۱۳

لَا تَخْتَرْ جَلْبَ النَّعْمَاءِ وَلَا دَفْعَ الْبَلْوٰی فَالنَّعْمَاءُ وَاصِلَةٌ
اِلَيْكَ اِنْ كَانَتْ قِسْمُكَ اِسْتَجْلَبْتَهَا اَوْ كَرِهْتَهَا وَ
الْبَلْوٰی حَالَّةٌ بِكَ اِنْ كَانَتْ قِسْمُكَ مَقْضِيَّةً عَلَيْكَ
سَوَاءٌ كَرِهْتَهَا اَوْ دَفَعْتَهَا بِالدُّعَاءِ اَوْ صَبَرْتَ اَوْ
تَجَلَّدْتَ لِرِضَى الْمَوْلٰی بَلْ سَلِّمْ فِي الْكُلِّ فَيَفْعَلُ
الْفِعْلَ فِيكَ فَاِنْ كَانَتِ النَّعْمَاءُ فَاشْتَغِلْ بِالشُّكْرِ
وَاِنْ كَانَتِ الْبَلْوٰی فَاشْتَغِلْ بِالتَّصَبُّرِ اَوِ الصَّبْرِ اَوِ الْمُوَافَقَةِ وَالرِّضَاءِ
اَوِ التَّنَعُّمِ بِهَا اَوِ الْعَدَمِ وَالْفَنَاءِ فِيهَا عَلٰی

## مقالہ ۱۳ احکامِ خداوندی کی تعمیل

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

تحصیلِ منفعت اور دفعِ ضرر تمہیں اختیار نہیں کرنا چاہیے[1] کیونکہ جو نعمتیں تمہارے مقدر میں ہیں تم انہیں طلب کرو[2] یا مکروہ جانو[3] وہ پہنچ کر رہیں گی مبینہ جو بھی مصیبت و مضرت تمہاری قسمت میں ہے وہ آکر رہے گی تم اسے ناپسند کرو یا گریہ زاری سے دور کرنا چاہو یا صبر کرو اور طلب رضاء مولیٰ میں جلدی دکھاؤ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بلکہ حکمِ قضاء و قدر کے سامنے سرِ تسلیم خم کردو[4] تاکہ فاعلِ حقیقی تم میں اپنا فعل کرے۔ اگر اس کی طرف سے نعمت ملے تو شکر کرو اور اگر مصیبت آئے تو تکلف کے ساتھ صبر کرو یا بے تکلف صبر کرو[5] یا پھر

موافقت اور رضا سے کام کو[6] یا اس مصیبت و بلا کو نعمت شمار کرو[7] یا اس بلا میں فانی اور نیست ہو جانے میں[8] مشغول ہو جاؤ۔

---

[1] یعنی اپنے لیے ناز و نعمت اور منفعت حاصل کرنے اور محنت و مشقت دور کرنے کے لیے اپنی تدبیر و اختیار سے کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

[2] اور اپنی طرف کھینچو۔

[3] اور دینے سے انہیں ہٹاؤ۔

[4] خود کو رنج و راحت کے تمام کاموں میں اسی کے سپرد کر دو۔

[5] اگر نفس اور طبیعت مخالفت کرے۔

[6] اگر نفس رام ہو کر سرکشی سے باز آ چکا ہو۔

[7] اگر محبت غالب اور ذوق حاصل ہو تو۔

[8] اگر شہود اور رویت کا میلان اور ہستی سے چھٹکارا حاصل ہو چکا ہو۔

| |
|---|
| قَدْرِ مَا تُعْطٰی مِنَ الْحَالَاتِ وَتُنْقَلُ فِیْهَا وَتُسَیَّرُ |
| فِی الْمَنَازِلِ فِیْ طَرِیْقِ الْمَوْلَی الَّذِیْ اُمِرْتَ بِطَاعَتِهٖ وَالْمُوَالَاتِ |
| لِتَصِلَ اِلَی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی فَتُقَامُ فِیْ مَقَامِ |
| مَنْ تَقَدَّمَ وَمَضٰی مِنَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ |
| وَالصَّالِحِیْنَ اَعْنِیْ بِهٖ اَقْرَبَ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی لِتُعَایِنَ |
| مَقَامَ مَنْ سَبَقَكَ اِلَی الْمَلِیْكِ جَلَّ جَلَالُهٗ |
| وَعَزَّ سُلْطَانُهٗ وَمِنْهُ دَنٰی وَوَجَدُوْا عِنْدَهٗ |
| كُلَّ طَرِیْقَةٍ وَحِزْیًا وَّسُرُوْرًا وَّاَمْنًا |

تو تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس کی فرمانبرداری اور درستی و پیوستگی کا حکم دیا گیا ہے مقامات و منازلِ قرب میں منتقل کیا جائے گا اور سیر و سلوک واقع ہوگا کہ رفیقِ اعلیٰ سے جا ملو گے[۹] پھر تمہیں پیش رو یعنی صدیقین شہداء اور صالحین کی صف میں کھڑا کر دیا جائے گا میری اس مقام سے مراد قربِ پروردگار کا بلند قدر و منزلت مرتبہ ہے[۱۰] تاکہ تم بادشاہِ مطلق جلّ جلالہ و عزّ سلطانہ کی بارگاہ تک قرب و رسائی حاصل کرنے والوں کے مقام کا معائنہ کر لو جنہوں نے ہر قسم کی تازہ اور شگفتہ نعمت[۱۱]

---

۹ رفیقِ اعلیٰ سے مراد انبیاء و رُسل اور ملاءِ اعلیٰ سے فرشتے علیہم السلام ہیں۔ لیکن شارح نے حدیث شریف اِخْتَرْتُ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی میں رفیقِ اعلیٰ سے ذاتِ باری تعالیٰ مراد لی ہے اور کہا ہے کہ رفیق رفق سے مشتق ہے بمعنی رحمت و رافت کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ہوا ہے۔ اس کا اطلاق

| |
|---|
| وَكَرَامَةً وَنَعْمَاءَ دَعِ الْبَلِيَّةَ تَزُوْرُكَ خَلِّ عَنْ |
| سَبِيْلِهَا وَلَا تَقِفْ بِدُعَائِكَ فِيْ وَجْهِهَا وَلَا تَجْزَعْ مِنْ |
| مَجِيْئِهَا وَقُرْبِهَا فَلَيْسَ نَارُهَا اَعْظَمُ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ |
| وَلَظَى وَقَدْ ثَبَتَ فِي الْخَبَرِ الْمَرْوِيِّ عَنْ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ |
| وَخَيْرِ مَنْ اَحْمَلَتْهُ الْاَرْضُ وَاَظَلَّتْهُ السَّمَاءُ مُحَمَّدِنِ |
| الْمُصْطَفٰى اَنَّهُ قَالَ اِنَّ نَارَ جَهَنَّمَ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِ جُزْ |
| يَا مُؤْمِنُ فَقَدْ اَطْفَا نُوْرُكَ لَهَبِيْ فَهَلْ كَانَ نُوْرُ الْمُؤْمِنِ |
| الَّذِيْ اَطْفَا لَهَبَ النَّارِ فِي لَظٰى اِلَّا الَّذِيْ صَحِبَهُ فِي الدُّنْيَا |
| الَّذِيْ تَمَيَّزَ بِهٖ مَنْ اَطَاعَ وَمَنْ عَصٰى |

سے حفظِ کامل، سرور، امن، بزرگی اور انعامات حاصل کئے ہیں۔ اُترنے والی آفت کے سامنے دُعاؤں کے ساتھ کھڑے نہ ہو اس کا راستہ چھوڑ دو تاکہ زیارت کر سکے[۱۲]۔ اس کی آمد سے جزع وفزع نہ کرو[۱۳] کیونکہ اس کی آگ آتشِ جہنم سے سخت اور دہک نہیں ہے۔ زمین پر چلنے والوں اور آسمان کے سایہ میں بسنے والوں اور تمام مخلوق میں افضل ذات جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث پاک میں فرمایا نارِ جہنم مومن سے مخاطب ہو کر کہے گی[۱۴] اے ایماندار! جلدی سے گذر جا تیرے ایمان کا نور میرے شعلوں کو بجھا رہا ہے۔" مومن کا نور جس سے جہنم کے شعلے بجھ رہے ہوں گے یہ وہی نور ہے جو دنیا میں اس کے ساتھ رہا ہے جو نور مطیع اور عاصی کے درمیان امتیاز ہے۔

---

شقِ آخر یعنی بلا کے ساتھ مشتق ہے یا دونوں شقوں یعنی بلاء و نعمت سے ہے یعنی صبر و شکر موافقت و رضا اور فنا کے ذریعہ اس مقام پر

پہنچ جاؤ گے کہ مولیٰ کریم سے واصل ہو جاؤ گے۔

۱۰؎ جو کہ تمام اشیاء سے بایں طور بلند ہے کہ سلسلہ علیت و مسببیت کی انتہا اس پر ہوتی ہے کہ اس سے اوپر کوئی علت نہیں ہے۔

۱۱؎ بعض نسخوں میں کل طریقہ قاف کے ساتھ ہے یعنی ہر طریقہ اور روش

۱۲؎ اس کلام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ گویا بلاء ایک شخص ہے جو تمہاری زیارت اور ملاقات کے لیے اُترا ہے یقیناً اس کی آمد میں کوئی مصلحت ہوگی اس پر دروازہ بند نہ کرو اور اسے آنے دو تاکہ آنے کی حکمت ظاہر ہو جائے۔

۱۳؎ اس آفت سے مت ڈرو کیونکہ آخر تمہارے ایمان اور صبر و رضا کا نور اسے قتل کر کے سرد کر دے گا اور قوتِ ایمان اور صبر کے غلبے سے اس سے محفوظ رہو گے۔

۱۴؎ جب یہ پُل صراط سے گذر رہا ہوگا۔

| |
|---|
| نَیُطِفُ ھٰذَا النُّوْرُ لَھَبَ الْبَلْوٰی وَلْیُجْمِدُ بَرْدُ صَبْرِكَ |
| وَمُوَافَقَتِكَ لِلْمَوْلٰی وَھَجَ مَاحَلَّ بِكَ مِنْ ذٰلِكَ وَمِنْكَ |
| دَنٰی فَالْبَلِیَّۃُ لَمْ تَأْتِكَ لِتُھْلِكَكَ وَلٰکِنَّھَا تَاتِیْكَ لِتَخْتَبِرَكَ |
| وَتُحَقِّقَ صِحَّۃَ اِیْمَانِكَ وَتُؤَیِّدَ قَاعِدَۃَ یَقِیْنِكَ وَیُبَشِّرُكَ بَاطِنُھَا |
| مِنْ مَوْلَاكَ بِمُبَاھَاتِہٖ بِكَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ |
| حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰھِدِیْنَ مِنْکُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ وَنَبْلُوَا |
| اَخْبَارَکُمْ فَاِذَا ثَبَتَ مَعَ الْحَقِّ اِیْمَانُكَ وَوَافَقْتَہٗ فِیْ |
| فِعْلِہٖ بِیَقِیْنِكَ کُلُّ ذٰلِكَ بِتُوْفِیْقٍ مِّنْہُ وَمِنَّتِہٖ فَکُنْ |
| حِیْنَئِذٍ اَبَدًا صَابِرًا مُوَافِقًا مُسْلِمًا لَا تُحْدِثُ |

یہ نور اس آفت کی تیزی کو ختم کر سکتا ہے اور تمہارے صبر اور حکم مولیٰ کریم سے موافقت کی ٹھنڈک نازل اور قریب ہونے والی مصائب اور اس کی سوزش اور افروختگی کو ساکن کر دے گی۔[15]

آفت تجھے ہلاک کرنے نہیں آتی وہ تمہاری آزمائش تمہاری درستی ایمان کو پختہ اور یقین کو محکم اور تمہارے صبر پر مولا کریم کی طرف سے فخر و مباہات اور اظہارِ خوشنودی و مسرت کی خوشخبری دینے کے لیے آتی ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اور ضرور ہم تمہیں جانچیں گے یہاں تک کہ دیکھ لیں تمہارے جہاد کرنے والوں اور صابروں کو اور تمہاری خبریں آزمائیں۔ (۳۱/۴۷) (اور تمہارے اعمال و کردار کا امتحان کریں[16]) جب تمہارا حق تعالےٰ کے

---

[15] فَلْیُطْفِ وَلْیُجْمِدُ۔ امر غائب معلوم کے صیغے ہیں اور یہی زیادہ ظاہر ہے[16] اور ان کا حُسن و قبح ظاہر کر دیں۔

ساتھ ایمان ثابت ہو جائے گا اور یقینِ محکم کے ساتھ اس کے فعل کی موافقت کرو گے اور یہ سب اس کے احسان و توفیق سے ہی میسر ہے تو ہمیشہ کے لیے صابر، قضا و قدر سے موافقت کرنے والے اور

فِيْكَ وَلَا فِيْ غَيْرِكَ حَادِثَةً مَّا خَرَجَ عَنِ الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ
فَاِذَا كَانَ اَمْرُهٗ فَتَسَامَعْ وَتَسَارَعْ وَتَجَلَّدْ وَتَقَا وَ
تَحَرَّكْ وَلَا تَسْكُنْ وَلَا تُسَلِّمْ لِلْقَدْرِ وَالْفِعْلِ بَلْ اِبْذِلْ
طَوْقَكَ وَمَجْهُوْدَكَ لِتُؤَدِّيَ فَاِنْ عَجَزْتَ الْاَمْرَ
فَدُوْنَكَ وَالْاِلْتِجَاءَ اِلٰى مَوْلَاكَ فَالْتَجِيْ اِلَيْهِ وَتَضَرَّعْ
وَاعْتَذِرْ وَفَتِّشْ عَنْ سَبَبِ عَجْزِكَ عَنْ اَدَاءِ اَمْرِهٖ
وَصَدِّكَ عَنِ التَّشَرُّفِ بِطَاعَتِهٖ لَعَلَّ ذٰلِكَ بِشُؤْمِ
دَعَاوِيْكَ وَسُوْءِ اَدَبِكَ بِطَاعَتِهٖ وَبِرُعُوْنَتِكَ وَ
اِتِّكَالِكَ عَلٰى حَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ وَاِعْجَابِكَ بِعَمَلِكَ وَ

اور احکام کو تسلیم کرنے والے ہو جاؤ گے یہ دائرہ امر و نہی سے خارج اپنے اور غیر کے لیے کوئی حادثہ پیدا نہ ہونے دو۔ جب کوئی امر خداوندی ہو تو توجہ سے سنو، قوت و کوشش کے ساتھ جلد بجا لاؤ، حرکت کرو اور سستی نہ دکھاؤ۔ عملی کوشش کے بغیر محض تقدیر اور فضلِ الٰہی کو تسلیم نہ کرو[1] بلکہ امرِ حق کی ادائیگی کے لیے پوری طاقت صرف کرو، اگر اس کی کماحقہ ادائیگی سے عاجز آ جاؤ تو مولا کریم کی بارگاہ میں تضرع، عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنی تقصیر کی

---

[1] تاکہ جبر اور جہالت کے گڑھے میں نہ گر جاؤ۔

معذرت کرو اور ادائے امر میں تقصیر اور اطاعت کے شرف سے مشرف ہونے کا سبب پوری کاوش سے معلوم کرو[18] شاید اس کی وجہ سے تمہارے[19] دعووں کی شامت معہ عبادت میں کوئی بے ادبی[20]، حماقت و سستی اور اپنی قوت و صلاحیت پر بھروسہ خود پسندی[21]

شِرْكُكَ اِيَّاهُ بِنَفْسِكَ وَبِخَلْقِهٖ فَصَدَّكَ عَنْ بَابِهٖ
وَعَزَلَكَ عَنْ طَاعَتِهٖ وَخِدْمَتِهٖ وَقَطَعَ عَنْكَ مَدَدَ
تَوْفِيْقِهٖ وَوَلّٰى عَنْكَ وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ وَمَقَتَكَ وَقَلَاكَ
وَشَغَلَكَ بِبَلَائِكَ[23] دُنْيَاكَ وَهَوَاكَ وَاِرَادَتَكَ وَمُنَاكَ
اَمَا تَعْلَمُ اَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ مُشْغِلٌ عَنْ مَوْلَاكَ وَمُسْقِطُكَ
عَنْ عَيْنِ الَّذِيْ خَلَقَكَ وَرَبَّاكَ وَخَوَّلَكَ وَاَعْطَاكَ
وَحَبَاكَ اِحْذَرْ لِئَلَّا يُلْهِيَكَ عَنْ مَوْلَاكَ غَيْرُ مَوْلَاكَ
كُلُّ مَنْ سِوٰى مَوْلَاكَ غَيْرُهٗ فَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْهِ غَيْرَهٗ

اور خدا کے ساتھ اپنے نفس اور اس کی خواہشات یا مخلوق میں سے کسی کو[22] شریک کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے در سے دور اور اطاعت وخدمت

---

[18] یعنی اس ناتوانی اور بے توفیقی کا سبب معلوم کرنے کے لیے اپنے حال اور باطن میں غور وخوض کرو۔

[19] جو تم نے قرب حق اور وصول مقالاتِ بلند کے متعلق جھوٹے اور بے سند دعوے کر رکھے ہیں۔

[20] کہ جیسے چاہیے تھی اس طرح بجا نہیں لائے۔

[21] کہ تم اپنے آپ کو اور اپنے عمل کو بہت عمدہ خیال کرو۔

سے معزول کر دیا ہو۔ اپنی امداد و توفیق منقطع فرما دی ہو ناراضگی اور غصے میں آکر اپنی بخشش و کرم کی توجہ ہٹالی ہو اور تمہیں مصیبت بھیج کر دنیا و خواہش اور حرص اور آرزوؤں میں مبتلا کر دیا ہو[23] کیا آپ نہیں جانتے کہ یہ تمام اشیاء مولا کریم سے ہٹانے والی اور خالق و مالک کی نظرِ عنایت سے گرانے والی ہیں جس نے ابتدائے آفرینش سے انجام تک تربیت فرمائی مال و دولت سے نوازا اعمال کے بدلے میں بھی اور بے اعمال بھی محض اپنے فضل و موہبت سے۔ ان سے بچ کر رہنا تاکہ تمہیں مولا تعالیٰ سے ہٹا کر غیر کے ساتھ مشغول نہ کر دیں[24] جو بھی اس کے علاوہ ہے وہ غیر ہے[25] تو غیر کو اللہ تعالیٰ پر اختیار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس نے تمہیں

---

[22] ریاکاری کرتے ہوئے

[23] یہ تمام آفتیں اور مصیبتیں ہیں کہ ان میں گرفتار کر کے اپنی بارگاہ کے قرب اور رضا سے دُور پھینک دیا ہو۔

[24] بعض نسخوں میں ہے لا یکفیک کہ تمہارا منہ نہ پھیر دیں۔

[25] جب غیر کی طرف توجہ اور التفات اور اسکو اختیار کرنا مولا تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے تو

| |
|---|
| فَاِنَّهٗ خَلَقَكَ لَهٗ فَلَا تَظْلِمْ نَفْسَكَ فَتَشْتَغِلَ بِغَيْرِهٖ |
| عَنْ اَمْرِهٖ فَيُدْخِلَكَ نَارَهُ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ |
| فَتَنْدِمَ وَلَا يَنْفَعُكَ النَّدَمُ وَتَعْتَذِرَ فَلَا تُعْذَرُ وَ |
| تَسْتَغِيْثُ فَلَا تُغَاثُ وَتَسْتَعْتِبُ وَلَا تُعْتَبُ وَتَسْتَرْجِعُ اِلَى |
| الدُّنْيَا لِتَسْتَدْرِكَ وَتُصْلِحَ فَلَا تُرْجَعُ اِرْحَمْ نَفْسَكَ |
| وَاَشْفِقْ عَلَيْهَا وَاسْتَعْمِلِ الْاٰلَاتِ وَالْاَدَوَاتِ الَّتِيْ اُعْطِيْتَهَا |
| فِيْ طَاعَةِ مَوْلَاكَ مِنَ الْعَقْلِ وَالْاِيْمَانِ وَالْمَعْرِفَةِ |
| وَالْعِلْمِ اِسْتَضِئْ بِاَنْوَارِهَا فِيْ ظُلُمَاتِ الْاَقْدَارِ |

اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے تم اس کے امر سے اعراض کرتے ہوئے غیر کے ساتھ مشغول ہو کر اپنی جان پر ظلم نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اس آگ میں ڈالے گا جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں اور تم نادم ہوگے لیکن یہ ندامت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ عذر پیش کرو گے قبول نہیں ہوگا۔ فریاد کرو گے سُنی نہیں جائے گی۔ رِضا طلب کرو گے وہ حاصل نہیں ہوگی فوت شدہ چیز کی تلافی اور تباہ شدہ چیز کی اصلاح کی خاطر دنیا میں دوبارہ لوٹنے کی اجازت مانگو گے لیکن لوٹایا نہیں جائے گا لہذا اپنے نفس پر مہربانی اور شفقت کرو اور تمہیں جو آلات دیئے گئے ہیں یعنی عقل[26] و ایمان[27] اور علم[28] و معرفت[29] کو حق تعالیٰ کی اطاعت کے لیے استعمال کرو ان کے اظہار سے حوادثِ عالم[30] کی تاریکیوں میں روشنی حاصل کرو

---

[26] عقل دی ہے تاکہ تم خطاب شرع کو سمجھ سکو اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر دلیل قائم کر سکو۔

وَتَمَسَّكْ بِالْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَسِرْ بِهِمَا فِيْ طَرِيْقِ مَوْلَاكَ وَسَلِّمْ
مَا سِوَاهُمَا اِلَى الَّذِيْ خَلَقَكَ وَاَنْشَاكَ فَلَا تَكْفُرْ بِالَّذِيْ
خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ وَّرَبَّاكَ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ رَجُلًا
سَوّٰكَ وَلَا تُرِدْ غَيْرَ اَمْرِهٖ وَلَا تَكْرَهْ غَيْرَ نَهْيِهٖ
اِقْنَعْ مِنَ الدُّنْيَا وَالْاُخْرٰى بِهٰذَا الْمُرَادِ وَاكْرَهْ
فِيْهِمَا هٰذَا الْمَكْرُوْهَ فَكُلُّ مَا يُرَادُ تَبَعٌ لِهٰذَا الْمُرَادِ
وَكُلُّ مَكْرُوْهٍ تَبَعٌ لِهٰذَا الْمَكْرُوْهِ اِذَا كُنْتَ مَعَ اَمْرِهٖ
كَانَتِ الْاَكْوَانُ فِيْ اَمْرِكَ وَاِذَا كَرِهْتَ نَهْيَهٗ فَرَّتْ
مِنْكَ الْمَكَارِهُ اَيْنَ كُنْتَ وَحَلَلْتَ ۔

امر و نہی سے تمسک کرتے ہوئے ان کے ساتھ قرب و وصولِ مولا کی راہ کی سیر کرو. امر و نہی کے سوا ہر[۳۱] چیز کو خالق و پروردگار کے سپرد کر دو. جس نے تمہیں مٹی سے

---

۲۷ دولتِ ایمان سے نوازا کہ تم اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے متعلق احکام کو قبول کر سکو.

۲۸ کتاب و سنت کے علم کے ساتھ خدا کے راستہ پر چل سکو.

۲۹ عقل و ایمان کی طرح معرفت کے ساتھ بھی ذات و صفاتِ خداوندی پہچان سکو الغرض ان تمام کو کام میں لاؤ ضائع نہ کرو.

۳۰ کہ جو تقدیرِ الٰہی سے پیدا ہوتے ہیں اور ان کے مصائب و مہالک دلوں کو تنگ اور تیرہ کر دیتے ہیں

۳۱ یعنی احکامِ قضاء و قدر اور اپنی معاش کے احوال و اوضاع.

بنایا تمہاری پرورش کی، نطفہ بنایا اور پھر برابر اور معتدل ساخت والا قوی اور کامل مرد بنایا اس سے کفر نہ کرو جس چیز کا حکم دیتا ہے اس کے غیر کا ارادہ نہ کرو اور جس سے منع کرتا ہے اس کے غیر کو مکروہ نہ جانو۔ دنیا و آخرت میں اس سے مراد یعنی امرِ حق پر قناعت کرو اور دنیا و آخرت میں فقط اس (نہی) کو مکروہ جانو[۳۲] پس ہر مراد اس مراد کے تابع اور ہر مکروہ اس مکروہ کے تابع ہوگی۔

جب تم اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہو گے تو پوری کائنات تمہارے حکم پر چلے گی اور جب خدا کی منع کردہ چیزوں کو بُرا سمجھو گے تو تم جہاں بھی رہو گے ہر قسم کا غم تم سے بھاگے گا

---

۳۲ واضح ہو کہ دنیا کا حکم عمل کی تکلیف ہے اور آخرت میں اس کا ثواب ہے تیری رضا اور عدمِ رضا اللہ تعالیٰ کے امر و نہی سے متعلق ہو اور اس کے حکم کی کامل اتباع ہو۔ یہی حقیقی عبادت ہے و بس۔

| |
|---|
| قَالَ اللّٰهُ فِیْ بَعْضِ کُتُبِهٖ یَا ابْنَ اٰدَمَ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ |
| اِلَّا اَنَا اَقُوْلُ لِشَیْءٍ کُنْ فَیَکُوْنُ اَطِعْنِیْ اَجْعَلْكَ |
| تَقُوْلُ لِشَیْءٍ کُنْ فَیَکُوْنُ وَقَالَ یَا دُنْیَا مَنْ خَدَمَنِیْ |
| فَاخْدِمِیْهِ وَمَنْ خَدَمَكِ فَاتْعِبِیْهِ فَاِذَا جَآءَ نَهْیُهٗ |
| فَکُنْ کَاَنَّكَ مُسْتَرْخِی الْمَفَاصِلِ مُسَکَّنُ الْحَوَاسِّ |
| مُنْخَرِعُ الْجَنَانِ مُضَیَّقُ الذَّرْعِ مُتَمَاوِتُ الْجَسَدِ زَائِلُ |
| الْهَوٰی مُنْطَمِسُ الرُّسُوْمِ مُمْتَحِی الْوُسُوْمِ مَنْسِیُّ |
| الْاَثَرِ مُظْلِمُ الْفِنَا مُنْهَدِمُ الْبِنَآءِ خَاوِی الْبَیْتِ سَاقِطُ |
| الْعُرُوْشِ لَا حِسَّ وَلَا اَثَرَ فَلْیَکُنْ سَمْعُكَ کَاَنَّهٗ اَصَمُّ وَ |

اللہ تعالیٰ نے بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے بنی نوعِ انسان میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے جب میں کسی چیز کو کہتا ہوں "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے تو میری اطاعت کر میں تمہیں اس طرح کر دوں گا کہ جب تو کسی چیز کے متعلق کہے گا "کُنْ" ہو جا۔ فَیَکُوْنُ تو وہ ہو جائے گی[۲۳] نیز فرمایا اے دنیا جو میری خدمت و اطاعت کرے تو اس کی خدمت و اطاعت میں مشغول ہو جا اور جو تیری خدمت کرے تو اسے مصیبتوں کی نذر کر دے۔

جب خدا کی طرف سے نہی وارد ہو تو تم یوں ہو جاؤ جیسے تمہارے جوڑ

---

۲۳؎ کیونکہ جب تم مکمل طور پر میری اطاعت کرو گے امر و نہی کے تابع، اپنی ذات سے فانی اور میری ذات سے باقی ہو جاؤ گے تو میری قدرت کے انوار اور آثار تجھ میں ظاہر ہوں گے۔

ڈھیلے پڑ گئے ہوں تمہارے حواس خمسہ ساکن ہو گئے ہوں[34] دل دیوانہ سُست
اور پاش شگاف ہو گیا ہو[35] سینہ تنگ جسم مردہ ہو گیا ہو خواہش نفس زائل اور
بشری رسوم مٹ چکی ہوں۔ طبیعت کے نشانات محو اور میل و شہوت کا اثر
فراموش، گھر پر اندھیرا چھایا ہوا، دیواریں گر پڑیں اور چھت گرنے سے
گھر تباہ ہو گیا ہو۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں تباہ ہو گئی ہوں۔ تمہارے
کان ایسے ہوں گویا بہرے ہیں

عَلٰى ذٰلِكَ مَخْلُوْقٌ وَبَصَرُكَ كَاَنَّهٗ مُعَصَّبٌ مَرْمُوْدٌ
وَاَكْمَهُ مَطْمُوْسٌ وَشَفَتَاكَ كَاَنَّ بِهِمَا قُوْحَةً
وَبُثُوْرًا وَلِسَانُكَ كَاَنَّ بِهٖ خَرَسًا وَكُلُوْلًا وَاَسْنَانُكَ
كَاَنَّ بِهَا ضَرَبَانًا وَاٰلَامًا وَنُشُوْرًا وَيَدَاكَ كَاَنَّ بِهِمَا شَلَلًا
وَعَنِ الْبَطْشِ قُصُوْرًا وَرِجْلَاكَ كَاَنَّ بِهِمَا رَعْدَةً وَ
اِرْتِعَاشًا وَجُرُوْحًا وَفَرْجُكَ كَاَنَّ بِهٖ عُنَّةً وَبِغَيْرِ
ذٰلِكَ الشَّاْنِ مَشْغُوْلٌ وَبَطْنُكَ كَاَنَّ بِهٖ اِمْتِلَاءً اَوْ
اِرْتِوَاءً وَعَنِ الطَّعَامِ غَنَاءً وَعَقْلُكَ كَاَنَّكَ مَجْنُوْنٌ
وَمَجْهُوْلٌ وَجَسَدُكَ كَاَنَّكَ مَيِّتٌ وَاِلَى الْقَبْرِ مَحْمُوْلٌ
فَالتَّسَامُعُ وَالتَّسَارُعُ فِى الْاَمْرِ وَالتَّقَاعُدُ وَالتَّقَاصُرُ
فِى النَّهْيِ وَالتَّمَاوَةُ وَالتَّعَادُمُ وَالتَّقَانِىْ فِى الْقَدْرِ فَاشْرَبْ

اور اسی طرح پیدا ہوئے ہیں، آنکھوں پر پردہ آ گیا ہو آشوب چشم کی سی کیفیت
ہو اور شدتِ درد کی وجہ سے مادر زاد اندھے کی طرح ختم ہو گئی ہوں[36] ہونٹ

---

۳۴ بعض نسخوں میں یوں ہے مُسْتَكِنُّ الْحَوَاسِّ کہ حواس خمسہ گم ہو گئے

ایسے ہوں گویا زخمی اور پھوٹ گئے ہوں زبان گویا کہ گنگ اور کند ہے دانت گویا بیپ، درد اور پراگندگی کی وجہ سے زخم بن چکے ہیں اور ہاتھ گویا شل ہونے کی وجہ سے پکڑنے کی قوت سے عاری ہیں اور پاؤں تزلزل اور رعشہ کا شکار ہیں فرج قوتِ مردانگی کے ختم ہونے سے اپنے کام سے ہٹ گئی ہو پیٹ گویا سیر ہونے کی وجہ سے کھانے سے بے نیاز ہو۔ عقل پر جنون وفساد طاری ہو جسم مردہ ہو چکا ہے جیسے قبرستان کی طرف اٹھا کر لے جایا جا رہا ہو، لہٰذا امر کی صورت میں سننا اور جلد بجا لانا ہوتا ہے اور نہی میں بیٹھنا اور کوتاہی کرنا ہوتا ہے۔ حکم قضا وقدر میں خود تو مردہ، معدوم اور فانی ہو جانا ہوتا ہے تم اس شربت کو نوشِ جان کر لو[۳۷] اس دوا کے ساتھ

| |
|---|
| هٰذِهِ الشُّرْبَةَ وَتَدَاوَ بِهٰذِهِ لِدَوَاءٍ وَتَغَذَّ بِهٰذَا |
| الْغِذَاءِ تَنْجَعُ وَتُشْفَىٰ وَتُعَافَىٰ مِنْ اَمْرَاضِ الذُّنُوْبِ |
| وَعِلَلِ الْاَهْوَاءِ |

علاج کرو اس غذا سے پرورش پاؤ تاکہ تمہیں گناہوں اور خواہشاتِ نفس کی بیماریوں سے تندرستی، شفاء اور صحت وتندرستی وعافیت بخشی جائے۔ باذن اللہ تعالیٰ

---

ہوں ۳۵ بعض نسخوں میں مُنْزَعِجٌ اِنْزِعَاج سے ہے یعنی اپنی جگہ سے اکھڑنے والا اور بعض نسخوں میں مُنْجَزِعٌ ہے جزع سے مشتق بمعنی بے صبری۔

۳۶ بعض نسخوں میں مطموس کی بجائے مطلوس ہے اس کا معنی بھی وہی ہے۔

۳۷ شربت اطباء کے نزدیک ایک مخصوص مقدار ہے جسے استعمال کیا جاتا ہے۔

# اَلْمَقَالَةُ الرَّابِعَةُ عَشَرَ

| |
|---|
| قَالَ رضی اللہ عنہ لَا تَدَّعِ حَالَةَ الْقَوْمِ یَا صَاحِبَ الْهَوٰی اَنْتَ |
| تَعْبُدُ الْهَوٰی وَهُمْ عَبِیْدُ الْمَوْلٰی اَنْتَ رَغْبَتُكَ فِی |
| الدُّنْیَا وَرَغْبَةُ الْقَوْمِ فِی الْعُقْبٰی اَنْتَ تَرَی الدُّنْیَا |
| وَهُمْ یَرَوْنَ رَبَّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَاَنْتَ اُنْسُكَ بِالْخَلْقِ |
| وَاُنْسُ الْقَوْمِ بِالْحَقِّ قَلْبُكَ مُتَعَلِّقٌ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ |
| وَقُلُوْبُ الْقَوْمِ بِرَبِّ الْعَرْشِ |

## مقالہ نمبر ۱۴ واصلین کے احوال کی اتباع

حضرت سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اے خواہش نفس رکھنے والو حق کے طالبوں اور واصلوں کی حالت کے دعویدار نہ بنو تم تو نفس کی پسندیدہ چیزوں کی بندگی و پرستش کرنے والے ہو جبکہ وہ مولا کریم کے پرستار ہیں۔ آپ دُنیاوی مال و جاہ کے راغب ہیں جب کہ وہ اخروی اجر و ثواب کے طالب ہیں۔ تم دنیاوی[1] صورت کو دیکھتے ہو اور وہ زمین و آسمان کے خالق کی طرف نظر جمائے ہوئے ہیں[2] تم مخلوق سے آرام طلب کرتے ہو وہ حق تعالیٰ سے، تمہارا دل دنیاوی اسباب سے معلق اور سفلیات کی طرف مائل ہے ان کے قلوب ربّ العرش کے ساتھ آویختہ ہیں[3]۔

۱؎ **دُنیا کی تعریف:** زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے اسے دنیا کہتے ہیں یہ دُنُو بمعنی قریب ہونا سے مشتق ہے یا دنائت (بمعنی کمینگی) سے

۲؎ اور اس صنعت کے آثار سے ذات و صفاتِ حق پر دلیل پکڑتے ہیں اور انوارِ حق کے آثار کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

۳؎ رب العرش میں رب کی عرش کی طرف اضافت تعظیم کے لیے ہے جس وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے شہود کی طرف دل متوجہ ہو تو باطن کا اللہ تعالیٰ کے علو و کبریائی اور عظمت کے علاقہ سے جہتِ علیا کی طرف انجذاب ہوتا ہے۔

سے (۱) روئے تو دیدہ ام بگلستان در آمدم
زلفِ تو یافتم بشبستان در آمدم
(۲) یاد درِ تو کردم بر آسمان شدم
در کوئے تو بملک سلیمان در آمدم

(۱) آپ کے چہرے کی زیارت ہوتی گویا میں باغ میں آگیا آپ کی زلف کو پایا تو شبستان میں آگیا۔

(۲) آپ کے دروازے کی یاد سے گویا آسمان تک پہنچ گیا اور آپ کے کوچہ میں آمد ملکِ سلیمان میں قدم رکھتا ہے۔

| |
|---|
| اَنْتَ یَصْطَارُکَ مَنْ تَرٰی وَھُمْ لَا یَرَوْنَ مَنْ تَرٰی بَلْ یَرَوْنَ خَالِقَ |
| الْاَشْیَآءِ وَمَا یُرٰی فَازَ الْقَوْمُ وَحَصَلَتْ لَھُمُ النَّجَاۃُ |
| وَبَقِیْتَ اَنْتَ مُرْتَھِنًا بِمَا تَشْتَھِیْ مِنَ الدُّنْیَا وَتَھْوٰی فَالْقَوْمُ |
| فَنَوْا عَنِ الْخَلْقِ وَالْھَوٰی وَالْاِرَادَۃِ وَالْمُنٰی فَوَصَلُوْا |
| اِلَی الْمَلِکِ الْاَعْلٰی فَاَوْقَفَھُمْ عَلٰی غَایَۃِ مَا دَامَ |
| مِنْھُمْ مِّنَ الطَّاعَۃِ وَالْحَمْدِ وَالثَّنَآءِ ذٰلِکَ |
| فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ فَلَازَمُوْا ذٰلِکَ وَ |

عالم صورت میں تم جس کی طرف دیکھتے ہو وہ دلربا بن کر تمہیں شکار کر لیتا ہے اور وہ ان کی طرف دیکھتے ہی نہیں[4] بلکہ وہ ان اشیاء کے خالق کی طرف دیکھتے ہیں[5] جو چشم کے ساتھ دکھائی نہیں دیتا انہوں نے تو رہائی پائی[6] اور نجات حاصل کر لی ہے اور تم دنیاوی خواہشات کے مرہون و محبوس رہ کر ان کے طالب ہو، پس وہ مخلوق ارادہ و آرزو کے فانی ہو کر قربِ الٰہی سے واصل ہو چکے ہیں جو تمام سے بلندتر اور سلسلۂ ایجاد و علیت کا منتہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی محبوب و مطلوب چیز یعنی اطاعت اور دل و جان سے ذات و صفاتِ باری کی ستائش کو واضح کر دیا ہے یا توفیقِ عنایت فرما دی یہ اللہ کا فضل و کرم ہے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے انہوں نے اس کی توفیق اور رحمت سے

---

[4] ان کی نگاہِ بصیرت ان پر نہیں پڑتی۔

[5] یعنی چشم بصیرت کے ساتھ۔

[6] ماسوائے حق یعنی دنیا و آخرت سے۔

| |
|---|
| وَاظَبُوْا بِتَوْفِيْقٍ مِّنْهُ وَتَيْسِيْرٍ بِلَا عَنَاءٍ فَصَارَتِ |
| الطَّاعَةُ لَهُمْ رُوْحًا وَغِذَاءً وَصَارَتِ الدُّنْيَا |
| إِذْ ذَاكَ فِيْ حَقِّهِمْ نِعْمَةً وَحِزْبًا فَكَأَنَّهَا لَهُمْ |
| جَنَّةُ الْمَأْوٰى إِذْ مَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِّنَ الْأَشْيَاءِ |
| حَتّٰى يَرَوْا قَبْلَهُ فِعْلَ الَّذِيْ خَلَقَ وَأَنْشَأَ |

مشقت در حمت سمجھے بغیر حمد و ثنا اور اطاعت کو لازم کر لیا ہے اطاعت ان کے لیے روح اور غذا بن گئی ہے اور دنیا ان کے حق میں نعمت و سرور ہو گئی گویا کہ یہ ان کے حق میں جنت الماوٰی ہے[ے] کیونکہ وہ جب بھی کوئی چیز دیکھتے ہیں تو اس سے پہلے اس کے پیدا کرنے اور عدم سے وجود میں لانے والے کے فعل کی طرف دیکھتے ہیں[ش]

---

ے پس یہ دنیا و آخرت میں ہمیشہ کے لیے جنت میں ہیں گویا کہ یہ اللہ تعالے کے قول خَالِدِیْنَ فِیْهَا کی طرف اشارہ ہے۔

ش جب اشیاء دیکھنے سے قبل شہود حق تعالیٰ ہے تو فعل و شہود حق نور و سرور اور حضور کا موجب ہے۔ نفسانی غم و اندوہ کی ظلمت کو ان کے حال کے خیمے کے گرد کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ سرور و حضور بہشت کا نشان ہے لہذا در حقیقت وہ بہشت میں ہی رہتے ہیں اشیاء کی دید سے قبل حق تعالیٰ کی دید شہود کی ایک قسم ہے یعنی مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰهَ قَبْلَهٗ، شہود کی دوسری قسم ہے مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰهَ فِیْهِ میں نے کسی چیز کو بھی نہیں دیکھا مگر اس میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ ایک شہود میں دید ساتھ ہے اور دوسرے شہود میں دید بعد

| |
|---|
| فَبِهِمْ ثَبَاتُ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ وَقَرَارُ الْمَوْتٰی وَالْاَحْیَآءِ |
| اِذْ جَعَلَهُمْ مَلِیْکُهُمْ اَوْتَادًا لِلْاَرْضِ الَّتِیْ دَحٰی فَکُلٌّ کَالْجَبَلِ |
| الَّذِیْ رَسَا فَتَنَحَّ عَنْ طَرِیْقِهِمْ وَلَا تُزَاحِمْ مَنْ لَمْ |
| یُقَیِّدْہُ عَنْ قَصْدِہٖ الْاٰبَآءُ وَالْاَبْنَآءُ فَهُمْ خَیْرُ مَنْ |
| خَلَقَ رَبِّیْ وَبَثَّ فِی الْاَرْضِ وَذَرَا |

انہیں کے دم قدم سے زمین وآسمان قائم ہیں اور مردوں اور زندوں کو قرار حاصل ہے؎ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو لوگوں کا مالک و بادشاہ اور بچھی ہوئی زمین کے لیے میخوں کی طرح بنا دیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ قائم پہاڑ کی طرح ہے۔ لہٰذا آپ ان کی راہ سے ایک طرف ہٹ جائیں۔ ان کے طرق واحوال کا دعویٰ نہ کریں جن کو ان کے والدین اور اولاد حق کے قصد و طلب۔ سلوکِ طریق اور وصولِ شہود میں رکاوٹ نہ بن سکے؎ یہ میرے ربّ کی زمین پر بکھری اور پھیلی ہوئی مخلوق میں سب سے

---

میں ہے اوّل اتم اور اکمل ہے کیونکہ قِدم اور وجوب کا نور ہیئت امکانی سے پہلے اور ظاہر و باہر ہے یہ محبوبوں مجذوبوں اور سابقین کا حال ہے۔ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو قول مبارک اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا "بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے" اس کی طرف اشارہ ہے بخلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول مبارک کے اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ "بیشک میرے ساتھ میرا ربّ ہے۔ اسے سمجھ لو اور اللہ ہی کے ساتھ توفیق ہے۔

؎ کیونکہ مردوں اور زندوں کا قرار زمین کے ساتھ ہے اور زمین کا قرار ان کے ساتھ ممکن ہے کہ مردوں سے مراد کفار و عصاۃ اور احیاء سے مراد مومنین و

فَعَلَيْهِمْ سَلَامُ اللّٰهِ وَتَحِيَّاتُهٗ وَبَرَكَاتُهٗ مَا دَامَتِ الْاَرْضُ وَالسَّمَاءُ[٢٠]

بہتر ہیں[١١] ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برکتیں اور سلامتی نازل ہو جب تک زمین و آسمان قائم ہیں

---

متبعین ہوں واللہ اعلم بالصواب۔

[١٠] یعنی درمیان میں نہ آؤ اور برابری نہ کرو کیونکہ کوئی چیز اور کوئی شخص خصوصاً والدین اور اولاد جو کہ سب سے عزیز اور قریب ہوتے ہیں طلب رضا اور امر کی بجاآوری میں فرمودۂ خدا اور مرضیٔ مولیٰ سے مانع نہیں بن سکے یہ معنی اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال میں ظاہر ہے۔

[١١] اگر قوم سے مراد اتقیاء و اولیاء ہو تو افضل سے مراد انبیاء و رسل علیہم السلام کے بعد ہے ورنہ اس عنوان میں تمام اپنے اپنے درجات و مراتب کے لحاظ سے داخل ہیں۔

رَبِّیْ میں ضمیرِ متکلم کی طرف اضافت میں اس مخصوص مقام شریف کی طرف اشارہ ہے جو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ ربوبیت میں حاصل ہے کیونکہ سلطان کا وزیر جو کہ امور مملکت کے انتظام میں وکیل و کفیل اور مقامِ قرب میں منفرد مخصوص اور ممتاز ہوتا ہے وہ کہتا ہے سلطانِ من بادشاہ من کہ میرے سلطان نے یوں فرمایا ہے اور اس طرح کیا ہے۔ ضمیر متکلم کے ساتھ یہ کلمہ بطریقِ کنایہ درحقیقت حضرت سید الرسول خلاصۂ موجودات علیہ السلام والصلوٰت کی سفارت و نیابت میں ہے اور یہ بات زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی کہی ہے آپ کے القاب شریفہ سے یہ القاب یعنی نائبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

وارثِ کتاب، ان کے ساتھ مشائخ وقت آپ کو ندا کرتے تھے۔

(۱) اے رفتہ قدم بر قدم شاہِ رسل
در پیروی او شدہ ہادیِ سبل

(۲) قَدْ فُزْتَ مِنَ الْفَضْلِ بِمَا فَاتَ النَّاسَ
مِنْ ذٰلِكَ فُقْتَهُمْ وَجَاوَزْتَ الْكُلَّ

(۱) اے شاہِ رُسل کے قدم بہ قدم چلنے والے آپ کی پیروی میں تم ہادی سبل ہو چکے ہو۔

(۲) لوگ جسے حاصل نہ کر سکے آپ اس کے فضل سے کامیاب ہوئے ہیں اسی لیے ان سے فائق ہو اور تمام سے آگے ہو۔

جب تک زمین و آسمان و مافیہا باقی اور تقدیر الٰہی سے مربوط و وابستہ ہے ان پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے سلامتی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوتی رہیں (آمین)

# اَلْمَقَالَةُ الْخَامِسَةَ عَشَر ۱۵

قَالَ رض رَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ کَاَنِّیْ فِیْ مَوْضِعٍ شِبْهِ مَسْجِدٍ وَفِیْهِ قَوْمٌ مُنْقَطِعُوْنَ فَقُلْتُ لَوْکَانَ لِهٰؤُلَاءِ فُلَانٌ یُؤَدِّبُهُمْ وَیُرْشِدُهُمْ اَشَرْتُ اِلٰی رَجُلٍ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ فَاجْتَمَعَ حَوْلِیْ فَقَالَ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ فَاَنْتَ اَیْشٍ لِمَ لَا تَتَکَلَّمُ فَقُلْتُ اِنْ رَضِیْتُمُوْنِیْ لِذٰلِكَ ثُمَّ قُلْتُ اِذَا انْقَطَعْتُمْ عَنِ الْخَلْقِ اِلَی الْحَقِّ فَلَا تَسْئَلُوا النَّاسَ شَیْئًا بِاَلْسِنَتِکُمْ وَاِذَا تَرَکْتُمْ ذٰلِكَ فَلَا تَسْئَلُوْهُمْ بِقُلُوْبِکُمْ فَاِنَّ السُّؤَالَ بِالْقَلْبِ کَالسُّؤَالِ بِاللِّسَانِ ثُمَّ اعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ فِیْ تَغْیِیْرٍ وَتَبْدِیْلٍ وَرَفْعٍ وَخَفْضٍ

## مقالہ ۱۵ خوف ورجا

حضرت شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں خود کو مسجد کی طرح ایک جگہ میں دیکھا اس میں کچھ لوگ مخلوق سے قطع تعلق کیے حق سے پیوستہ بیٹھے ہیں۔ میں نے ایک سے کہا کہ اگر فلاں شخص ہو تو وہ انہیں آداب سکھلائے اور حق کی طرف راہنمائی کرے۔ فلاں سے میں نے ایک صالح بزرگ کی طرف اشارہ کیا تو وہ میرے اردگرد جمع ہو گئے۔ ایک نے کہا آپ خود ہی گفتگو کیوں نہیں فرماتے؟ میں نے کہا اگر تم پسند کرو تو میں گفتگو کے لیے تیار ہوں۔ پھر کہا جب تم خلق سے قطع تعلق کر کے حق کی طرف متوجہ ہو تو زبان کے ساتھ کسی

سوال نہ کرو۔ جب زبان سے سوال چھوٹ جائے تو دلوں کے ساتھ سوال نہ کرو کیونکہ دل کے ساتھ سوال زبان کے سوال کی طرح ہی ہے[1] پھر یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ ہر زمان وہر آن نئی شان میں ہے[2] یاد رکھو[3] وہ احوال خلق میں تغیّر وتبدّل کرتا ہے کہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جاتا ہے ایک کا مرتبہ بلند کرتا ہے دوسرے کا پست ایک

| |
|---|
| نَقَوْمٌ يَرْفَعُهُمْ إِلَى الْعِلِّيِّيْنَ وَقَوْمٌ يَحُطُّهُمْ إِلَى اسْفَلِ |
| السَّافِلِيْنَ تَخَوَّفَ الَّذِيْنَ رَفَعَهُمْ إِلَى الْعِلِّيِّيْنَ اَنْ يَحُطَّهُمْ |
| إِلَى اسْفَلِ السَّافِلِيْنَ وَرَجَاهُمْ اَنْ يَتَقِيَهُمْ وَيَحْفَظَهُمْ |
| عَلَى مَاهُمْ عَلَيْهِ مِنَ الرَّفْعِ وَخَوَّفَ الَّذِيْنَ حَطَّهُمْ |
| إِلَى اَسْفَلِ السَّافِلِيْنَ اَنْ يُبْقِيَهُمْ وَيُخَلِّدَ هُمْ عَلَى مَاهُمْ فِيْهِ |
| مِنَ الْحُطِّ وَرَجَاهُمْ اَنْ يَرْفَعَهُمْ إِلَى |

گروہ کو مقاماتِ بلند اور مراتبِ ارجمند پر فائز کرتا ہے[4] اور ایک قوم کو

---

[1] اگرچہ دل کا سوال پوشیدہ اور زبان کا آشکارا ہے۔

[2] اس کے کارخانۂ قدرت وخلق میں تعطّل نہیں واقع ہوتا۔ اس کے بعد

[3] یہ شیونات الہیہ کا بیان ہو رہا ہے۔

[4] بعض علماء ساتویں آسمان کا نام علّیین رکھتے ہیں کہ حفاظت کرنیوالے فرشتوں کے دیوان کا نام ہے جس میں اعمال صالحین درج ہیں ناموس میں ہے علّیین علّی کی جمع ہے یعنی ساتواں آسمان جہاں ارواح مومنین عروج کرتی ہیں۔

اسفل السافلین میں گراتا ہے۔ پہلے طبقے کو اسفل السافلین میں گرا دینے کا خوف دلایا اور اس رفعت پر فائز اور محفوظ رکھنے کی امید دلائی اور دوسرے گروہ کو اس تکلیف میں باقی اور ہمیشہ رہنے سے ڈرایا اور علیین میں رفعت بخشنے کا امیدوار بنایا۔[۵]

---

[۵] خلاصہ یہ کہ صفاتِ قہریہ و لطفیہ، جلالیہ رحمانیہ میں سے ایک آثار کے ظہور کا تقاضہ کرتی ہے۔ تمام لوگوں کو اُمید و بیم میں رکھتا ہے ایک حال میں نہیں چھوڑتا۔ یہی ہے:

اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَا کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔

؎ ایمن مشو کہ مرکب مرداں راہ را
در سنگلاخ بادیہ پی ہا بریدہ اند

بے خوف نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس پتھریلی زمین میں بہت سے شہسواروں کی سواریاں چلنے سے عاجز آچکی ہیں۔ یعنی پہلے کی طرح مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں اور شقاوت کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں۔

؎ نومید ہم مباش کہ رنداں بادہ نوش
ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

ناامید بھی نہ ہونا کیونکہ کئی بادہ نوش رند لوگ اچانک ایک دفعہ نالہ و فریاد سے منزلِ مقصود تک رسائی حاصل کر چکے ہیں۔
یعنی توبہ کی توفیق پاتے ہی مقامِ سعادت سے جلوہ گر ہو گئے۔

## عِلِّيِّينَ ثُمَّ انْتَبَهْتُ

پھر میں بیدار ہو گیا۔[6]

---

[6] نیند اور بیداری کتنی مبارک و مسعود ہے کہ دونوں عالم میں تربیت، احکام دین کی تلقین اور راہِ یقین کی ہدایت و ارشاد میں مشغول ہیں۔

زہے مراتب خوابی کہ بہ ز بیداریست

کیا خوب ہیں نیند کے مراتب جو بیداری سے بہتر ہیں

(۱) در خواب ہمیشہ با خیال تو خوشم

در بیدارم بخط و خال تو خوشم

(۲) القصہ چہ در خواب وچہ در بیداری

اے مردم دیدہ با جمال تو خوشم

(۱) اگر سوؤوں تو آپ کے خیال میں خوش رہتا ہوں اور اگر بیدار رہوں تو تمہارے حسن و جمال میں مسرور رہوں۔

(۲) المختصر اے محبوب خواہ خواب ہو یا بیداری میری آنکھ جناب کے جمال میں شاداں ہے۔

اللّٰھم صل علیٰ سید الخلق محمّد وآلہ واصحابہ اجمعین وعلیٰ سائر اتباعِھم واحزابِھم ھداۃ طریق الحق ومحی معالم الدین۔

# اَلْمَقَالَةُ السَّادِسَةُ عَشَرَ ١٦

| |
|---|
| قَالَ رض مَا حُجِبْتَ عَنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَالْبُدِّ بِنِعَمِهٖ اِلَّا لِاتِّكَالِكَ |
| عَلَى الْخَلْقِ وَالْاَسْبَابِ وَالصَّنَائِعِ وَالْاَكْسَابِ فَالْخَلْقُ حِجَابُكَ |
| عَنِ الْاَكْلِ بِالسُّنَّةِ وَهُوَ الْكَسْبُ فَمَا دُمْتَ قَائِمًا |
| مَعَ الْخَلْقِ يَعْنِىْ رَاجِيًا لِعَطَائِهِمْ وَفَضْلِهِمْ سَائِلًا لَّهُمْ |
| مُتَرَدِّدًا اِلٰى اَبْوَابِهِمْ فَاَنْتَ مُشْرِكٌ بِاللّٰهِ |
| خَلْقَهٗ فَيُعَاقِبُكَ بِحِرْمَانِ الْاَكْلِ بِالسُّنَّةِ الَّذِىْ |
| هُوَ الْكَسْبُ مِنْ حَلَالِ الدُّنْيَا ثُمَّ |

## مقالہ ١٦ توکّل کی حقیقت اور اس کے مقامات

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی نعمتیں حاصل ہونے سے تمہیں محجوب اور محروم اس لیے کر دیا گیا کہ تم نے مخلوق[1]، اسباب[2]، پیشوں اور اپنے تصرفات[3] پر بھروسہ کر لیا ہے۔ مخلوق اور ان سے طمع انبیائے کرام علیہم السلام کی سنّت کے مطابق کھانے سے مانع اور حجاب ہے۔ سب کے مطابق کھانے سے مراد سے محروم کر دے گا جو کہ دنیا میں کسبِ حلال ہے۔

---

[1] حصولِ منافع اور دفعِ ضرر کی خاطر

[2] کہ عادت کے مطابق ان کے وسیلہ سے مقاصد تک پہنچا جاتا ہے۔

[3] رزق کے حصول اور جمع کے لیے۔

اپنے کسب اور قوت بازو سے کما کر کھانا۔[4] جب تک تم خلق کے ساتھ قائم رہو گے یعنی انسان کی بخشش وکرم کے امیدوار ان کے دروازوں پر سوال کی خاطر پھرنے والے نہ ہو گے تو ان کو رزق وعطا میں خدا کا شریک ٹھہراؤ گے[5] اور تمہیں اس کی سزا دے گا کہ سنت کے مطابق روزی کھانے

إِذَا تُبْتَ عَنِ الْقِيَامِ مَعَ الْخَلْقِ وَشِرْكِكَ رَبَّكَ بِهِمْ
وَرَجَعْتَ إِلَى الْكَسْبِ فَتَأْكُلُ بِالْكَسْبِ وَتَتَوَكَّلُ عَلَى الْكَسْبِ
وَتَطْمَئِنُّ إِلَيْهِ وَتَنْسَى فَضْلَ الرَّبِّ فَأَنْتَ مُشْرِكٌ
أَيْضًا إِلَّا أَنَّهُ شِرْكٌ أَخْفَى مِنَ الْأَوَّلِ فَيُعَاقِبُكَ
اللّٰهُ وَيَحْجُبُكَ عَنْ فَضْلِهِ وَالْبِدَايَةِ بِهِ فَإِذَا تُبْتَ عَنْ
ذٰلِكَ وَأَزَلْتَ الشِّرْكَ عَنِ الْوَسَطِ وَرَفَعْتَ اِتِّكَائَكَ
عَلَى الْكَسْبِ وَالْحَوْلِ وَالْقُوَّةِ وَرَأَيْتَ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ وَهُوَ الْمُسَبِّبُ
وَالْمُسَهِّلُ وَالْمُقَوِّي عَلَى الْكَسْبِ وَالْمُوَفِّقُ

پھر جب تم مخلوق کے ساتھ قیام اس سے سوال ولالچ اور رب کریم کے ساتھ ان کو شریک ٹھہرانے سے توبہ کرکے کسب کی طرف رجوع کرو گے تو اپنے کسب سے کھاؤ گے اور اس پر بھروسہ کرکے اطمینان پاؤ گے اور اپنے رب کی صفت رزاقیت اور اس کا فضل وکرم بھول جاؤ گے تو یہ بھی

---

[4] کہ اس میں مخلوق کا طمع نہ ہو جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر نبی کا ایک پیشہ رہا ہے اور میرا پیشہ جہاد ہے۔

[5] یہ شرک خفی ہے۔

شرک کی ایک قسم ہے جو پہلے سے اخفیٰ ہے[6] تو اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دیتے ہوئے اپنے فضل سے اور بے واسطہ سبب فضل و کرم کی ابتداء کرنے سے محروم کر دے گا جب تم اس سے بھی توبہ کر لوگے اور درمیان سے شرک کو زائل کسب اور اپنی قوت اور حیلے پر اعتماد ختم کر دو گے تو یقین کے ساتھ جانو گے کہ اللہ تعالیٰ ہی رزّاق ہے وہی اسباب پیدا کرنے اور آسمان بنانے والا ہے، کسب پر توانائی بخشنے اور ہر نیکی کی توفیق دینے والا ہے[8]۔

---

[6] کہ پہلی صورت میں مخلوق پر نظر و اعتماد تھا اور اس صورت میں مخلوق سے توجہ اٹھ چکی تھی ان پر اعتماد نہیں رہا۔ کسب پر اعتماد کیا ہے لیکن کسب میں بھی اپنی قوّت و طاقت پر اعتماد ہے اور یہ بھی خلق پر اعتماد ہے کیونکہ مخلوق نفس اور غیر نفس دونوں کو شامل ہے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ یہاں بعض افراد سے اعتماد اُٹھ گیا ہے اسلئے یہ خفی تر شرک قرار پائے گا لیکن اصل شرک باقی ہے۔

[7] اور کسب پر اعتماد چھوڑ دو گے۔

[8] اور اسباب کو بندے کی خواہش کے مطابق بنانے والا ہے اس یقین کے حصول کے بعد اسباب سے تعلق و ترکِ تعلق یکساں ہو گا جیسا کہ خود آگے فرماتے ہیں:

| |
|---|
| لِكُلِّ خَيْرٍ وَالرِّزْقُ بِيَدِهٖ تَارَةً يُوَاصِلُكَ بِطَرِيْقِ |
| الْخَلْقِ عَلٰى وَجْهِ الْمَسْئَلَةِ لَهُمْ فِيْ حَالَةِ الْاِبْتِلَاءِ اَوِ الرِّيَاضَةِ |
| اَوْ عِنْدَ سُوَالِكَ لَهٗ عَزَّوَجَلَّ وَاُخْرٰى بِطَرِيْقِ الْكَسْبِ |
| مُعَاوَضَةً وَاُخْرٰى مِنْ فَضْلِهٖ مُبَادَاةً مِنْ غَيْرِ اَنْ |
| تَرَى الْوَاسِطَةَ وَالسَّبَبَ فَرَجَعْتَ اِلَيْهِ وَاسْتَطْرَحْتَ |
| بَيْنَ يَدَيْهِ عَزَّوَجَلَّ رَفَعَ الْحِجَابَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ فَضْلِهٖ |
| وَبَادَاكَ وَغَذَّاكَ بِفَضْلِهٖ عِنْدَ كُلِّ حَاجَةٍ عَلٰى قَدْرِ |

بندوں کی روزی اسی کے دستِ قدرت وکرم میں ہے کبھی وہ مخلوق کے عطیات کے ذریعے پہنچائے گا کہ تم ابتلاء[9] یا ریاضت[10] کی حالت میں ان سے سوال کرو گے یا تم اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سوال ودعا کرو گے[11] اور کبھی سوال کے بغیر بطریق کسب وسبب کے معاوضہ کے طور پر روزی دے[12] گا کبھی بلاسوال وکسب محض اپنے فضل سے رزق عطا کرتا ہے، جب تم کسی واسطہ اور سبب کو تلاش نہ کرو بلکہ تمام اسباب سے کٹ کر خود کو بارگاہِ خداوندی میں گرا دو گے[13] تو اللہ تعالٰی تمہارے اور اپنے فضل کے درمیان حجاب اٹھا دے گا[14] اور تمہارے حال کے مطابق[15] ہر ضرورت کے وقت بے واسطہ وسبب ابتداء فرمائے گا اور اپنے فضل سے رزق عطا کرے گا۔ یہ اس طرح ہے جیسے ایک طبیب کامل

---

[9] کہ اللہ تعالٰی تمہاری آزمائش کے لیے فقر وپستی میں مبتلا کر دے آیا تم صبر کرتے ہو یا نہیں اور حدِ ضرورت پر اکتفا کرتے ہو یا نہیں۔

[10] ریاضت کا معنی نفس کو رام اور مطیع کرنا یعنی نفس کو ریاضت اور بھوک کی کٹھالی میں پگھلاؤ یہاں تک کہ اس کی طاقت جاتی رہے اور مخمصہ (انتہائی بھوک) کی

ثَبِّتْ الْجِدَارَ ثُمَّ انْقُشْ کہ پہلے دیوار بناؤ پھر
اس پر نقش ونگار کرو۔

چیزیکہ وجود او بخود نیست
ہستیش نہادن از خرد نیست

جس کا وجود ہی اپنا نہ ہو اسے وجود کا دعویٰ کرنا عقلمندی نہیں ہے۔

| |
|---|
| لٰکِنْ قُلْ هِیَ لِلّٰہِ خَلْقًا وَّلِلْعِبَادِ کَسْبًا کَمَا جَاءَتْ بِهِ الْاٰثَارُ |
| لِبَیَانِ مَوْضِعِ الْجَزَاءِ مِنَ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ۔ |

بلکہ اس طرح کہو کہ افعالِ بندگان مخلوقِ خدا ہیں اور بندوں کا کسب میں دخل[۳۲] ہے جیسا کہ ثواب وعقاب کے سلسلے میں بیان ہونے والی احادیث سے واضح ہے[۳۳]

---

## [۳۲] بندوں کے افعال کے بارے میں اہلسنّت کا مسلک

یہ اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے جو جبر وقدر کے درمیان ہے مُعلّمِ العارفین امام ناطق بالحق ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ وعلی آباءہ الکرام التحیۃ والسلام نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

لَا جَبْرَ وَلَا قَدَرَ وَلٰکِنْ اَمْرٌ بَیْنَ اَمْرَیْنِ کہ نہ جبر ہے نہ قدر بلکہ معاملہ ان کے درمیان ہے۔

**تحقیق کلام:** اللہ تعالیٰ اشیاء کو دو طرح پیدا فرماتا ہے (۱) بااسباب (۲) بلا سباب۔ ان کو اسباب عادی کہتے ہیں مثلاً آگ حرارت دینے کے لیے،

| |
|---|
| مَا يُوَافِقُ حَالَكَ كَفِعْلِ الطَّبِيْبِ الشَّفِيْقِ الرَّفِيْقِ الْحَبِيْبِ |
| لِلْمَرِيْضِ حِمَايَةً مِّنْهُ عَزَّوَجَلَّ وَتَنْزِيْهًا لَّكَ عَنِ الْمَيْلِ |
| اِلٰى مَنْ سِوَاهُ وَيُرْضِيْكَ بِفَضْلِهٖ فَاِذَا انْقَطَعَ عَنْ قَلْبِكَ |
| كُلُّ شَهْوَةٍ وَلَذَّةٍ وَمَطْلَبٍ فَلَا يَبْقٰى فِيْ قَلْبِكَ |
| سِوٰى اِرَادَتِهٖ عَزَّوَجَلَّ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّسُوْقَ اِلَيْكَ |
| قِسْمَكَ الَّذِيْ لَابُدَّ لَكَ مِنْ تَنَاوُلِهٖ وَلَيْسَ هُوَ |
| رِزْقًا لِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِهٖ سِوَاكَ اَوْجَدَ عِنْدَكَ |
| شَهْوَةَ ذٰلِكَ الْقِسْمِ وَسَاقَهٗ اِلَيْكَ فَيُوَاصِلُكَ بِهٖ |
| عِنْدَ الْحَاجَةِ ثُمَّ يُوَفِّقُكَ بِشُكْرِهٖ وَيُعَرِّفُكَ اَنَّهٗ |

جو مریض پر مہربان بھی ہو اور مریض[16] کا رفیق اور دوست بھی ہو یہ انعام واکرام تمہاری حمایت اور ماسوا کی طرف میلان سے بچانے کے لیے ہے اور وہ تمہیں مسلسل اور بالدوام فضل وکرم سے راضی کر دے گا تو اس[17] وقت تمہارا دل ہر ارادہ وخواہش، لذتِ نفس اور خدا کے سوا محبوب و مطلوب سے منقطع ہو جائے گا اور دل میں اس کے ارادے کے سوا کچھ نہیں رہے[18] گا۔ جب وہ تمہارے لیے ضروری روزی پہنچانا چاہے گا جو مخلوق سے کسی اور کا رزق نہیں ہے تو وہ اس کی خواہش تمہارے دل میں پیدا فرما دے گا اسے تمہیں طرف چلائے گا اور ضرورت کے وقت پہنچا دے گا پھر وہ تمہیں شکر کی توفیق دے گا اور بتلائے گا کہ وہی روزی رساں اور

---

[16] جس نے خود کو طبیب کے سپرد کرتے ہوئے چہرۂ نیازمندی زمین پر رکھ دیا ہے

| |
|---|
| مِنْهُ وَهُوَ سَائِقُهٗ اِلَيْكَ وَرَازِقُهٗ لَكَ فَتَشْكُرُهٗ ح و |
| تَعْرِفُ وَتَعْلَمُ فَيَزِيْدُكَ خُرُوجًا مِنَ الْخَلْقِ وَبُعْدًا |
| مِّنَ الْاَنَامِ وَخُلُوَّ الْبَاطِنِ مِمَّا سِوَاهُ ثُمَّ اِذَا قَوِیَ عِلْمُكَ |
| وَيَقِيْنُكَ وَشَرْحُ صَدْرِكَ . |

روزی دہندہ ہے[19] پس تم اس وقت شکر بجالاؤ گے اس نعمت کا، علم و عرفان حاصل کرلو گے تو مخلوق سے زیادہ خارج اور لوگوں پر اعتقاد اور ان سے اختلاط سے زیادہ دُور اور باطن کو غیر حق سے بالکل خالی کر دے گا۔ پھر جب تمہارا علم ویقین قوی، شرح صدر[20] حاصل

---

تو طبیب جو چیز حال کے مناسب اور وقت کے مطابق سمجھتا ہے تجویز کرے اگر یہ مریض اپنی حرصِ طبیعت اور جہل و نادانی کی وجہ سے کوئی اور یا زائد چیز کا طالب ہو۔

[17] جب کہ پردہ اُٹھ چکا ہے اسباب و وسائط پر نظر نہیں رہی ماسوائے حق کی طرف میلان بھی نہیں رہا اور فضلِ الٰہی پر راضی بھی ہوگئے۔

[18] تاکہ اس کے سوا اور اس کی مطلوب چیز کے علاوہ کسی کا ارادہ نہ کرو۔

[19] یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حقیقتِ شکر نعمتِ باری تعالیٰ کی پہچان ہے حدیث شریف میں ہے حضرت داؤد علیہ السلام نے ربّ ذوالجلال کی بارگاہ میں ندا کی اے بارِ الٰہ! تیری نعمتیں بے شمار ہیں ان سب کا شکر کیسے ادا کروں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا دَاؤُدُ اِذَا عَرَفْتَ اَنَّهٗ مِنِّیْ فَقَدْ شَكَرْتَنِیْ۔ — اے داؤد! آپ کا نعمت کو میری طرف سے سمجھنا ہی حقیقتِ شکر ہے۔

خلاصہ کلام جب باطن سے ارادہ اور خواہش نکل جائیں اور ارادۂ حق کے سوا کچھ نہ رہے تو تمہارے حصہ کی نعمت پہنچ جائے گی۔

| |
|---|
| وَنُوْرُ قَلْبُكَ وَزَادَ قُرْبُكَ مِنْ مَوْلَاكَ وَمَكَانُكَ |
| لَدَيْهِ وَاَمَانَتُكَ عِنْدَهُ وَاَهْلِيَّتُكَ لِحِفْظِ الْاَسْرَارِ عَلِمْتَ |
| مَتٰى يَاتِيكَ قِسْمُكَ قَبْلَ حِيْنٍ كَرَامَةً لَكَ وَاِجْلَالًا |
| لِحُرْمَتِكَ فَضْلًا مِنْهُ وَمِنَّةً وَهِدَايَةً قَالَ اللّٰهُ |
| تَعَالٰى وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا |
| وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ۔ |

اور دل روشن[21] ہو گا اور بارگاہِ ربّ العزت میں قرب[22] و مرتبہ[23] زیادہ حاصل ہو گا، اس کی بارگاہ کے اسرار کی حفاظت میں امانت کو تقویت مل جائے گی تو تمہیں قبل اس وقت جتا دیا جائے گا کہ تمہارا حصہ کب[24] ملے گا یہ تمہاری عزت[25] و عظمت اور اس کے فضل و احسان اور ہدایت کے پیش نظر ہو گا[26] ــــ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہم نے بنی اسرائیل میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جب انہوں نے صبر کیا (استقامت کے راستہ پر چلتے ہوئے) اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے (۲۷، ۳۲/۲۴)

---

۲۰ کہ اسباب کی مزاحمت اور وساوس و اوہام سے تنگ نہ ہو گا یقین کی رسی ہاتھ سے نہیں نکلے گی اور نسبت میں کمی واقع نہیں ہوگی۔

۲۱ چنانچہ شک و شبہ کی تاریکی طاری نہیں ہوگی شدت وجہل اور ناشناسائی کا پردہ جمال شہود پر نہیں آئے گا۔

۲۲ جو کہ انقطاع ماسوا کو لازم اور علم یقین اور معرفت کے نور کا نتیجہ ہے۔

| |
|---|
| وَقَالَ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَقَالَ |
| اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ. |

اور فرمایا اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے[۲۸] (۲۹/۶۹) مزید فرمایا: اور اللہ سے ڈرو[۲۹] اور اللہ تمہیں احکام سکھاتا ہے[۳۰]

---

۲۳ یعنی اس کے نزدیک تمہاری قدر و منزلت بڑھ جائے گی کیونکہ رضا اور محبتِ حق حاصل ہو چکی ہے جو کہ متوکلین کے متعلق ہے۔

۲۴ اور از روئے کشف معلوم ہو جائے گا کہ فلاں چیز تمہارے نصیب میں ہے اور پہنچنے والی ہے خواہ وقت کا تعین ہو یا نہ ہو۔ اس کلام میں اشارہ ہے کہ جب تک آدمی اسرار کا محافظ و امین نہ بن جائے کشف و اسرار کے لائق نہیں ہوتا اور اگر کشفوں میں امین نہ بنے اسرار کی حفاظت نہ کرے تو وہ کشف آخر وبالِ جان بن جاتا ہے۔

۲۵ یعنی اپنی معلومات کا تم پر کشف والقاء اور حصولِ نعمت کی خوشخبری۔

۲۶ یعنی اپنے فضل و کرم اور صفاتِ لطیفہ سے دوسروں کو تعلیم و تکمیل ہدایت دے گا جو کہ علم و یقین اور کمال کو لازم ہے۔

۲۷ آیات سے مراد کتاب ہے یا دین کے دلائل و امارات۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مولا کریم کی اطاعت پر صبر کرنے والے احکام ربوبیت پر یقین رکھنے والے یقیناً ائمہ دین مہدی اور ہادی ہیں۔

۲۸ یعنی جو لوگ اپنی قوت و توانائی کو بروئے کار لا کر نفس اور غیر نفس کے ساتھ

| |
|---|
| لَوْ يُرَدُّ عَلَيْكَ التَّكْوِيْنُ بِالْاِذْنِ الصَّرِيْحِ الَّذِيْ لَاغُبَارَ |
| عَلَيْهِ وَالدَّلَالَاتِ اللَّائِحَةِ كَالشَّمْسِ الْمُنِيْرَةِ وَبِكَلَامٍ لَذِيْذٍ |
| اَلَذُّ مِنْ كُلِّ لَذِيْذٍ وَالْهَامٍ صِدْقٍ مِنْ غَيْرِ تَلَبُّسٍ |
| مُصَفًّى مِنْ هَوَاجِسِ النَّفْسِ وَوَسَاوِسِ الشَّيْطَانِ اللَّعِيْنِ |
| قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ بَعْضِ كُتُبِهٖ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ |
| اِلَّآ اَنَا اَقُوْلُ لِلشَّيْئِ كُنْ فَيَكُوْنُ وَاَطِعْنِيْ |

اس کے بعد نظامِ تکوین تمہارے سپرد کر دیا جائے گا[۳۱] اور تم شک و شبہ کی آمیزش کے بغیر اذنِ صریح اور چمکتے ہوئے آفتاب کی طرح واضح دلائل دلآویز کلام جو سب لذائذ سے زیادہ لذیذ ہو بلا التباس و اشتباہ سچے الہام سے کائنات میں تصرف کر سکو گے اور وہ الہام تمام نفسانی خطروں[۳۲] اور شیطان لعین کے وسوسوں[۳۳] سے پاک وصاف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں ارشاد فرمایا: اے ابنِ آدم! میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں جس شے کو حکم دوں کہ "ہو جا" وہ ہو جاتی ہے تو میری اطاعت کرے گا تو تجھے ایسا ہی بنا دوں گا کہ جس چیز کو کہو گے "ہو جا"

---

دینِ اسلام کی تقویت ہماری معرفت کی تحصیل اور ہمارے وصول کے راستے پر چلنے کے لیے جہاد کیا ہم انہیں راہیں دکھا دیتے ہیں اپنے قرب، وصول کے رستے کی ہدایت دیتے ہیں اور خیر اور سلوک طریقت کی توفیق کے طور پر ہدایت میں اضافہ فرما دیتے ہیں۔

[۲۹] اس کے امر و نہی کو نگاہ میں رکھو۔

۳۰ جوکہ تمہاری دنیوی واخروی مصالح کوشامل ہیں۔ اس آیت مبارکہ سے
معلوم ہواکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم علوم عمل وتقویٰ پر مرتب ہوتی ہے
لیکن جن علوم کی موجودگی میں تقویٰ اختیار کیا جاتا ہے انہیں علوم وراثت
کہتے ہیں جوکہ عمل سے مقصود ہے اور اس پر مرتب ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف
میں ہے۔ جس نے علم کے مطابق عمل کیا اللہ اسے وہ علم سکھادے گا جسے وہ نہیں جانتا۔
۳۱ کہ تمہیں بطورِ کرامت وخرق عادت کائنات کے پیدا کرنے اور جہاں میں تصرف
کا اختیار حاصل ہوگا۔

۳۲ ہَوَاجِس ہَاجِسٌ کی جمع ہے یعنی جو چیز یکایک دل میں آئے جب دوبارہ لوٹے
اور تیزی دکھائے تو اسے خاطر کہتے ہیں ممکن ہے کہ اس جگہ ہاجس سے مراد
عام ہو جوکہ خاطر کو بھی شامل ہے۔

۳۳ وسوسہ کے لغوی معنی آواز نہانی جو آہستگی سے کانوں تک پہنچے۔ اہلِ عرب
عورتوں کے پازیب کی آواز کو وسواس کہتے ہیں اور شریعت میں دل پر
گذرنے والا اندیشۂ بد وسوسہ کہلاتا ہے۔

| |
|---|
| اَجْعَلُكَ تَقُوْلُ لِلشَّيْئِ كُنْ فَيَكُوْنُ وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ بِكَثِيْرٍ |
| مِّنْ اَنْبِيَآئِهٖ وَاَوْلِيَائِهٖ وَخَوَاصِّهٖ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ۔ |

وہ ہو جائے گی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے اکثر انبیاء و اولیاء اور خاص بندوں کو اس نعمت سے نوازا ہے[۳۴]۔ علیہم الصلوات والتسلیمات۔

---

۳۴ ان کاملین میں حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی بھی ہے جو اپنے ارادہ اور خواہش سے مکمل طور پر فانی اور اللہ کے امر و فعل کے ساتھ باقی ہو چکے ہیں اور اس کے قدرت و اختیار عطا کرنے سے کائنات میں متصرّف ہیں جو حالات و مقامات ان مقالات میں مذکور ہیں وہ حضرت کے اسی احوال و مقامات سے کنایہ ہیں۔

؎ خوشتر آید آنکہ حالِ دلبراں
گفتہ آید در لباسِ دیگراں

محبوبوں کا حال کتنا مبارک ہے جو دوسروں کی حکایت میں بیان کیا جائے۔

# اَلْمَقَالَةُ السَّابِعَةُ عَشَرَ

قَالَ رضي الله عنه: إِذَا وَصَلْتَ إِلَى اللهِ فَقُرِّبْتَ مِنْهُ بِتَقْرِيبِهِ وَتَوْفِيقِهِ وَمَعْنَى الْوُصُولِ إِلَى اللهِ خُرُوجُكَ عَنِ الْخَلْقِ وَالْهَوَى وَالْإِرَادَةِ وَالْمُنَى وَالثُّبُوتُ مَعَ فِعْلِهِ وَإِرَادَتِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونَ مِنْكَ حَرَكَةٌ فِيكَ وَلَا فِي خَلْقِهِ بِكَ بَلْ بِحُكْمِهِ وَفِعْلِهِ وَأَمْرِهِ فَهِيَ حَالَةُ الْفَنَاءِ يُعَبَّرُ مِنْهَا بِالْوُصُولِ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ لَيْسَ كَالْوُصُولِ إِلَى أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ الْمَعْقُولِ الْمَعْهُودِ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ جَلَّ الْخَالِقُ أَنْ يُشَبَّهَ بِمَخْلُوقَاتِهِ أَوْ يُقَاسَ عَلَى مَصْنُوعِهِ فَالْوُصُولُ إِلَيْهِ مَعْرُوفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْوُصُولِ بِتَعْرِيفِهِ لَهُمْ كُلَّ وَاحِدٍ عَلَى حِدَةٍ وَلَا يُشَارِكُهُ فِيهِ غَيْرُهُ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَأَنْبِيَائِهِ وَأَوْلِيَائِهِ سِرٌّ مِنْ حَيْثُ لَا يَطَّلِعُ عَلَى ذَلِكَ أَحَدٌ غَيْرُهُ حَتَّى أَنَّهُ قَدْ يَكُونُ لِلْمُرِيدِ سِرٌّ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ شَيْخُهُ وَلِلشَّيْخِ سِرٌّ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ مُرِيدُهُ الَّذِي قَدْ دَنَا سَيْرُهُ إِلَى عَتَبَةِ بَابِ حَالَةِ شَيْخِهِ فَإِذَا بَلَغَ الْمُرِيدُ حَالَةَ شَيْخِهِ أُفْرِدَ عَنِ الشَّيْخِ وَ وَقُطِعَ عَنْهُ فَيَتَوَلَّاهُ الْحَقُّ فَيَقْطَعُهُ عَنِ الْخَلْقِ جُمْلَةً فَيَكُونُ الشَّيْخُ كَالظِّئْرِ وَالدَّايَةِ لَا رَضَاعَ بَعْدَ الْحَوْلَيْنِ لَا خَلْقَ بَعْدَ

زَوَالِ الْهَوٰى وَالْإِرَادَةِ اَلشَّيْخُ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ مَا دَامَ ثَمَّةَ هَوًى
وَإِرَادَةٌ لِكَسْرِهِمَا وَأَمَّا بَعْدَ زَوَالِهِمَا فَلَا لِأَنَّهُ لَا كُدُوْرَةَ وَلَا
نُقْصَانَ فَإِذَا وَصَلْتَ إِلَى الْحَقِّ عَلٰى مَا بَيَّنَّا فَكُنْ آمِنًا أَبَدًا مِمَّنْ
سِوَاهُ فَلَا تَرٰى لِغَيْرِهٖ وُجُوْدًا اَلْبَتَّةَ قَطْعًا لَا فِي الضَّرِّ وَلَا فِي
النَّفْعِ وَلَا فِي الْعَطَاءِ وَلَا فِي الْمَنْعِ وَلَا فِي خَوْفٍ وَلَا فِي رَجَاءٍ بَلْ هُوَ
عَزَّ وَجَلَّ أَهْلُ التَّقْوٰى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ فَكُنْ أَبَدًا نَاظِرًا إِلٰى
فِعْلِهٖ وَمُتَرَقِّبًا لِأَمْرِهٖ مُشْتَغِلًا بِطَاعَتِهٖ مُبَايِنًا عَنْ جَمِيْعِ خَلْقِهٖ
دُنْيًا وَّأُخْرٰى لَا تُعَلِّقْ قَلْبَكَ بِشَيْءٍ مِّنْ خَلْقِهٖ اِجْعَلِ الْخَلِيْقَةَ أَجْمَعَ
كَرَجُلٍ كَتَفَهٗ سُلْطَانٌ عَظِيْمٌ مُلْكُهٗ شَدِيْدٌ أَمْرُهٗ مَهُوْلَةٌ صَوْلَتُهٗ
وَسَطْوَتُهٗ ثُمَّ جَعَلَ الْغُلَّ فِيْ رَقَبَتِهٖ مَعَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ صَلَبَهٗ عَلٰى
شَجَرَةِ الْأَرْزِ عَلٰى شَاطِئِ نَهْرٍ عَظِيْمٍ مَوْجُهٗ فَسِيْحٍ عَرْضُهٗ
عَمِيْقٍ غَوْرُهٗ شَدِيْدٍ جَرْيُهٗ ثُمَّ جَلَسَ السُّلْطَانُ عَلٰى كُرْسِيٍّ
عَظِيْمٍ قَدْرُهٗ عَالٍ سَمَاؤُهٗ بَعِيْدٍ مَرَامُهٗ وَوُصُوْلُهٗ وَتَرَكَ إِلٰى
جَنْبِهٖ أَحْمَالًا مِّنَ السِّهَامِ وَالرِّمَاحِ وَالنَّبْلِ وَأَنْوَاعِ السِّلَاحِ
وَالْقِسِيِّ مِمَّا لَا يَبْلُغُ قَدْرَهَا غَيْرُهٗ فَجَعَلَ يَرْمِيْ إِلَى الْمَصْلُوْبِ بِمَا
شَاءَ مِنْ ذٰلِكَ السِّلَاحِ فَهَلْ يَحْسُنُ لِمَنْ رَأٰى ذٰلِكَ أَنْ
يَتْرُكَ النَّظَرَ إِلَى السُّلْطَانِ وَيَتْرُكَ الْخَوْفَ مِنْهُ وَالرَّجَاءَ لَهٗ وَ
يَخَافُ مِنَ الْمَصْلُوْبِ وَيَرْجُوْ مِنْهُ أَلَيْسَ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ يُسَمّٰى
فِيْ قَضِيَّةِ الْعَقْلِ عَدِيْمَ الْعَقْلِ وَالْإِدْرَاكِ مَجْنُوْنًا بَهِيْمَةً
غَيْرَ إِنْسَانٍ نَتَعَوَّذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْعَمٰى بَعْدَ الْبَصِيْرَةِ وَالْقَطِيْعَةِ

بعد الوصول والصدود بعد الدنو والقرب والضلالة بعد
الهداية والكفر بعد الإيمان فالدنيا كالنهر العظيم الجاري
الذي ذكرناه كل يوم في زيادة ماءها وهي شهوات بني آدم
ولذاتهم فيها التي تصيبهم منها أما السهام وأنواع السلاح
فالبلايا التي تجري بها القدر إليهم فالغالب على بني آدم في
الدنيا البلايا والنغص والآلام المحن وما يجدون من النعيم
واللذات فمشوبة بالآفات إذا اعتبرها كل عاقل أدرك أن
لا حياة له إلا في الآخرة إن كان موقنا كما قال النبي لا عيش
إلا عيش الآخرة خصوصا ذلك في حق المؤمن كما قال عليه الصلوٰة
والسلام الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر وقال عليه الصلوٰة
والسلام التقي ملجم كيف يدعي طيب عيش في الدنيا فالراحة
كل الراحة في الانقطاع إلى الله عز وجل موافقته والاستطراح
بين يديه فتكون بذلك خارجا من الدنيا فحينئذ يكون الدلال
رافة وراحة ولطفا وصدقة وفضلا ٥

## مقالہ ۱۷

# مرشد کے ذریعے خدا تعالیٰ تک رسائی

حضرت شاہ بغداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ واصل باللہ ہو جائیں گے تو اس کی طرف سے قریب کرنے اور توفیق دینے سے تمھیں قریب

کر دیا جائے گا۔[1] وصول الی اللہ کے معنیٰ خلق،[2] خواہش، ارادہ، نفس اور آرزوؤں[3] سے باہر آنا اور اللہ تعالیٰ کے فعل اور ارادہ کے ساتھ ثابت رہنا ہے،[4] جبکہ تمھاری طرف سے تدبیر و خواہش میں کسی قسم کی حرکت نہ پائی جائے، تدبیر نہ تمھاری ذات کے متعلق ہو نہ ہی خلقِ خدا کے متعلق بلکہ حرکت و تدبیر اس کے حکم، فعل اور تدبیر سے ہونی چاہئے۔[5] پس یہی حالتِ فنا ہے۔ اصطلاحِ صوفیہ میں جسے وصول سے تعبیر کرتے ہیں۔[6] لیکن اللہ تعالیٰ تک رسائی بندوں تک رسائی کی طرح ہرگز نہیں ہے[7] جسے عقلِ عامہ پا لیتی ہے اور معلوم معہود ہے کیونکہ اس کی مثل کوئی نہیں[8] اور

---

(۱) حق تعالیٰ تک سالک کے وصول سے مراد غیر اللہ سے انقطاع ہے اور قرب سے مراد غیر اللہ سے بُعد و دُوری ہے جیسا کہ مقالہ ۷ میں گزر چکا ہے۔ اس کا خلاصہ آئندہ سطور میں بیان ہو رہا ہے۔

(۲) کہ مخلوق کی طرف سے نفع و نقصان، تعریف و مذمت اور ان کے وجود و عدم سے نظر روک لے۔

(۳) نفس سے باہر آنے سے مقصود یہ ہے شرعی اوامر و نواہی کی اتباع و اطاعت کا التزام کرے۔

(۴) کہ جس طرح وہ کرے اور جس حال میں رکھے اس پر راضی رہے۔

(۵) کہ تمھارے تصرف و اختیار اور تدبیر کا دخل نہ رہے۔

(۶) وصول کے معنی فنا اور واصل کے معنی فانی کے ہیں، اور قرب کے معنی بھی اس سے ملتے جلتے ہیں۔

(۷) کہ بندوں کی رسائی میں قطعِ مسافت ہوتی ہے اور اجسام باہم ملتے ہیں۔

(۸) نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں۔ وہ جسم اور جسمانی صفات سے پاک و مبرا ہے۔

وہ سننے والا دیکھنے والا ہے[9] وہ خالق اس بات سے برتر ہے کہ مخلوق کے ساتھ اس کی تشبیہ دی جائے یا اس کی صنعت پر قیاس کیا جائے تو وصول الی اللہ اللہ تعالےٰ کے بتانے سے اہلِ وصول کے نزدیک معروف ہے[10] ہر ایک کا قربِ الٰہی میں جُدا گانہ مرتبہ ہے اور دریافت وصول میں اس کا اور کوئی شریک نہیں ہے[11] اس کا رسولوں، انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیٰ جمیع الانبیاء۔ وعلیٰ اتباعھم الصلاۃ و السلام میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک راز ہے جس پر دوسرا مطلع نہیں[12] کبھی

---

(۹) وہ کانوں کے بغیر سُنتا اور آنکھوں کے بغیر دیکھتا ہے۔ اسی طرح اس کا قرب و حصول جسم اور مکان کے ساتھ موصوف نہیں ہے۔

(۱۰) یعنی حق تعالےٰ کے ساتھ وصول کے بعد باطن میں ایسی نسبت اور حالت پیدا ہو جاتی ہے جسے ذوق اور تعلیمِ حق سے بندہ پہچان لیتا ہے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ مخلوق، حرص اور ارادہ سے باہر نکلنا اور اللہ تعالیٰ کے فعل و ارادہ میں فنا یہ وصول کے آثار و علامات سے ہے، حقیقتِ وصول نہیں۔ جیسا کہ محبت درحقیقت دلی انجذاب کا نام ہے اور امتثالِ امر خدمتِ ظاہری اس کے آثار ہیں اہلِ ظاہر اس امتثالِ امر کو ہی بندے کی خدا تعالیٰ سے محبت قرار دیتے ہیں، ظاہر و باطن میں اس کی بے شمار مثالیں دی جا سکتی ہیں مثلاً حالتِ بلوغ وغیرہ۔ خلاصۂ کلام وحصولِ حق ایک باطنی نور اور حالت ہے جسے اہلِ وصول تعلیمِ الٰہی سے پہچان لیتے ہیں۔

(۱۱) اگرچہ وصول کے معنی ایک ہی ہیں مگر ہر تجلی جدا ہے کیونکہ اس میں تکرار نہیں ہے۔

(۱۲) ؎ اے ترا با ہر دلے رازے دگر ہر گدا را بر درت نازے دگر
در ربابِ عشق تارے بیش نیست ہست مہر جا نغمہ سازے دگر

(ترجمہ: اے وہ ذات جس کا ہر دل کے ساتھ الگ راز ہے اور جس کے دروازے پر ہر فقیر کا جُداگانہ ناز ہے۔ ربابِ عشق میں گو کہ تار ایک ہی ہے مگر ہر جگہ ساز کا نغمہ منفرد ہے)

یہ احوال کی جدائی اور اسرار کا تفاوت اس قدر ہوتا ہے کہ مرید کا راز شیخ پر نہیں کھلتا اور شیخ کے راز پر مرید مطلع نہیں ہوتا جو کہ سیر و سلوک میں مقام[۱۳] شیخ کی دہلیز تک پہنچ چکا ہے[۱۴] اور مرید جب شیخ کی حالت پر پہنچ جاتے تو اسے

---

## (۱۳) مرید شیخ سے کس طرح استفادہ کرتا ہے

یعنی مرید نے باوجودیکہ شیخ کے ذریعہ سلوک طے کیا ہے اور شیخ کی تعلیم و تربیت سے مرتبۂ سلوک تک رسائی حاصل کی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ مرید نے جس چیز کی تعلیم حاصل کی اور استفادہ کیا ہے وہ علوم و قواعد اور آدابِ سلوک ہیں اور شیخ کا مرید میں تصرف یہ ہے کہ اس نے مرید کے باطن میں نورِ ذکر پیدا کیا اور اس کی با استعداد زمین میں تخمِ محبت کاشت کیا اور بیضۂ بشریت سے باہر نکالا ہے۔ لیکن خصوصیتِ مکان اور خاصیتِ زمین کا اور اس کے وجود کی آب و ہوا کا اس کے تشخص میں دخل نہیں ہے۔

## (۱۴) مرید مقامِ شیخ تک نہیں پہنچ سکتا

یعنی مرید مقامِ شیخ تک رسائی اور حالاتِ شیخ کی دریافت کے باوجود وہ باطنِ شیخ کے مخصوص حالات پر آگاہ نہیں ہوتا۔ اس عبارت میں تنبیہ ہے کہ مرید اگرچہ مقامِ شیخ حاصل کر چکا ہو تاہم اسے آداب کی رعایت کرتے ہوئے پیر کی چوکھٹ پر پڑے رہنا چاہیئے۔

شیخ رکن الدین علاء الدین سمنانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جس بلند مقام پر پہنچا دے تو جہاں میرے سر کی چوٹی ہو گی وہاں شیخ عبدالرحمٰن، شیخ علی لالا اور شیخ نجم الدین قدست اسرارہم کے قدم ہوں گے۔

بلند مرتبہ زمین خاکِ آستان شدہ ام  غبارِ کوئے توام اگر بر آسمان شدہ ام

شیخ سے علیحدہ اور جُدا کر لیا جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے اس کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے تمام مخلوق سے منقطع کر دیتا ہے[۱۵] پس پس شیخ بمنزلہ دایہ کے ہے اور دو سال کے بعد شیر خوارگی نہیں ہے[۱۶] اور نہ ہی ارادہ و خواہش کے بعد مخلوق سے تعلق رہتا ہے کیونکہ جب تک سالک کے باطن میں ارادہ اور خواہش کا وجود تھا انہیں توڑنے کے لیے شیخ کی ضرورت تھی لیکن ان کے زوال کے بعد نہیں کیونکہ اب کدورت اور نقصان نہیں ہے[۱۷] اور

---

(ترجمہ: اس آستان کی خاک نشینی کی وجہ سے میں بلند مرتبہ ہُوا ہوں، عظمت کے آسمان تک رسائی کے باوجود اس کوچہ کا غبار ہی ہُوں)

اگرچہ یہ ممکن ہے کہ مقامِ شیخ تک وصول کے بعد مرید میں موجود استعداد کی قوّت کی وجہ سے وہ اس سے گزرتے ہوئے بلند مقام پر فائز ہو جائے، جیسا کہ خود سرکارِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارشاد ہو رہا ہے۔

(۱۵) خواہ شیخ ہو یا غیر شیخ، جیسا کہ بچے کا دودھ روک کر رنگ رنگ کے کھانوں اور قسم قسم کی غذاؤں سے تربیت کی جاتی ہے اور غذا مہیا کی جاتی ہے تاکہ وہ مردوں کے مرتبہ تک پہنچ جائے۔

(۱۶) مرید طفلِ شیر خوار کی طرح ہے جو مدتِ رضاعت تک دایہ کی گود میں پرورش پاتا ہے یہاں تک کہ وہ انواع و اقسام کے کھانوں اور غذاؤں کے قابل ہو جاتا ہے اور مدتِ رضاعت کے بعد کا حال جُداگانہ ہے۔

(۱۷) شیخ کی ضرورت کب تک رہتی ہے حصولِ فنا کے بعد کام کی تکمیل ہو جاتی ہے اور سلوک جو کہ سیر الی اللہ سے عبارت ہے اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے اور سالک

جب تم ہمارے بیان کے مطابق واصل باللہ ہو جاؤ گے تو ہمیشہ کے لیے ماسوائے حق

---

مرتبۂ کمال حاصل کرنے کے بعد ولایت سے دروازہ میں داخل ہو کر بقا پا چکا ہے اور معاملہ سیر فی اللہ سے وابستہ ہو چکا ہے۔

اکنوں بتربیتِ تجلیاتِ متنوعہ الٰہی بوساطت امداد نورِ محمدی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم بمرتبۂ تکمیل رسیدہ بمقامِ لقا خواہد رسید۔

اب وہ نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امداد سے مرتبۂ تکمیل تک پہنچ کر مقامِ لقا تک رسائی حاصل کرے گا۔

نیز فرماتے ہیں کہ مرتبۂ سلوک میں شیخ و مرشد کی طرف محتاجی خواہش اور ارادے کے ازالے کے لیے ہے۔ کیونکہ سالک ضعف باطنی کی وجہ سے اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور اس کی مزاحمت کی وجہ سے مقامِ فنا تک وصول نہیں پاسکتا، جیسا کہ طفلِ شیر خوار ضعفِ بدنی کے باعث اطعمہ و اغذیہ تناول نہیں کرسکتا۔ حرص و ہوا کا زوال جو کہ بیضۂ بشریت سے باہر آنے سے کنایہ ہے عادت کے مطابق تربیت اور شیخ کامل و مکمّل کے تصرف پر موقوف ہے، کے بعد احتیاجِ شیخ نہیں رہتی ے

آں باشد کہ بارِ منّت ملاح بردمے
گوہر چو دست داد بدریا چہ حاجتست

(کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ملاح کا بارِ احسان اٹھانا پڑتا ہے اور جب گوہرِ مقصود دستیاب ہو جائے تو دریا کی کیا ضرورت ہے)

بعض مجذوب و محبوب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ابتدائے حال میں اگرچہ مربّی و مشائخ کی صحبت میں بیٹھتے ہیں لیکن درحقیقت ان کی تربیت دوسرے

اور اس سے استقامت پانے سے مامون ہونا، پس حق تعالیٰ کے غیر کا وجود

---

مقام سے ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| اَنَا مَا رَبَّانِیْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَیْسَ لِاَحَدٍ عَلَیَّ مِنَّۃٌ بَعْدَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ جل جلالہ وصلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ | میری تربیت صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ کے بعد کسی کا مجھ پر احسان نہیں ہے جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ |

شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری علیہ الرحمۃ شیخ مکین الدین اسمر علیہ الرحمۃ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

| | |
|---|---|
| اَنَا مَا رَبَّانِیْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ | میری تربیت تو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کی ہے۔ |

شیخ عبدالرحیم قناوی علیہ الرحمۃ سے بھی یہ قول منقول ہے:

| | |
|---|---|
| اَنَا لَا مِنَّۃَ لِاَحَدٍ عَلَیَّ اِلَّا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم۔ | مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کا احسان نہیں ہے۔ |

اس کے باوجود رعایتِ ادب، نعمت شناسی، ولیِ نعمت اور شکر گزاری کا حق واجب ہے۔ ذیل کے اشعار میں شاعر علیہ الرحمۃ نے دونوں جانبوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا:

حافظ مرید جامِ جم ست اے صبا برو
وز بندہ بندگی برساں شیخ جام را

اور غیر کی قدرت کی طرف نہ کرنا نہ سُود و زیاں میں نہ منع و عطا میں اور نہ امید و بیم میں، بلکہ وہ اللہ تعالےٰ ہی اس بات کے لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس کی بخشش کی امید کی جائے اس کے فعل کی طرف دیکھا جائے (۱۷) اس کے حکم کا منتظر رہنا چاہیئے (۱۸) اس کی اطاعت میں مشغول رہو (۱۹) باطن سے ہر مخلوق سے دور رہو خواہ نفس ہو یا غیر نفس دُنیا ہو یا آخرت، دل کو مخلوق کی کسی چیز کے ساتھ معلق نہ کرو، ساری کی ساری خلقت کو قدرتِ الٰہی میں مقہور و اسیر اور تختۂ دار پر لٹکی ہوئی جانو (نیز قدرتِ خداوندی کو اس طرح جانو) جیسے سلطانِ وقت، صاحبِ تسلط و قہرماں جس کی مملکت بہت وسیع ہو، امر سخت ہو اور اس کے سخت حملے سے ڈرایا گیا ہو، نے کسی آدمی کو گرفتار کر رکھا ہو، پھر اس کی گردن میں

---

(حافظ تو جام جمشید کا مرید ہے، اے صبا! جا اور خادم کی جانب سے جام لے، شیخ کو بندگی پہنچا دے)

و لالہ اگرچہ زشتِ کردار بود

در خلوتِ معشوق گراں بار بود

(اور گُلِ لالہ اگرچہ زشت کردار ہی ہو تاہم وہ خلوتِ معشوق میں گرانبار ہوتا ہے)

**خلاصۂ کلام:** وصول کے بعد کا وظیفہ غیر کی نفی اور ما سوا سے قطع تعلق ہے، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

(۱۷) کہ کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے۔

(۱۸) کہ کیا حکم دیتا ہے اور کیا فرماتا ہے۔

(۱۹) امرِ ارادی میں بھی اور امرِ تشریعی میں بھی، وہ جس حال میں رکھے اُسی میں رہو اور جو فرمائے وُہ بجا لاؤ۔

طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پہنا رکھی ہوں پھر اسے بہت طویل و سیدھے صنوبر کے درخت کے ساتھ پھانسی پر لٹکا دے اور وُہ درخت ایک موّاج، اتھاہ گہرے، چوڑے اور تیز رَو دریا کے کنارے پر واقع ہو، پھر بادشاہ ایسے درخت پر بیٹھ جائے جو بہت عظمت و رفعت والا ہے اس تک رسائی بہت مشکل ہے، بادشاہ نے ایک طرف تیروں نیزوں کمانوں اور مختلف قسم کے ہتھیاروں کے انبار لگا رکھے ہوں جن کی تعداد صرف بادشاہ ہی جانتا ہو وہ سلطان پھانسی پر لٹکے ہوُئے شخص کی طرف جس ہتھیار کو چاہے پھینک دے، کیا ایسے میں کوئی ایسا آدمی بھی ہو سکتا ہے جو اس کو دیکھے اور اس قدر غالب و قہار سے منہ موڑ لے اور نہ اس کا خوف ہو اور نہ ہی اس سے امید، اس کے بجائے سُولی پر لٹکے ہوُئے مقہور و مغلوب آدمی سے ڈرے اور نفع کی اُمید رکھے؟ کیا یہ خیال رکھنے والا بے عقل، دیوانہ، حیوان اور خارج از انسانیت نہ ہوگا، پس اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگو بصیرت کے بعد کور بینی سے (۲۰)، وصولِ بارگاہِ قدس کے بعد افتراق سے، قرب کے بعد دوری سے، ہدایت کے بعد گمراہی سے اور ایمان کے بعد کفر سے (۲۱)، چنانچہ گزشتہ بیان (۲۲) کے مطابق دنیا ایک بہتے ہوئے دریا کی طرح ہے اور روز بروز اس کا پانی بڑھ رہا ہے یہ بنی آدم کی لذات و شہواتِ دنیاوی ہیں جو انھیں حاصل ہو رہی ہیں، لیکن یہ نیزے، تیر اور طرح طرح کا اسلحہ وہ مصائب ہیں جنھیں تقدیر لے کر بندوں تک پہنچتی ہے۔ دنیا میں بندوں

---

(۲۰) خصوصاً حصولِ ایمان و انابت کے علم و معرفت کے بعد۔

(۲۱) جو کہ پست ترین اور بدترین جہالت ہے۔

(۲۲) اب مثال کے بعد ممثل لہ سے اس کی مطابقت کا ذکر فرما رہے ہیں۔

پر اس کی مشقتیں، آفتیں، نامرادی اور درد و آلام غالب ہیں اور قدرے جو کچھ لذت و راحت پاتے ہیں وہ بھی مصیبتوں سے لبریز ہے۔ جب بھی عاقل آدمی دُنیا کی لذات و نعم کا آخرت کی لذات و نعم سے مقابلہ کرتا ہے تو اگر وہ صاحبِ یقین ہو تو معلوم کر لیتا ہے کہ زندگی تو بس آخرت کی ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا[23] زندگی صرف آخرت کی ہے خصوصاً مومن کے حق میں[24]۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے[25]۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: پرہیز گار کے منہ میں لگام دی گئی ہے[26]۔ ان اخبار و

---

(۲۳) خندق کھودتے وقت صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تسلّی کے لیے۔

(۲۴) یعنی دنیا میں آفات و بلیات کا اترنا تمام بنی آدم کو شامل ہے خواہ وہ مومن ہوں یا کافر، لیکن مومن کے حق میں غالب تر ہے۔

(۲۵) **دُنیا دارِ ابتلاء ہے**: یعنی مومن دُنیا میں جس قدر بھی ناز و نعمت سے رہے آخرت کے مقابلہ میں یہ قیدیوں کا حکم رکھتا ہے اور کافر دنیا میں جس قدر بھی رنج و بلا میں مبتلا رہے آخرت کے عذاب و عقاب کے مقابلہ میں گویا یہ جنت ہے۔

(۲۶) یعنی پرہیز گار نے خود کو لذات و شہوات سے روک رکھا ہے، جس طرح گھوڑے کے منہ میں لگام ہو تو وہ چارہ نہیں کھا سکتا۔ کتاب الحکم میں ہے:

لَا تَسْتَغْرِبْ وُقُوْعَ الْاَكْدَارِ — اس دارِ دنیا میں موجود رہتے ہوئے
مَا دُمْتَ مُقِيْمًا فِيْ هٰذِهِ الدَّارِ — تنگیوں ترشیوں کو عجیب نہ جانو۔

حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ وعلیٰ آبائہ الکرام نے فرمایا: جو شخص ایسی طلب کرے جو ابھی پیدا ہو کر وجود میں نہ آئی ہو تو اپنے نفس کو

مشاہدات کے باوجود کس طرح دنیاوی عیش و آرام کی خواہش کی جا سکتی ہے؟
ساری کی ساری عیش تو مخلوق سے منقطع ہو کر بارگاہِ الٰہی عزوجل کی طرف توجہ،
احکامِ قضاو قدر سے موافقت اور خود کو حکمِ الٰہی کے سامنے ڈال دینے میں ہے
اس طرح آپ دنیا سے خارج ہو جائیں گے تو اس وقت نازو وقار اور
حُسنِ منظر تمہارے لیے راحت و چین، نرمی و آسائش اور فضل بن جائے گا۔

---

مشقت میں ڈالتا ہے۔ پُوچھا گیا: وُہ کیسے؟ فرمایا: یہ دنیا میں راحت کی طلب ہے۔
بعض حکماء نے کہا ہے کہ کارِ دُنیا کا مدار تکلیفوں پر نہ ہوتا تو بھیڑے میں
فوائد بادام رکھ دیئے جاتے۔

سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے
لئے ایک اصول مقرر کیا ہے جس پر میں بہت خوش ہُوں، وہ اصول یہ ہے کہ
دنیا فتنہ و ابتلا کی جگہ ہے اور جس قدر بھی غم و اندوہ لاحق ہوں وہ ان کا مقام ہے
اور اگر اچانک کوئی نعمت اور خوشی حاصل ہو تو اسے اپنی دشمنی تصور کرتا ہوں۔

شیخ ابو تراب بخشی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: لوگ دنیا میں دو چیزوں کے طالب
ہیں جنھیں وہ ہرگز نہیں پا سکتے: (۱) راحت (۲) خوشی۔ کیونکہ ان دونوں کا وجود
بہشت میں ہے ؎

طَلَبُ الرَّاحَةِ فِیْ دَارِالْفَنَا
خَابَ مَنْ طَلَبَ شَیْئًا لَا یَکُوْنُ

(دارِ فنا میں راحت کی طلب (معدوم کی طلب ہے) نہ ہونے والی چیز کا
طلب گار بے بہرہ ہی رہتا ہے)

# اَلْمَقَالَةُ الثَّامِنَةُ عَشَرَ

قَالَ رضی الله عنه اَلْوَصِيَّةُ لَا تَشْكُوَنَّ اِلٰی اَحَدٍ مِمَّا نَزَلَ بِكَ مِنْ ضُرٍّ
كَائِنًا مَنْ كَانَ صَدِيقًا كَانَ اَوْ عَدُوًّا وَلَا تَتَّهِمِ الرَّبَّ فِيمَا
فَعَلَ فِيكَ وَاَنْزَلَ بِكَ مِنَ الْبَلَاءِ بَلْ اَظْهِرِ الْخَيْرَ وَالشُّكْرَ فَكِذْبُكَ بِاِظْهَارِكَ الشُّكْرَ
مِنْ غَيْرِ نِعْمَةٍ عِنْدَكَ خَيْرٌ مِّنْ صِدْقِكَ وَفِي اِخْبَارِكَ
جَلِيَّةِ الْحَالِ بِالشَّكْوٰی مَنِ الَّذِيْ خَلَا مِنْ نِعْمَةِ اللّٰهِ قَالَ
اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا فَكَمْ مِّنْ
نِعْمَةٍ عِنْدَكَ وَاَنْتَ لَا تَعْرِفُهَا لَا تَسْكُنْ اِلٰی اَحَدٍ مِّنَ الْخَلْقِ
وَلَا تَسْتَاْنِسْ وَلَا تُطْلِعْ اَحَدًا عَلٰی مَا اَنْتَ فِيهِ بَلْ يَكُوْنُ
اُنْسُكَ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَسُكُوْنُكَ اِلَيْهِ وَشَكْوَاكَ مِنْهُ اِلَيْهِ
لَا تَرٰی ثَانِيًا فَاِنَّهُ لَيْسَ اِلٰی اَحَدٍ ضَرٌّ وَّلَا نَفْعٌ وَلَا جَلْبٌ وَلَا دَفْعٌ
وَلَا عِزٌّ وَلَا ذِلٌّ وَلَا رَفْعٌ وَلَا خَفْضٌ وَلَا فَقْرٌ وَلَا غِنَاءٌ وَلَا
تَحْرِيكٌ وَلَا تَسْكِينٌ اَلْاَشْيَاءُ كُلُّهَا خَلْقُ اللّٰهِ وَبِيَدِ اللّٰهِ
بِاَمْرِهٖ وَاِذْنِهٖ جَرَيَانُهَا كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ
وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ لَا مُقَدِّمَ لِمَا اَخَّرَ وَلَا مُؤَخِّرَ
لِمَا قَدَّمَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ

يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهٖ فَاِنْ شَكَوْتَ مِنْهُ وَاَنْتَ مُعَافٰى وَ
عِنْدَكَ نِعْمَةٌ مَّا طَلَبًا لِلزِّيَادَةِ وَتَعَامِيًا عَمَّا لَهٗ عِنْدَكَ مِنَ النِّعْمَةِ
وَالْعَافِيَةِ اِسْتِزْرَاءً بِهَا غَضِبَ عَلَيْكَ وَاَزَالَهُمَا عَنْكَ وَحَقَّقَ
شَكْوَاكَ وَضَاعَفَ بَلَائَكَ وَشَدَّدَ عُقُوْبَتَكَ وَمَقْتَكَ وَقَلَاكَ
وَاَسْقَطَكَ مِنْ عَيْنِهٖ وَاحْذَرِ الشَّكْوٰى جِدًّا اَلَوْ قُطِّعَتْ وَ
قُرِضَ لَحْمُكَ بِمَقَارِيْضَ اِيَّاكَ وَاِيَّاكَ ثُمَّ اِيَّاكَ اَللّٰهَ اَللّٰهَ
ثُمَّ اَللّٰهَ النَّجَا النَّجَا اَلْحَذَرَ اَلْحَذَرَ فَاِنَّ اَكْثَرَ مَا يُنْزَلُ
بِابْنِ اٰدَمَ مِنْ اَنْوَاعِ الْبَلَاءِ لِشَكْوَاهُ مِنْ رَّبِّهٖ كَيْفَ يَشْكُوْ
مِنْهُ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ وَخَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ حَلِيْمٌ خَبِيْرٌ
رَءُوْفٌ رَحِيْمٌ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ كَطَبِيْبٍ
حَلِيْمٍ حَبِيْبٍ شَفِيْقٍ لَطِيْفٍ قَرِيْبٍ هَلْ يُتَّهَمُ الْوَالِدُ الشَّفِيْقُ
اَوِ الْوَالِدَةُ الشَّفِيْقَةُ الرَّحِيْمَةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعَبْدِهٖ مِنَ الْوَالِدَةِ عَلٰى وَلَدِهَا اَحْسِنِ
الْاَدَبَ يَا مِسْكِيْنُ تَصْبِرُ عِنْدَ الْبَلَاءِ اِنْ ضَعُفْتَ عَنِ الصَّبْرِ
ثُمَّ اصْبِرْ اِنْ ضَعُفْتَ عَنِ الرِّضَاءِ وَالْمُوَافَقَةِ ثُمَّ ارْضَ وَ
وَافِقْ اِنْ وُجِدْتَ ثُمَّ افْنَ اِذَا فُقِدْتَ اَيُّهَا الْكِبْرِيْتُ الْاَحْمَرُ
اَيْنَ اَنْتَ اَيْنَ تُوْجَدُ وَتُرٰى اَمَا تَسْمَعُ اِلٰى قَوْلِهٖ كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ
لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ
اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ طَوٰى عَنْكَ عِلْمَ حَقِيْقَةِ الْاَشْيَاءِ وَحَجَبَكَ

عَنْهُ فَلَا تُسِيْءِ الْاَدَبَ فَتَكْرَهُ بِكَ اَوْ تُحِبُّ بِكَ اِتَّبِعِ الشَّرْعَ فِیْ
جَمِيْعِ مَا يَنْزِلُ بِكَ اِنْ كُنْتَ فِیْ حَالَةِ التَّقْوٰى الَّتِیْ هِیَ قَدَمُ الْاُوْلٰى
وَاتَّبِعِ الْاَمْرَ فِیْ حَالَةِ الْوِلَايَةِ وَخُمُوْدِ وَجُوْدِ الْهَوٰى وَلَا تَتَجَاوَزْهُ
وَهِیَ الْقَدَمُ الثَّانِيَةُ وَارْضَ بِالْفِعْلِ وَوَافِقْ وَفْنِ فِیْ حَالَةِ
الْبَدَلِيَّةِ وَالْغَوْثِيَّةِ وَالصِّدِّيْقِيَّةِ وَهِیَ الْمُنْتَهٰى تَنَحَّ عَنْ طَرِيْقِ
الْقَدْرِ خَلِّ عَنْ سَبِيْلِهٖ رُدَّ نَفْسَكَ وَهَوَاكَ وَكُفَّ لِسَانَكَ عَنِ
الشَّكْوٰى فَاِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ اِنْ كَانَ خَيْرًا زَادَكَ الْمَوْلٰى حَيَاةً طَيِّبَةً
وَلَذَّةً وَسُرُوْرًا وَاِنْ كَانَ شَرًّا حَفِظَكَ اللّٰهُ فِیْ طَاعَتِهٖ فِيْهِ
وَاَزَالَ عَنْكَ اللَّائِمَةَ اَفْقَدَكَ فِيْهِ حَتّٰى يَتَجَاوَزَ عَنْكَ وَيَرْحَلَ
عِنْدَ انْقِضَاءِ اَجَلِهٖ كَمَا يَنْقَضِی اللَّيْلُ فَيُسْفِرُ عَنِ النَّهَارِ وَالْبَرْدُ
فِی الشِّتَاءِ فَيُسْفِرُ عَنِ الصَّيْفِ ذٰلِكَ اُنْمُوْذَجٌ عِنْدَكَ فَاعْتَبِرْ
بِهٖ ثُمَّ فِیْ نَفْسِهٖ ذُنُوْبٌ وَاٰثَامٌ وَاَجْرَامٌ وَتَلْوِيْثٌ بِاَنْوَاعِ
الْمَعَاصِیْ وَالْخَطِيَّاتِ وَلَا يُصْلِحُ لِمُجَالَسَةِ الْكَرِيْمِ اِلَّا الطَّاهِرُ
عَنْ اَنْجَاسِ الذُّنُوْبِ وَالزَّلَّاتِ وَلَا يُقَبِّلُ سُدَّتَهٗ اِلَّا الطَّيِّبُ
مِنْ وَّرَنِ الدَّعَاوِیْ كَمَا لَا يُصْلِحُ لِمُجَالَسَةِ الْمُلُوْكِ اِلَّا
الطَّاهِرُ مِنَ الْاَنْجَاسِ وَاَنْوَاعِ النَّتْنِ وَالْاَوْسَاخِ فَالْبَلَايَا
مُكَفِّرَاتٌ مُطَهِّرَاتٌ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حُمّٰى يَوْمٍ كَفَّارَةُ سَنَةٍ ۔

## مقالہ ۱۸

# شکوہ کرنے کی ممانعت

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمھیں جو بھی گزند اور تکلیف پہنچے تو کسی دوست یا دشمن کے سامنے شکایت نہ کرو۔ اور تمھارے پروردگار نے جو کیا ہے اور جو بلا اتاری ہے اس میں اسے متہم نہ کرو[1] بلکہ خیر و شر کا اظہار کرو، کیونکہ تمھارے گمان کے مطابق بغیر نعمت کے شکر کرنے کا جھوٹ[2] تمھارے سچ اور حال کی شکایت کرنے سے بہتر ہے۔ کوئی شخص بھی کسی لمحہ بھی

---

(۱) یہ خیال نہ کرنا کہ ایسا تمھاری دشمنی اور بدخواہی کے پیش نظر کیا ہے، ممکن ہے کہ اس کے ضمن میں ایسی مصلحت پنہاں ہو جس کا فائدہ تمھیں حاصل ہونا ہو واللہ تعالیٰ اعلم

بہر جورے کہ آں مہ میکند از جا مرو حقے
کہ دلدارے مرا شاید کہ مقصود امتحان باشد

(وہ چاند جیسا محبوب جو ظلم بھی کرے تمہیں اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرنی چاہیئے ہوسکتا ہے کہ اس سے تمھارا امتحان مقصود ہو)

(۲) جھوٹ ہو گا کیسے؟ کیونکہ نعمت کا وجود یقینی ہے

نعمتِ خداوندی سے خالی نہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے: "اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو شمار نہیں کر سکو گے۔" بے شمار نعمتیں ایسی ہیں جن کا تمھیں علم نہیں ہے۔(۳) تمھیں چاہیے کہ مخلوق میں سے کسی کے ساتھ سکون حاصل نہ کرو، کسی سے الفت نہ پکڑو اور کسی کو اپنے حال پر اطلاع نہ دو، بلکہ تمھارا انس و سکون اُس سے ہونا چاہیے اور شکوہ بھی اسی کی بارگاہ میں(۴)۔ کسی دوسرے کی طرف نہ دیکھو(۵)، کیونکہ سُود و زیاں، نفع و نقصان، عزت و ذلت، بلندی دینا اور پستی میں گرانا اور فقر و غنا اسی کی طرف سے ہے اور حرکت و سکون وہی دے سکتا ہے۔ تمام اشیاء اس کی مخلوق اور اس کے قبضہ و اختیار میں ہیں۔ یہ اس کے حکم و اجازت سے چلتی ہیں۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے مقررہ مدّت تک

---

(۳) اگر علم ہو بھی تو ناشکری کے غلبہ اور ظلمت طاری ہونے کی وجہ سے ان پر نظرِ انصاف نہیں پڑتی۔

(۴) ؎ پیش کہ آوردم ز دستت فریاد
ہم پیش تو از دستِ تو میخواہم داد

(میں آپ کے ہاتھ کے متعلق کس کے سامنے فریاد کروں، میں تو صرف تمہارے ہاتھ سے انصاف کا خواہاں ہوں)

(۵) **غیر اللہ سے مراد** کسی غیر اللہ کی طرف نہ دیکھو، جس کا بارگاہِ خداوندی سے تعلق نہیں ہے۔

| | |
|---|---|
| واما دوستانِ وے و مقربان وے داخلِ غیر نیستند و توجہ بایشاں باین حیثیت عین توجہ بحضرت اوست۔ | لیکن اللہ تعالیٰ کے دوست اور مقربین غیر میں داخل نہیں ہیں اس حیثیت سے اللہ کی طرف توجہ عین خدا کی طرف توجہ ہے۔ |

جاری رہتی ہے اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک اندازے کے مطابق ہے۔[6]
جس کو اس نے مؤخر کر دیا اسے کوئی مقدم کرنے والا نہیں اور جسے اس نے
مقدم کر دیا اسے پیچھے ہٹانے والا کوئی نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر اللہ تعالے
تجھے کسی نقصان میں مبتلا کرے تو اسے کھولنے والا اس کے سوا کوئی نہیں اور وہ
اگر تیری بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل و کرم کو رد کرنے والا کوئی نہیں (الآیۃ)
اگر تم عافیت[7] اور نعمت کے باوجود[8] اپنی دانستہ کور چشمی کی بنا پر اور انھیں حقیر جانتے
ہوئے اور زیادہ طلب کی خاطر اللہ تعالےٰ کا شکوہ کرو گے تو وہ تم پر غضب نازل
کرتے ہوئے انھیں زائل کر دے گا[9] اور اب تمھارا شکوہ بجا ہو گا۔[10] تمھاری
تکلیف دو گونہ اور سزا سخت ہو جائے گی اور خدائی غضب و قہر اور دشمنی میں
آجاؤ گے۔ وہ نظرِ عنایت سے گرا دے گا۔ تمھیں چاہیئے کہ اگرچہ تمھارے جسم

---

(۶) جس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اس نے ہر حادث کا وقت معین اور جگہ مخصوص و مقرر فرما رکھی ہے۔ اس کے لیے اسباب مہیا فرما دئے ہیں جنھیں ان کے اقتضا کے مطابق پہنچا دیتا ہے اور تمام اسباب و مسببات اس کی قدرت اور ارادے سے واقع ہوتے ہیں وہی ان میں مؤثر ہے اور انھیں قائم رکھتا ہے کبھی چیز اس کی قدرت کے معارض و تنازع کرنے والی نہیں۔

(۷) امراض و بلیات و مکروہات وغیرہ سے عافیت۔

(۸) اگرچہ قلیل ہی ہو۔

(۹) نعمت و عافیت کو۔

(۱۰) یعنی نعمت و عافیت کے باوجود بلا و محنت کا شکوہ کرتے ہو، تو وہ تمھاری شکایت، الزام اور کفرانِ نعمت پر بطورِ زجر انھیں واپس لے لے گا۔

کے قینچیوں سے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں تو بھی شکوہ نہ کرو[11]، خود کو شکایت سے دُور رکھو، اللہ تعالیٰ سے متواتر ڈرتے رہو، حکمِ الٰہی پہ عدمِ رضا سے مکمل احتراز کرو، کیونکہ انسانوں پر اکثر مصیبتیں ان کے شکوہ و شکایت کی وجہ سے نازل ہوتی ہیں، بندہ پروردگار کا گلہ کیسے کر سکتا ہے جبکہ وہ سب مہربانوں سے بڑا اور تمام حاکموں سے بہتر ہے، بڑا حوصلے والا[12] ہر چیز سے باخبر ہے[13]، بندوں پر مہربان، رحم کرنے والا[14] اور نرمی فرمانے والا ہے[15]۔ وہ بندوں پر ظلم[16] نہیں

---

(11) امام ابوالقاسم قشیری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: استاد ابو علی دقاق علیہ الرحمۃ آخر عمر میں جب سخت علیل ہو گئے تو فرمایا کہ اوقاتِ حکم میں حفاظتِ توحید تائیدِ الٰہی کی علامات و امارات سے ہے۔ اس کے بعد اس بات کی تشریح اور اپنے حال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اگر اجرائے حکم میں قدرت کی قینچیوں سے تمہیں پارہ پارہ ہی کیوں نہ کر دیا جائے پھر بھی راضی اور ساکن رہنا چاہیئے کسی قسم کی حرکت اور پریشانی کا اظہار نہیں چاہیئے۔

(12) کہ کمال قدرت کے باوجود گنہگاروں کو جلد گرفتار نہیں کرتا۔

(13) ظاہر و باطن کو جانتا ہے عالم ملک و ملکوت میں ہر ایک ذرّے کی حرکت سے باخبر ہے۔

(14) مستحق اور غیر مستحق کو بے غرض و بے عوض خیر سے نوازتا ہے۔ بعض حضرات نے رحمٰن اور رحیم کے معنیٰ میں فرق اس طرح بیان فرمایا کہ رحمٰن وہ ہے جو سوال کرنے پر عطا کرے، اور رحیم وہ ہے جو سوال نہ کرنے پہ ناراض ہو۔

(15) کوئی ذرہ بھی اس کے لطف و کرم سے خالی نہیں۔ کہتے ہیں کہ دوزخیوں کو دوزخ میں بھی لُطف سے نوازا جائے گا اگرچہ انھیں مرحوم نہیں کہہ سکتے، کیونکہ وہ اس سے سخت تر عذاب میں بھی مبتلا کر سکتا تھا مگر اس کا لطف و کرم ہے

کرتا، جیساکہ حلیم الطبع طبیب[17] جوکہ دوست، شفیق، نرم خُو اور قریب ہو[18]۔ کیا مشفق والد اور مشفقہ و مہربان والدہ پر تہمت لگائی جاسکتی ہے؟[19] حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اس کی ماں سے زیادہ مہربان ہے[20]۔ بارگاہِ خداوندی کے آداب بجالاؤ۔ اے مساکین! نزولِ بلا کے

---

کہ ایسا نہیں کیا۔ لطف اور غضب کا اجتماع ممکن ہے رحمت اور غضب کا ناممکن۔ مثلاً ایک بادشاہ کسی کے متعلق سَو کوڑے مارنے کا حکم دے پھر مہربانی کرتے ہوئے پچاس معاف کر دے یہ لطف ہے اس کے باوجود مادۂ غضب باقی ہے اسے سمجھ لو۔

(۱۶) ظلم کا معنیٰ

ظلم کا معنیٰ غیر کی مِلک میں تصرف کرنا ہے۔ جب ہر چیز اس کی مِلک ہے وہ جو بھی کرے گا ظلم نہیں ہوگا۔ اگر کوئی کام نفس کے موافق اور طبیعتِ انسانی کے مطابق نہ ہو تو ممکن ہے اسی میں بہتری ہو۔ اگر بالفرض بہتر نہ بھی ہو تو ظلم بہرحال نہیں ہے۔

(۱۷) جو مریض کے حال کی اصلاح اور حکمت پر نظر رکھتے ہوئے جلدی نہیں کرتا۔

(۱۸) ازرُوئے محنت و شفقت دلی طور پر قریب ہو، قریب بمعنے رشتہ دار بھی ہوسکتا ہے کیونکہ یہاں شفقت و مہربانی کا گمان زیادہ ہے۔

(۱۹) کہ وہ اپنے بیٹے پر شفقت نہ کریں گے جبکہ اللہ تعالیٰ ان سے کہیں بڑھ کر مہربان ہے۔

(۲۰) باپ کا ذکر اس لئے نہیں فرمایا کہ ماں میں باپ کی نسبت شفقت طبعی زیادہ ہوتی ہے۔ کافر اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں، دائرۂ بندگی سے نکل جاتے ہیں تو ولدِ عاق کا حکم رکھتے ہیں جبکہ اہلِ ایمان کو رنج و بلا میں مبتلا کرنے میں مولا کریم کی حکمتیں ہیں کہ بندے کی اس میں اصلاح ہے بندہ اگرچہ بے خبر ہے۔

وقت اگر صبر سے عاجز ہو تو تکلف کے ساتھ صبر اختیار کرو[21]، اگر رضا و موافقت کی طاقت نہ بھی ہو تو بھی صبر کرو[22]، اگر تمہارا وجود باقی ہے[23] تو رضا و موافقت کو شعار بنالو، اور اگر وجود گم ہو چکا ہے تو یہ مقام فنا ہے[24]۔ اسے مقام فنا تو سرخ گندھک کا حکم رکھتا ہے تو کہاں ہے تو کس مقام میں پایا جاتا ہے، کیا تم ارشادِ خداوندی نہیں سنتے[26] کہ کافروں کے ساتھ جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ

---

(۲۱) اگر مطلق صبر میں تحمل و تکلف کرنے میں بھی مرارت (کڑواپن) اور شدّت موجود ہے لیکن جب صبر کی عادت بنائی جائے آسان ہو جاتا ہے۔ تَصَبُّر کے ایک معنیٰ یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ دل میں اگرچہ کراہت موجود ہو مگر زبان پر حرفِ شکایت نہ لاؤ، گریہ زاری نہ کرو، اور صبر سے مراد ہے کہ دل کے ساتھ بھی صبر ہو۔

(۲۲) مقامِ رضا یعنی اصل اور اعلیٰ مقام یہی ہے کہ قضا کے ساتھ موافق و راضی رہے یعنی تقدیر کے جاری ہونے پر ساکن رہے۔ بعض یوں فرماتے ہیں کہ محبّت کے اندازہ اور غلبہ کے مطابق تقدیر اس قدر حلاوت پائے کہ اَلم لذّت کا حکم لے لے، درد دوا اور نیشں نوش بن جائے۔ اگر مقامِ رضا حاصل نہ ہو تو اس سے کم درجہ مقامِ صبر کا ہے، اگر یہ بھی نہ ہو تو اس سے نیچے تَصَبُّر کا ہے اور اس سے نیچے جزع و فزع ہے، جو کہ بالاتفاق مذموم ہے۔

(۲۳) اور تم اپنے ساتھ پائے جاتے ہو۔

(۲۴) مقامِ فنا فنا و نیستی کا مقام مقامِ رضا سے بلند تر اور مقاماتِ سلوک میں سب سے آخر میں ہے جہاں سلوک کی انتہا ہوتی ہے۔

(۲۵) یہاں سے مقامِ فنا کی مدح و غرابت اور اس کے وجود لذات بیان کرتے ہیں۔

(۲۶) اس موقع پر مقامِ رضا بقضا کی ترغیب دلا رہے ہیں۔

طبعی طور پر تمہارے لئے شاق و مکروہ ہے۔ قریب ہے کہ تم کسی چیز کو مکروہ جانو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو[27] اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو[28]، اور اللہ جانتا ہے[29] تم نہیں جانتے۔ اس نے حقیقتِ اشیاء کا علم تم سے لپیٹ لیا اور چھپالیا ہے۔ اس لئے خواہ کوئی چیز تمھیں پسند ہو یا ناپسند[30] بے ادبی نہ کرو[31]۔ اگر تم حالتِ تقویٰ میں ہو[32] جو کہ طریقِ حق کے سلوک کا قدمِ اوّل ہے تو نعمت و بلا، خیر و شر اور محبوب و مکروہ کے اُترنے پر شریعت کی پیروی کرو، اور اگر حالتِ ولایت میں ہو اور آتشِ خواہش فرو ہو چکی ہو جو کہ قدمِ ثانی ہے تو امرِ باطن کی اتباع کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اور اگر حالتِ بدلیت[33]، غوثیت

---

(۲۷) دُنیا و آخرت میں۔ یہ تمام تکالیف شرعیہ کو شامل ہے جو طبیعت پر شاق اور اسے ناپسند ہیں۔ یہ سب کی سب نفس الامر میں مناطِ صلاح و سببِ فلاح ہیں۔

(۲۸) تمام منہیاتِ شرعیہ کا یہی حال ہے کہ نفس انھیں پسند کرتا ہے اور طبیعت ان کی طرف میلان رکھتی ہے جبکہ وہ درحقیقت فسادِ حال اور ہلاکت مبدء و مآل کا باعث ہیں۔

(۲۹) امور کے انجام اور اشیاء کی حقیقتوں کو۔

(۳۰) اس میں تصرف کرتے ہوئے۔

(۳۱) میلانِ طبع اور ہوائے نفس کے پیشِ نظر۔

(۳۲) یعنی ظاہر امر شریعت کی پیروی کرو کیونکہ تمھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فہم اور مرادِ الٰہی جل شانہٗ کی اطلاع حاصل نہیں ہے۔

(۳۳) **امرِ باطن کی تعریف** امرِ باطن سے مراد صحیح القلب آدمی کو یقین صافی حاصل ہونا ہے یا صریح قول و فعل مراد ہے،

اور صدیقیت میں ہو جو کہ مراتب کی انتہا اور بلند مقامات میں بلند تر ہے [۳۴] تو فعلِ خداوندی پر خوشی اور موافقت کرتے ہوئے اس میں فنا ہو جاؤ، قضاء و قدر کی راہ سے یکسو ہو جاؤ، اس سے معارض و مزاحم نہ بنو، نفس و خواہش کو مسترد کر دو۔ [۳۵] مخلوق کے سامنے قضاء و قدر کے حوادثات و نوازل کی شکایت نہ کرو۔ [۳۶] پس جب تم ایسا کر لو گے تو اگر قضاء و قدر تمہارے حق میں ہوئی [۳۷] تو خداوند کریم تمہیں پاکیزہ زندگی اور لذّت و سرور میں اضافہ سے نواز دے گا، [۳۸] اور اگر شر ہوئی تو اللہ تعالےٰ اس حال میں بھی اپنی طاعت میں تمہاری حفاظت فرمائے گا اور ملامت دُور کر دے گا [۳۹] اور تمہیں تم سے دُور غائب کر دے گا حتیٰ کہ وہ مصیبت

---

(۳۴) **مراتبِ ولایت** مرتبۂ ولایت سے اوپر حالتِ بدلیت ہے، اس سے بلند تر قطبیت و غوثیت، اور مرتبۂ نبوت سے نیچے، باقی سب مراتب سے اُوپر مرتبۂ صدیقیت ہے۔

(۳۵) مقالہ نمبر۱ میں گزر چکا ہے کہ امرِ مباح کے متعلق ہے جس میں حکمِ شرعی وارد نہیں اور واجب یا ممنوع نہیں۔

(۳۶) جو کہ قضاء و قدر کے مزاحم و مقابل ہو۔

(۳۷) کہ نفس و طبع کے مطابق ہو۔ مثلاً غنا و عافیت، فراغت و راحت وغیرہ جن کا تعلق لطف و رفق کے ساتھ ہے۔

(۳۸) ان میں سے عمدہ نعمت پر شکر، قسمت پر رضا، فضل و رحمت پر خوشی، منعم کا شہود اور اس سے اوپر نعمت کو نہ روکنا ہے۔

(۳۹) کہ نفس و طبع کے خلاف ہو۔ مثلاً فقر و غنا اور تفرقہ و الم وغیرہ جن کا تعلق قہر و ناراضگی سے ہے، لیکن یہ لُطفِ خفی کو متضمن ہیں۔

ٹل جائے گی جیساکہ رات ختم ہوتی ہے تو صبح نمودار ہوجاتی ہے اور جاڑے کے بعد گرمی کا موسم آتا ہے[41] یہ تمہارے لیے ایک نمونہ ہے[42] اس سے عبرت حاصل کرو[43]، پھر آدمی کے اندر گناہ اور جرم موجود ہیں طرح طرح کی مصیبتوں اور خطاؤں[44] سے آلودہ ہے، تمام نقائص وعیوب سے پاک ذات خداوند کریم کی ہم نشینی کے لائق اس وقت ہوگا جب تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں اور لغزشوں سے پاک ہوجائے گا، اور اس کی چوکھٹ کو وہی بوسہ دے سکتا ہے جو دعووں کی میل سے پاک ہو، جیساکہ دنیا کے بادشاہوں کی کچہری میں نجاست اور میل کچیل سے پاک آدمی ہی بیٹھ سکتا ہے پس بلائیں گناہوں کا کفارہ ہیں

---

(۴۰) کہ غلبۂ محبت ورضا اور شہود کے میلان کی وجہ سے رنج وزحمت کو محسوس نہیں کروگے اور یہاں بھی زندگی خوش وخُرم گزرے گی۔

(۴۱) رات دن کا انقلاب اور سردی وگرمی کی آمد ورفت۔

(۴۲) یعنی تمہارے احوال کی تبدیلی غم ومحنت کا جانا اور شادی وراحت کا آنا ایک نشانی ہے جو کہ اہلِ عبرت عقلمند حضرات کے لئے اختلافِ لیل ونہار میں رکھ دی گئی ہے۔

(۴۳) **ابتلاء وآزمائش کے فوائد** اور اپنے حال اس پر قیاس کرو، آدمی پر حوادث ومصائب اور مشقتوں کے نزول میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اسے محنت و ریاضت کی کٹھالی میں ڈال کر بشری کدورتوں اور طبعی آلائشوں سے پاک کردیا جائے گا اور یہ آفات گناہوں کا کفارہ اور ترقیِ درجات کا سبب بن جائیں، آئندہ کلام میں اسی کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔

(۴۴) کسی کام کا دعوٰی وارادہ اور اس پر استقلال واستبداد سب سے بڑھ کر گناہ ہے۔

اور گناہوں کی میل سے پاک کرنے والی ہیں،(۴۵) نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے سچ فرمایا کہ ایک دن کا بخار سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے۔(۴۶)

---

(۴۵) اور نیکوکار حضرات کے درجات کی ترقی کا سبب ہیں۔

(۴۶) جب عمر کے اندازے کے مطابق بخار کی مدت گزر جائے گی اور تمام گناہوں کا کفارہ بن جائے گی تو یقیناً تپ کی باقی مدت رفع درجات کا موجب ہوگی، واللہ تعالےٰ اعلم۔

# المقالة التاسعة عشر

قال رض إذا كنت ضعيف الإيمان واليقين ووعدت بوعد
وفي بوعدك ولا يخلف لئلا يزول إيمانك ويذهب
يقينك وإذا قوي ذلك في قلبك وتمكنت وخوطبت بقوله إنك
اليوم لدينا مكين أمين وتكرر هذا الخطاب لك حالا بعد
حال فكنت من الخواص بل من خاص الخاص ولم يبق
لك إرادة ولا مطلب ولا عمل تعجب به ولا قربة تراها
ولا منزلة تلمحها فتسمو همتك إليها فصرت كإناء منثلم
الذي لا يثبت فيه مائع فلا يثبت فيك إرادة ولا خلق
ولا همة إلى شيء من الأشياء دنيا وأخرى وطهرت مما
سوى الله تعالى عز وجل وأعطيت رضاك عن الله ووعدت
برضوان الله تعالى عنك ولذذت ونعمت بأفعال الله أجمع
فحينئذ توعد بوعد فإذا اطمأننت إليه ووجدت فيك أمارة
إرادة ما نقلت عن ذلك الوعد إلى ما هو أعلى منه وصرفت
إلى أشرف منه وعوضت عن الأول بالغناء عنه وفتحت
لك أبواب المعارف والعلوم وأطلعت على غوامض الأمور

وَحَقَائِقِ الْحِكْمَةِ وَمَصَالِحِ الْمَدْفُوْنَةِ فِي الْانْتِقَالِ مِنَ
الْاَوَّلِ إِلٰى مَا يَلِيْهِ وَيُزَادُ فِي مَكَانَتِكَ فِي حِفْظِ الْحَالِ ثُمَّ
الْمَقَامِ فِي اَمَانَتِكَ فِي حِفْظِ الْاَسْرَارِ وَشَرْحِ الصَّدْرِ وَتَنْوِيْرِ
الْقَلْبِ وَفَصَاحَةِ اللِّسَانِ وَالْحِكْمَةِ الْبَالِغَةِ وَفِي إِلْقَاءِ الْمَحَبَّةِ
فَجُعِلْتَ مَحْبُوْبُ الْخَلِيْقَةِ اَجْمَعَ وَالثَّقَلَيْنِ وَمَا سِوَاهُمَا دُنْيَا وَّ
أُخْرٰى إِذْ صِرْتَ مَحْبُوْبَ الْحَقِّ وَالْخَلْقُ تَابِعٌ لِلْحَقِّ وَمُحَبَّتُهُمْ
مُنْدَرِجَةٌ فِي مُحَبَّتِهٖ كَمَا اَنَّ بُغْضَهُمْ مُنْدَرِجَةٌ فِي بُغْضِهٖ وَ
كَذٰلِكَ إِذَا بَلَغْتَ هٰذَا الْمَقَامَ الَّذِيْ لَيْسَ لَكَ فِيْهِ إِرَادَةُ
شَيْءٍ اَلْبَتَّةَ جُعِلَتْ لَكَ إِرَادَةُ شَيْءٍ مِنَ الْاَشْيَاءِ فَإِذَا تَحَقَّقَتْ
إِرَادَتُكَ لِذٰلِكَ الشَّيْءِ أُزِيْلَ الشَّيْءُ وَأُعْدِمَ وَصُرِفْتَ عَنْهُ
فَلَمْ تُعْطِهٖ فِي الدُّنْيَا وَعُوِّضْتَ عَنْهُ فِي الْاُخْرٰى بِمَا يَزِيْدُكَ
قُرْبَةً وَزُلْفٰى إِلَى الْعَلِيِّ الْاَعْلٰى وَمَا تَقَرُّ بِهٖ عَيْنَاكَ فِي الْفِرْدَوْسِ
الْاَعْلٰى وَجَنَّةِ الْمَاْوٰى وَإِنْ كُنْتَ لَمْ تَطْلُبْ ذٰلِكَ وَتَامُلُهٗ وَ
تَرْجُوْهُ وَاَنْتَ فِي دَارِ الدُّنْيَا الَّتِيْ هِيَ دَارُ الْفَنَاءِ وَالتَّكَالِيْفِ
بَلْ رَجَاءُكَ وَاَنْتَ فِيْهَا وَجْهُ الَّذِيْ خَلَقَ وَبَرَاَ وَمَنَعَ وَاَعْطٰى
وَبَسَطَ الْاَرْضَ وَرَفَعَ السَّمَاءَ إِذَا ذٰلِكَ هُوَ الْمُرَادُ وَالْمَطْلُوْبُ
وَالْمُنَارُ بِمَا عُوِّضْتَ عَنْ ذٰلِكَ بِمَا هُوَ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ اَوْ مِثْلُهٗ
فِي الدُّنْيَا بَعْدَ انْكِسَارِ قَلْبِكَ بِصَدِّكَ عَنْ ذٰلِكَ الْمَطْلُوْبِ
وَالْمُرَادِ وَالْمُنَارِ وَتَحْقِيْقِ الْعِوَضِ فِي الْاُخْرٰى عَلٰى
مَا ذَكَرْنَا وَبَيَّنَّا۔

## مقالہ ۱۹

# ایفائے عہد کی تاکید

حضرت شاہِ جیلاں رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تمھارا ایمان اور یقین ضعیف ہوگا تو جو وعدہ کیا جائے گا وُہ پُورا ہوگا[۱] اس کے خلاف نہیں ہوگا تاکہ تمھارا ایمان اور یقین زائل نہ ہو، اور جب ایمان و یقین کو اپنے دل میں پختہ کر لو گے اور اس میں محکم ہو جاؤ گے تو تمھیں یُوں خطاب ہوگا[۲] - آج آپ ہمارے ہاں صاحبِ منزلت و مرتبت اور امانت دار ہیں۔ یہ خطاب وقتاً بعدَ وقتٍ حالاً بعدَ حالٍ تکرار سے ہوتا رہے گا، حتیٰ کہ تم خواص بلکہ اخص لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے اور تمھاری کوئی خواہش و آرزو باقی نہیں رہے گی نہ[۳] عمل رہے گا جسے تم پسند کرو[۴] نہ کوئی عبادت رہے گی جسے تم

---

(۱) اور تالیفِ قلوب کے لئے موعود چیز تم تک پہنچا دی جائے گی۔

(۲) شاہِ مصر نے حضرت یوسف علےٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام سے یہ خطاب کیا تھا اسے بطریق تمثیل و حکایت ارشاد فرما رہے ہیں۔

(۳) سوائے اس چیز کے جو حق تعالےٰ کی قضا اور امر و نہی میں فنا ہونے کی وجہ سے

اپنی طرف سے سمجھو۔ (۵) اور نہ کوئی ایسا ایسا مرتبہ ہو گا کہ جس کی طرف دیکھ کر خوشی محسوس کرتے ہوئے وہاں جانے کا قصد کرو تو (۶) اس وقت تم اس سوراخ والے برتن کی طرح ہو جاؤ گے جس میں کوئی بہنے والی چیز (۷) نہیں ٹھہرتی، تمہارے اندر دنیا و آخرت کی کسی چیز کا قصد و ارادہ اور کوئی خصلت نہیں رہے گی اور اللہ عزّ و جل کے سوا ہر چیز کی آلائش سے پاک ہو جاؤ گے، رضائے الٰہی حاصل ہو گی اور اس کے راضی ہونے کی نوید سُن لو گے، تمہیں اس کے تمام افعال میں لذت و نعمت محسوس ہو گی۔ (۸) اس وقت تم سے کوئی وعدہ کیا جائے گا، (۹) جب تم اس وعدے اور موعود چیز کے موصول ہونے کے شوق پر اطمینان پاؤ گے اور خواہش کی ادنیٰ نشانی پائی جائے گی تو اس سے اعلیٰ مقام کے وعدہ کی طرف منتقل کر دیا جائیگا

---

تم سے طلب کرے گا۔

(۴) توفیقِ حق کو دیکھتے ہوئے فعلِ خدا میں فنا اور از روئے حقیقت اپنے نفس کی طرف عمل کی نسبت نہ کرنے کی وجہ سے۔

(۵) اور اپنے لئے اثبات کرتے ہوئے اس پر اعتماد کرو۔

(۶) جب ارادہ و طلب نہ رہیں تو عمل، عبادت، قدر و منزلت اور ہمت نظر سے گر جائیں گی۔

(۷) مثلاً پانی، تیل اور سرکہ وغیرہ۔

(۸) کہ نعمت و بلا اور منع و عطا جو کچھ بھی ہو تم اسے لذید و نعیم شمار کرو گے ؎

عاشق بر لطف و بر قہرش بجد — ایں عجب من عاشقی ایں ہر دو ضد

(میں اس کے لُطف و قہر پہ کوشش سے عاشق ہوں اور یہ عجیب بات ہے کہ میرا ان دونوں متضاد حقیقتوں سے لگاؤ ہے۔

(۹) بطورِ امتحانِ حال جیسا کہ حضرت قدس سرہٗ خود فرما رہے ہیں۔

اور زیادہ شریف و مرغوب مقام کی طرف لے جایا جائے گا۔ یہ پہلے وعدے استغنا کی وجہ سے ہے[10]، تمھارے لئے علوم و معارف کے دروازے

---

(۱۰) بعض نسخوں میں اس طرح ہے بِالْفَنَاءِ عَنْهُ کہ پہلے وعدہ سے فانی ہونے کی وجہ سے یہ مقام حاصل ہوا ہے۔ بعض قوتِ ایمان و یقین نے حصولِ مرتبۂ استقامت و تمکین اور حصولِ فنا و رضا کہ "تم حق سے راضی ہو جاؤ اور وہ تم سے" کے بعد اگر کوئی وعدہ کیا جائیگا تو اچانک ارادے کا شائبہ پایا گیا اور اس وعدہ پر اطمینان حاصل ہو گیا۔ چونکہ تم بارگاہِ ربّ العزت کے راضی و مرضی فرد بن چکے ہو اور لُطف و عنایتِ خداوندی تمھارے کام میں ہے اس وعدہ پر اطمینان و ارادہ سے اس انداز سے نکالا جائے گا کہ اعلیٰ و اشرف کا وعدہ کرتے ہوئے پہلے مقام سے بے نیاز و فانی کر دیا جائے گا یہ لطف و رفق کی ایک قسم ہے۔ بعض محبوبین و مقربین سے ایسا معاملہ کیا جاتا ہے اور اس لطف آمیز محبت انگیز حُسنِ ادا سے ماسوا کی طرف میلان سے نکال دیتے ہیں اور وعدہ ترک کرا دیتے ہیں جبکہ زجر و توبیخ اور قہر و سختی سے نکالنا یہ دوسرا طریقہ ہے واللہ تعالےٰ اعلم ؎

(i) ہر زمان از وعدۂ لطف و کرم دارد خوشم
نے وصال است و نہ ہجراں ایں مقامِ دیگر است

(ii) یارے دارم کہ جَور و لطفش بہم است
نے نے ہمہ لطف دارد جور کم است

(iii) وصلش طلبم بوعدۂ مے اندازد
نے وصل دہد نہ ہجر ایں ہم کرم است

کھول دئے جائیں گے کارہائے سخت اور رازہائے سربستہ، حقائقِ حکمت اور ایک وعدہ سے دوسرے وعدہ کی طرف انتقال کی مخفی مصلحتوں پر مطلع کردیا جائے گا۔ قدر و مرتبہ کے حال کی حفاظت زیادہ کی جائے گی (۱۱)، پھر مقام میں اور حفظ اسرار سے متعلق امانت میں اضافہ کردیا جائے گا (۱۲) ——

---

ترجمہ: (i) وہ محبوب مجھے ہر لمحہ لطف و کرم کے وعدے سے خوش رکھتا ہے نہ تو وصال میسر ہے اور نہ ہی اسے ہجر کا نام دیا جاسکتا ہے یہ ایک الگ ہی مقام ہے۔

(ii) میرے دوست کی نرمی و درشتی کا ایک ساتھ اظہار ہوتا ہے، نہیں نہیں! وُہ تو سراسر لُطف و کرم ہی ہے، سختی بہت کا وجود نادر ہے۔

(iii) میں وصال کی آرزو کرتا ہُوں تو وعدہ میں ٹال دیا جاتا ہے نہ وصال عطا ہوتا ہے نہ یہ ہجر ہے، یہ بھی کرم و احسان کی ایک ادا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس پر عنایت محبوب سے مسلسل وعدے ایک وعدہ سے شریف تر و لذیذ تر کے وعدہ کی طرف نقل و تبدیلی مقاماتِ عالیہ پر عروج اور ابوابِ معارف و حقائق کے کھُلنے کا سبب بنتے ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

(۱۱) تاکہ ہر آن زیادہ ثابت اور متمکن ہوسکو۔

(۱۲) تمھیں وصفِ امانت بخش دیا جائیگا تاکہ اسرار فاش نہ ہوں ؎

(i) ستاند زبان از رقیبانِ راز　　　　که تا رازِ سلطان نگویند باز

(ii) ہر سادہ دل محرمِ اسرار نباشد    تا بستہ زبان در صفِ اغیار نباشد
(iii) منصور صفت از درون ہر کہ برون زد    جولانگہ او جز بسرِ دار نباشد

ترجمہ: (i) محرمِ راز حضرات کی زبان اس لیے نکال لی جاتی ہے تاکہ سلطانی راز آگے بیان نہ کر سکیں۔

(ii) ہر سادہ دل آدمی محرمِ اسرار نہیں ہو سکتا تاکہ زبان بندی کی وجہ سے اغیار کی صف میں داخل نہ ہو سکے۔

(iii) جو بھی حضرت منصور علیہ الرحمۃ کی طرح سربستہ راز زبان پر لاتا ہے تو اس کی جولانگاہ آخر تختۂ دار میں ہے۔

بزرگ فرماتے ہیں کہ جس کو کشف کی دولت تو مل جائے لیکن وصفِ ستاری نہ ملے وہ کشف اس کے لیے وبالِ حال بن جاتا ہے۔

(۱۳) سینہ کی کشادگی اور حوصلہ کی فراخی کی دولت سے اس لیے نوازا جاتا ہے تاکہ وہ حفظِ اسرار میں تنگ نہ پڑے اور بے حوصلگی کی بنا پر اسرار فاش نہ کرے۔

(۱۴) شرحِ صدر اور تنویرِ قلب باہم لازم و ملزوم ہیں، آیۂ کریمہ ہے:
اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ
فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔

(۱۵) حقائق و معارف اور نصائح کے بیان کے لئے زبان فصیح کر دی جاتی ہے ایہام و ابہام کی آمیزش سے پاک کر دیا جاتا ہے تاکہ بات دلنشین ہو،

کہیں ایسا نہ ہو کہ غیر واضح بات کی وجہ سے مخاطب ورطۂ حیرت و ضلالت میں گر جائے۔ یعنی اصل یہی ہے کہ زبان بند رہے اور اسرار محفوظ، اور اگر زبان کھلے تو نقصان دہ نہ ہو، سلامتی کی راہ سے نہ ہٹے۔ صدیقین و متمکنین کے معارف اسی قسم کے ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے واضح ہے۔

## (۱۶) حکمتِ بالغہ کی تشریح

حقائقِ امور اور احوالِ موجودات پر درست طریقے پر اطلاع اور جانبِ علم و عمل میں تحصیلِ کمال کو حکمت کہتے ہیں۔ جب حکمت حاصل ہو جائے گی اور اس کے ساتھ فصاحتِ لسانی بھی متصل ہو گی تو آدمی کو کمال و تکمیل میں نصیب تام حاصل ہو گا۔

## حاصلِ کلام

کتاب و سنّت کی موافقت کے ساتھ معنی کی تصحیح و ضبط اور الفاظ میں زبان کی حفاظت و صیانت ضروری ہے تاکہ مقصودِ کلام لفظاً و معنیً مکمل ہو جائے، اور کلام اشکال و ابہام سے خالی رہے ورنہ ضبطِ معنیٰ کے بغیر گمراہی ہے۔ آدمی خود گمراہ ہو جاتا ہے اور الفاظ کی نگہداشت کے بغیر دوسروں کو گمراہ کر دیتا ہے جیسا کہ متاخرین کی ایک جماعت سے یہ واقعہ پیش آیا ہے۔

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ محققِ کامل بھی الفاظ و عبارت، معنی و مقصود کی ادائیگی اور اشتباہ و ابہام کے بغیر درست طریقہ سے یہ کشفِ حقیقت میں قصور کی وجہ سے اختلاف کے بھنور میں پڑ جاتا ہے۔ ظاہر بین

محبت میں اضافہ کر دیا جائے گا(۱۷) اور تمام مخلوق کے محبوب

---

اور عبارت پرست حضرات کے نزدیک زندقہ اور اتحاد (بین الخالق والمخلوق) تک پہنچ جاتا ہے نعوذ باللہ من ذلک ؎

(i) در بارگاہِ حضرت سلطان سخن مگو
در کوئے اختیار بدست زبان بدہ

(ii) از دل بپرس ہر چہ بگوید بگو
تا مشورت بدل نکنی دل بداں مدہ

(iii) دل ہم اگر ز بادۂ توحید مست شد
ہشیار باش در کفِ دل ہم عنان مدہ

(iv) بیروں در تخلق بر آئین خلق باش
کس را بسوئے راز درونے نشان مدہ

(v) صد سر دریں راہ از پئے یک حرف می رود
خاموش باش یاں سرِ خود رائگاں مدہ

ترجمہ: (i) سلطان کی بارگاہ میں کوئی بات نہ کرو اختیار کے کوچہ میں زبان ہاتھ میں نہ دو۔

(ii) دل سے دریافت کرو جس بات کی اجازت دے وہ کرو اور جب تک دل سے مشورہ نہ کرلو دل اس بات پہ نہ لگاؤ۔

(iii) اگر دل بھی بادۂ توحید سے مست ہو چکا ہے تو خبردار! دل کے ہاتھوں میں بھی لگام دو۔

(iv) دروازے سے باہر مخلوق کے آئین وقانون کے مطابق

بنا دئے جاؤ گے[18] خواہ وہ جن و انس ہوں یا دنیا و آخرت کی کوئی دوسری مخلوق،[19]

---

رہو، کسی کو اندرونی راز کی بات نہ بتاؤ۔

(۷) اس راہ میں ایک حرف کے بدلے سو سر جاتے ہیں خاموش رہو اور اپنا سر ضائع نہ کرو۔

(۱۷) خالق جل و علا کی دوستی کے ساتھ ساتھ مخلوق کی دوستی اس خالق و مالک کی محبّت کا اثر و نتیجہ ہے۔

(۱۸) **قبولیّتِ خلق** سب کے سب تمہارے محب اور خدمت گار بن جائیں گے لیکن ہر ایک کی محبّت اپنے حال کے مناسب ہو گی، معتقدین کی محبّت علم و حال سے استفادہ کے پیشِ نظر ہو گی منکرین کی ہیبت و جلال کی قوت کے باعث "یا مخلوق سے مراد اہلِ ایمان و صلاح اور اربابِ انصاف ہیں۔ کُل کو اکثر پر حمل کیا گیا ہے اور مبالغہ مقصود ہے، حق بات یہ ہے کہ محبّت مخلوق میں سرِّ ولایت اور اس کی قوّت و سطوت کے اندازے کے مطابق سرایت کرتی ہے۔ کوئی ایک ہی ایسا ہوتا ہے جو سارے عالم کو گھیر لے۔

(۱۹) مثلاً ملائکہ کرام، تو اس وقت اسے شیخ الجن و الانس و الملائکہ کا لقب دیا جاتا ہے اور خواہ وہ مخلوق دوسرے شہر، صوبے یا ملک کی ہو۔ مَاسِوَاھُمَا میں لفظ ما سے پتا چلتا ہے کہ جمادات و نباتات بھی اپنے حال کے لائق محبت میں شریک ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا نُحِبُّہٗ۔ جبلِ اُحد کی ہم سے محبت ہے اور ہماری اس سے۔

جب آپ محبوبِ خدا بن جائیں گے اور خلق حق تعالیٰ کے تابع ہے اور ان کی محبت محبتِ خدا میں مندرج ہے جس طرح کہ ان کا بغض اس کی دشمنی میں داخل ہے[20] اور اسی طرح[21] جب تمھیں اس مقام پر پہنچا دیا جائے گا

---

(۲۰) اللہ تعالیٰ کی محبّت اور عداوت کا اثر یعنی جب وُہ کسی کو دوست بنا لیتا ہے تو کائنات اس کو دوست بنا لیتی ہے، جب وہ کسی سے عداوت رکھتا ہے تو تمام مخلوق اس سے نفرت کرتی ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ مخلوق کی محبت و عداوت خالق کی محبت و عداوت کا اثر اور نتیجہ ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا: میں چاہتا ہُوں کہ مخلوق میری طرف رجوع کرے تاکہ میرے حال کی صحت پر دلیل بن سکے۔ یہ حصولِ فنا نفیِ ارادہ اور وجودِ کمالات کے بعد ہے، یعنی مرتبۂ ولایتِ فنا کے بعد کبھی حکمت و مصلحت کے مطابق مخلوق کی محبت و رجوع واقع ہوتا ہے، یہ بات نہیں کہ ہر جگہ رجوعِ خلق وجودِ ولایت کی دلیل ہے۔

بالجملہ اگر دیندار اور طالبانِ حق اغراضِ دنیا سے خالی ہوکر خدا کے لئے محبّت رکھیں، تعلقِ باطن قائم کریں اور یہ تعلق ہوائے نفس جادۂ سلامت سے انحراف اور حق سے اعراض کا باعث نہ بنے اور یہ بات اسباب سے اور حیلوں اور وسیلوں سے ظاہر نہ ہو تو یہ صدق حال اور خسرانِ مبدء و مآل کا سبب ہے۔ احوال و مقامات اور کشف و کرامات اور تعلقِ باطن اور مشغولیِ خاطر کا سبب بنیں تو یہ درجات سے گرانے کا باعث ہیں چہ جائیکہ عوام کا ہجوم اور مالِ دنیا کا حصول ہو واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۱) ارادہ سے فانی کو وعدہ پر اطمینان اور ارادے کی علامتیں پائے جانے

جس میں تمہاری خواہش قطعاً نہیں ہے تو تمہارے لیے کسی چیز کی خواہش پیدا کی جائے گی اور جب اس چیز کی خواہش ثابت ہو جائے گی تو اس چیز کو زائل و معدوم کرتے ہوئے تمھیں اس سے ہٹا لیا جائے گا وہ دنیا میں تو نہیں ملے گی البتہ اس کا اجر آخرت میں نصیب ہوگا۔ جس سے تمہارا قربِ خداوندی اور بڑھے گا اور جنّت الماویٰ اور فردوسِ اعلیٰ میں تمہاری آنکھیں روشن ہوں گی اور اگر تم اس چیز کی تمنّا اور آرزو نہ کرو گے اور اس تکلیف (۲۳) سے بھرپور فانی دنیا

---

کے وقت ایک وعدہ سے دوسرے وعدہ کی طرف منتقل کر کے اس وعدہ و ارادہ سے رہائی عنایت کرتے ہیں اور کبھی اس طرح بھی ہوتا ہے کہ ترکِ وعدہ میں دنیا سے آخرت کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ دنیا میں وہ چیز روک کر آخرت میں عطا کرتے ہیں، یہ بھی کمالِ لطف و کرم ہے جیسا کہ خود آنجناب رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرما رہے ہیں۔

(۲۲) اعلیٰ سے مراد کہ زمین سے بلند پایہ مراد ہے کہ جنت الفردوس بہشت کے دیگر درجات سے بلند ہے۔ بہشت متقین و صالحین کے لوٹنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فنا اور عدمِ ارادہ کی منزل میں بھی کبھی کبھی ارادہ آسر نکالتا ہے۔

(۲۳) کہ شریعت نے بندے کو حقوق کی ادائیگی، پکڑنے اور خرچ کرنے میں شروط کی رعایت کا مکلف ٹھہرایا ہے۔ اس کلام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا کی طلب خواہش نہ رکھے ؎

بمردے نیرزد جہاں داشتن　　گرفتن بسختی و بگزاشتن

(جہان رکھنا جوانمردی کے لائق نہیں کہ پہلے اسے سختی سے حاصل کرنا اور آخرکار چھوڑ دینا)

میں موجود ہو بلکہ دنیا میں رہ کر تمھارا مقصود خالق و مالک ہی ہو، جس نے کسی کو محروم رکھا اور کسی کو نوازا، زمین کو بچھایا اور آسمان بلند کیا کیونکہ یہی مقصود اور متمنّٰی و مطلوب ہے[۲۴]، تو کبھی دنیا میں اس سے کم یا اس کے برابر عطا کر دیا جائے گا۔ یہ صورت شکستہ دل ہونے[۲۵]، خود کو اس مطلوب و مراد سے روکنے اور ہمارے ذکر و بیان کے مطابق آخرت میں عوض متحقق ہونے کے بعد ہوتی ہے[۲۶]۔

---

(۲۴) جو کہ صفاتِ کامل سے متصف اور جلال و جمال کا جامع ہے۔

(۲۵) اور کبھی اس سے بہتر اور بالاتر بھی عطا کر دیتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالٰی کی طرف سے ذاتِ کریم کے طالبوں اور خاص بندوں کی حفاظت و رعایت اور ان کے حال کی درستی کے لحاظ سے غالب یہی ہے کہ انھیں کم تر دیا جائے۔

(۲۶) حاصلِ کلام یہ ہے کہ خداوند قدوس کا اپنے بندگانِ خاص اور مقربانِ درگاہ کے ساتھ اس طرح کا معمول ہے کہ اگر وہ دنیا کی کسی چیز کی طرف توجہ کرتے ہیں یا اس کی تمنا کا اظہار کرتے ہیں تو اُسے روک دیا جاتا ہے اور ان کو اپنے حال پر نہیں چھوڑا جاتا اور معاملہ ان کی آرزو کے برعکس کیا جاتا ہے، اور اگر اللہ تعالٰے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا کوئی آرزو نہ ہو اور دل دنیاوی خواہشات سے بیزار ہو تو آرزو و مراد کے کارخانہ کی شکست و ریخت کے بعد کچھ عطا کر دیا جاتا ہے ؎

اگر دست در کارے زنم زنجیر بر دستم نہند ۔ درخم می غرقم کنند گر نام ہشیاری برم

(اگر کسی کام کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوں تو زنجیروں سے جکڑ دیتے ہیں اور اگر اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوں مے کے مٹکے میں غوطے دیتے ہیں)

# اَلْمَقَالَةُ الْعِشْرُوْنَ

قَالَ رضی فِیْ قَوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ
دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِذَا اجْتَمَعَ مَعَ مَا لَا یُرِیْبُکَ فَخُذْ بِالْعَزِیْمَةِ الَّتِیْ
لَا یَشُوْبُهَا رَیْبٌ وَلَا شَکٌّ وَدَعْ مَا یُرِیْبُکَ وَاَمَّا اِذَا تَجَرَّدَ
الْمُرِیْبُ الْمَشُوْبُ الَّذِیْ لَوْ یَصِفُ عَنْ حَزِّ الْقَلْبِ وَحَکِّهٖ کَمَا جَاءَ
فِی الْخَبَرِ اَلْاِثْمُ حَزَّازُ الْقُلُوْبِ فَتَوَقَّفْ فِیْهِ وَانْتَظِرِ الْاَمْرَ فِیْهِ فَاِنْ
اُمِرْتَ بِتَنَاوُلِهٖ فَدُوْنَکَ وَاِنْ مُنِعْتَ فَکُفَّ فَلْیَکُنْ ذٰلِکَ عِنْدَکَ
کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ وَلَمْ یُوْجَدْ وَارْجِعْ اِلَی الْبَابِ وَابْتَغِ عِنْدَ رَبِّکَ
الرِّزْقَ اِنْ ضَعُفْتَ عَنِ الصَّبْرِ اَوِ الْمُوَافَقَةِ وَالرِّضَاءِ وَالْفَنَاءِ
فَهُوَ عَزَّوَجَلَّ لَا یَحْتَاجُ اَنْ یُّذَکَّرَ فَلَیْسَ بِغَافِلٍ عَنْکَ وَعَنْ
غَیْرِکَ هُوَ عَزَّوَجَلَّ یُطْعِمُ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَالْمُدْبِرِیْنَ
عَنْهُ فَکَیْفَ یَنْسَاکَ اَیُّهَا الْمُؤْمِنُ الْمُوَحِّدُ الْمُقْبِلُ عَلٰی طَاعَتِهٖ
وَالْقَائِمُ بِاَمْرِهٖ فِیْ اٰنَاءِ اللَّیْلِ وَاَطْرَافِ النَّهَارِ وَفِیْهِ وَجْهٌ
اٰخَرُ دَعْ مَا یُرِیْبُکَ لِمَا لَا یُرِیْبُکَ دَعْ مَا فِیْ یَدِ الْخَلْقِ فَلَا تَطْلُبْهُ
وَلَا تُعَلِّقْ قَلْبَکَ بِهٖ وَلَا تَرْجُوا الْخَلْقَ وَلَا تَخَافُهُمْ وَخُذْ مِنْ
فَضْلِ اللّٰهِ وَهُوَ مَا لَا یُرِیْبُکَ فَلْیَکُنْ لَّکَ مَسْئُوْلٌ وَّاحِدٌ وَمُعْطٍ

وَاحِدٌ وَّهِمَّةٌ وَّاحِدَةٌ وَهُوَ رَبُّكَ عَزَّوَجَلَّ الَّذِيْ نَوَاصِيْ
الْمُلُوْكِ بِيَدِهٖ وَقُلُوْبُ الْخَلْقِ بِيَدِهٖ الَّتِيْ هِيَ اُمَرَاءُ الْاَجْسَادِ وَ
اَمْوَالُ الْخَلْقِ لَهٗ وَالْخَلْقُ وُكَلَاءُهٗ وَاُمَنَاءُهٗ وَحَرَكَةُ اَيْدِيْهِمْ
بِالْعَطَاءِ لَكَ بِاِذْنِهٖ عَزَّوَجَلَّ وَاَمْرِهٖ وَتَحْرِيْكِهٖ وَكَفُّهَا عَنْ
عَطَائِكَ كَذٰلِكَ قَالَ عَزَّ مِنْ قَائِلٍ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ وَقَالَ
اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا
عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ قَالَ سَاَلَكَ عِبَادِيْ
عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ وَقَالَ اُدْعُوْنِيْ
اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ وَ
قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

مقالہ ۲۰

# شکوک وشبہات میں نہ پڑو

حضرت محبوب صمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے: "تم مشکوک چیزوں کو چھوڑ کر غیر مشکوک کو اپنا لو"[1]۔ یعنی جب مشکوک کہ یہ حرام ہے یا حلال اور غیر مشکوک جمع ہو جائیں تو تم عزیمت[2] پر عمل پیرا ہوتے ہوئے غیر مشکوک کام کو اختیار کرو اور جس میں شک وشبہ کی آمیزش ہو اسے چھوڑ دو[3] اور اگر صرف شک وشبہ والی ہی چیز ہے جس کی علامت یہ ہے کہ دل میں اس کی طرف سے خلجان کھٹکے اور جلن سے خالی وصاف نہ ہو جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ گناہ دل کو

---

(۱) یا پر ضمہ اور فتحہ دونوں درست ہیں اس لیے کہ دَابَنِیْ ادَابَنِیْ دونوں ہم معنیٰ ہیں۔

(۲) افضل واولیٰ۔

(۳) یہ اس وقت ہے جب مشکوک اور غیر مشکوک اکٹھے ہوں۔

کاٹنے والا ہے[۴]۔ ایسی صورت میں توقف کرو[۵]، حکمِ خداوندی کا انتظار کرو، پھر اگر پکڑنے کا حکم ہو تو لے لو اور اگر روک دیا جائے تو رُک جاؤ[۶]، اور یوں ہو جاؤ

(۴) ایک روایت میں ہے: اَلْاِثْمُ مَا حَاكَ فِي الْقَلْبِ یعنی گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے کہ یہ فعل قبیح ہے اور اس میں گناہ ہے۔ وہ اس طرح کہ دل میں تردد و خلجان پیدا ہو اور دل اس پر اطمینان و قرار نہ پائے۔ اس جگہ وُہ دل مراد ہے جو گناہ کی آلائش سے پاک اور تقویٰ و ولایت کے نور سے منور ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ قاعدہ اس جگہ جاری ہوگا جو محلِ اشتباہ و اختلاف ہو نہ کہ جہاں کتاب و سنت کی نص موجود ہو اور علماء کا مختار و متفق علیہ ہو۔ اور اگر کسی جانب دلیلِ شرعی معتبر موجود نہ ہو تو حدیث پاک میں وارد ہے جو کہ اسی صورت میں معتبر ہے:

وَاِذَا اَفْتَاكَ الْمُفْتُوْنَ فَاسْتَفْتِ قَلْبَكَ۔ — اور جب مفتی حضرات فتویٰ دے دیں تو دل سے فتویٰ لو۔

اور ارشادِ گرامی ہے:

وَاِذَا لَمْ تَسْتَحِيْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ — بے حیا باش آنچہ خواہی کن

اسی معنی پر محمول ہے۔

(۵) اس کام کا ارتکاب کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لو۔

(۶) امرِ باطن اور اشارہ غیبی کا۔

(۷) پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ امر و نہی سے مراد صریح اِفْعَلْ (کر) اور لَاتَفْعَلْ (نہ کر) ہے یا دلی کے قلبِ صحیح میں پیدا ہونے والا نورِ یقین مراد ہے۔ اس کلام کے سیاق سے بظاہر دوسرا معنی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیگر مقالات سے دونوں معنوں کا صراحۃً احتمال موجود ہے واللہ اعلم بالصواب۔

گویا وہ چیز تھی ہی نہیں، پھر اللہ تعالےٰ کے دروازے پر آجاؤ اور اس سے رزق کے طلبگار ہو۔ یہ اس وقت ہے کہ تم نے صبر[8] سے[9] یا ارادہ الٰہی سے موافقت[10] اور تسلیم قضا سے اور فنا[11] سے کمزوری کا مظاہرہ کیا ہو، کیونکہ اللہ تعالےٰ یاددہانی کرانے کا محتاج نہیں، وہ تمہارے اور دوسروں کے حالات سے واقف ہے، وہ تو کفار ومنافقین اور اس کی اطاعت سے رُوگردانی کرنے والوں کو بھی رزق دیتا ہے۔ تو پھر اے مؤمن! توحید پرست، مطیع، شب وروز کی ساعتوں میں اس کے حکم پر قائم رہنے والے تجھے وہ کیسے فراموش کر دے گا[12]۔ اس حدیث شریف کی ایک اور توجیہ بھی ہے کہ مخلوق کے ہاتھوں میں موجود چیز

---

(۸) جو کسی اور ذریعہ سے کام نکال دیتا ہے۔

(۹) جو کہ ادنیٰ مرتبہ ہے۔

(۱۰) جو کہ اس سے بلند درجہ ہے۔

(۱۱) جو کہ ان سب سے بالاتر رتبہ ہے۔ بہتر یہی ہے کہ رزق طلب نہ کرو اور دم نہ مارو، صبر کا دامن تھامے رکھو، وصفِ رضا اپنا لو اور فانی ہو جاؤ۔

(۱۲) یعنی فقط مسلمان ہونا ہی دوستی، کفایت اور خبرگیری کا سبب ہے چہ جائیکہ دیگر صفات بھی موجود ہوں ؎

دوستاں را کجا کنی محروم

تُو کہ با دشمناں نظر داری

(تُو تو دشمنوں پر بھی نظر رکھتا ہے دوستوں کو کب محروم کرے گا)

آپ نے تصویرِ کلام میں طعام کا ذکر بطور تمثیل فرمایا ہے ورنہ حکم تمام ارزاق و ارفاق (آسانیوں) اور افعال کو عام ہے۔

کو چھوڑ دو،[13] اسے طلب نہ کرو۔ اپنا دل اس کے ساتھ معلق نہ کرو، نہ مخلوق سے امید رکھو نہ خوف[14]۔ اللہ تعالےٰ کا فضل جس کا حصول غیر مشکوک ہے حاصل کرو۔ تمھارا مطلوب، معطی اور مقصود ایک ہی ہونا چاہیئے۔ وُہ تمھارا رب ہے جس کے ہاتھوں میں بادشاہوں کی پیشانیاں اور مخلوقات کے قلوب ہیں جو کہ اجسام میں حاکم و متصرف ہے لوگوں کے مال اللہ تعالےٰ کے ہیں اور لوگ صرف ان کے وکیل اور امین ہیں، ان کے ہاتھوں کی حرکت عطیۂ الٰہی ہے۔ اور اس کی اجازت، حکم اور حرکت دینے سے ہے[15]۔ اور تمھیں کچھ عطا کرنے اور اسی طرح مخلوق کا ہاتھ روک دینے کا اختیار اس کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب و برتر نے فرمایا[16]: اللہ تعالےٰ سے اس کا فضل مانگو۔ اور فرمایا: من دون اللہ جن کو تم پُوجتے ہو وہ تمھارے رزق کے مالک نہیں، پس اللہ تعالےٰ سے رزق طلب کرو، اس کی عبادت کرو اور شکر بجالاؤ۔ ایک مقام پر فرمایا: اے حبیب! جب آپ سے میرے بندے میرے

---

(۱۳) کہ اس کا وصول محلِ شک و شبہ ہے۔ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ وُہ دیں گے یا نہیں۔ طمع کی تعریف یہی ہے کہ ایسی چیز کی توقع رکھنا جس کے حاصل ہونے میں شک و شبہ ہو۔

(۱۴) یہ خبر بمعنے نہی ہے۔

(۱۵) مباح صورت میں اذن ہوتا ہے کہ منع نہیں کیا گیا۔ واجب کاموں میں امر ہوتا ہے۔ اور حرکت دینا تقدیر کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۶) دوسرا معنیٰ: ہر قائل سے بزرگ ذات نے فرمایا: یہاں صرف اللہ تعالےٰ سے سوال و تضرع اور دُعا کرنے اور اس کی بارگاہِ بیکس پناہ میں اجابت و قبولیت کی تائید میں آیاتِ قرآنیہ پیش کر رہے ہیں۔

بارے میں پُوچھیں تو فرما دیجئے میں بہت قریب ہُوں اور میں پکارنے والے کی پکار کو سُنتا ہُوں جب بھی مجھے کوئی پکارے۔ اور فرماتا ہے: تم مجھ سے مانگو میں تمھاری دُعا قبول کروں گا۔ اور فرمایا: بے شک اللہ تعالےٰ بڑا رزق دینے والا، مضبوط اور قوّت والا ہے۔(۱۷) ایک اور مقام پر یُوں فرمایا: بے شک اللہ تعالےٰ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

---

(۱۷) کہ تغیّر و تبدّل اور نقصان و زوال کا اس کی بارگاہِ عزت و قدرت میں امکان ہی نہیں۔

# اَلْمَقَالَةُ الْحَادِيَةُ وَالْعِشْرُوْنَ

قَالَ رَأَيْتُ اِبْلِيْسَ اللَّعِيْنَ فِی الْمَنَامِ وَاَنَا فِیْ جَمْعٍ كَثِيْرٍ فَهَمَمْتُ بِقَتْلِهٖ فَقَالَ لِیْ لِمَ تَقْتُلُنِیْ وَمَا ذَنْبِیْ؟ اِنْ جَرَی الْقَدَرُ بِالشَّرِّ فَلَا اَقْدِرُ اُغَيِّرُهٗ اِلٰی خَيْرٍ وَاَنْقُلُهٗ اِلَيْهِ وَ اِنْ جَرٰی بِالْخَيْرِ فَلَا اَقْدِرُ اُغَيِّرُهٗ وَاَنْقُلُهٗ اِلَی الشَّرِّ وَ اَیُّ شَیْءٍ بِيَدِیْ وَرَأَيْتُ صُوْرَتَهٗ عَلٰی صُوْرَةِ الْخُنَاثٰی لَيِّنَ الْكَلَامِ عِبَادِیْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَكَانَ كَيْدُ الشَّيْطٰنِ ضَعِيْفًا ـ مَسْنُوْنَ الْوَجْهِ فِيْهِ طَاقَاتُ شَعْرٍ فِیْ ذَقَنِهٖ حَقِيْرَ الصُّوْرَةِ ذَمِيْمَ الْوَجْهِ وَكَاَنَّهٗ يَتَبَسَّمُ فِیْ وَجْهِیْ تَبَسُّمَ خَجِلٍ وَوَجِلٍ وَذٰلِكَ فِیْ لَيْلَةِ الْاَحَدِ ثَانِیْ عَشَرَةِ ذِی الْحِجَّةِ سَنَةَ اِحْدٰی وَتِسْعِيْنَ وَاَرْبَعَمِائَةٍ ؀

## مقالہ ۲۱

# ابلیس سے مکالمہ

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک رات خواب میں ابلیس لعین کو دیکھا، اور میرے ساتھ کافی لوگ ہیں[1]۔ میں نے اسے مار ڈالنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا آپ مجھے کس گناہ کے بدلے میں قتل کرتے ہیں؟ اگر تقدیر شر کے ساتھ جاری ہوتی ہے تو میں اسے خیر میں تبدیل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نیکی کی طرف منتقل نہیں کر سکتا[2] اور اگر تقدیر میں خیر ہے تو مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ اس کو شر سے بدل سکوں اور اس طرف لے آؤں، پھر میرے

(۱) اس کی تعبیر خدائی لشکروں کے ساتھ ہو سکتی ہے وہ لشکر اعمال و اذکار اور صفاتِ حمیدہ ہیں جو کہ آنجناب قدس سرہٗ کی شیطان سے حفاظت اور آپ کی امداد و اعانت کرتے ہیں۔

(۲) یہ بات ظاہر ہے کہ شیطان سے خیر کا کام نہیں ہو سکتا۔ یہ بات تمہیداً بیان ہو رہی ہے، مقصود کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

اختیار میں ہے کیا(۳)! میں نے دیکھا کہ اس کی شکل ہیجڑوں کی سی ہے(۴)، نرمی سے آہستہ آہستہ گفتگو کرتا ہے(۵)، چہرہ لمبوترا ٹھوڑی پہ تھوڑے بال ہیں، صورت مکروہ اور شکل ذلیل ہے(۶)، خوف اور شرمندگی کی وجہ سے میری طرف دیکھ کر زیرِلب مسکراتا ہے، میں نے یہ خواب ۱۲ ذوالحجہ ۴۹۱ھ کو اتوار کی رات دیکھا(۷)۔

---

(۴) خُنَاثٰی خُنْثٰی کی جمع ہے جس میں مرد وزن والی دونوں علامتیں موجود ہوں، ممکن ہے کہ اس نے مردوں کو گمراہ کرنے کے لیے مردوں کی سی اور عورتوں کو گمراہ کرنے کے لیے عورتوں جیسی شکل اپنا رکھی ہو۔

(۵) یہ نرمی اور کمزوری حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ولایت کے غلبہ کی وجہ سے تھی اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ — کہ میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں
وَکَانَ کَیْدُ الشَّیْطَانِ ضَعِیْفًا۔ — اور شیطان کا مکر کمزور ہے۔

جیسا کہ چرب زبان، حیلہ باز اور منہ کے میٹھے لوگوں کا طریقہ ہوتا ہے کہ نرمی کی وجہ سے بات کدھر کی کدھر لے جاتے ہیں۔

(۶) حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دین اور آپ کی حقانیت کے غلبہ کی وجہ سے شیطان کی شکل ایسی دکھائی دیتی تھی۔ اگر بالفرض کوئی شخص اس کو خوبصورت دیکھے تو غالباً اس کا حال اُلٹ ہے۔

(۷) اس حساب سے اس وقت آپ کی عمر ۲۱ سال تھی کیونکہ آپ ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ میں پیدا ہوئے، لہٰذا یہ واقعہ زمانۂ طالب علمی اور ابتدائے حال کا ہے۔ اور آپ بچپن ہی سے خوارق وکرامات کا مظہر اور خیرات وبرکات کا منبع تھے رضی اللہ تعالےٰ عنہ ؏

باشس پا پیشِ جمالِ تو بہارِ دگر ست
یک گل از صد شگفتہ است گلستان ترا

(ابھی تو تمہارے گلستان کے سَو پھُولوں میں سے ایک پھول کِھلا ہے تمہارے جمال کے سامنے ایک اور بہار ہے)

ع کجا حد است حسنت را کہ ہنوز آغاز می بینم

(ابھی تو آغاز ملاحظہ کر رہا ہوُں جب یہ اپنے جوبن پر آئے گا تو اس کی انتہا خدا جانے کہاں تک ہو گی)

# اَلْمَقَالَةُ الثَّانِيَةُ وَالْعِشْرُوْنَ

| |
|---|
| قَالَ رضی اللہ عنہ لَا يَزَالُ اللّٰهُ يَبْتَلِىْ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ عَلٰى قَدْرِ اِيْمَانِهٖ فَمَنْ |
| عَظُمَ اِيْمَانُهٗ وَكَثُرَ وَتَزَايَدَ عَظُمَ بَلَاؤُهٗ اَلرَّسُوْلُ بَلَاؤُهٗ |
| اَعْظَمُ مِنْ بَلَاءِ النَّبِىِّ لِاَنَّ اِيْمَانَهٗ اَعْظَمُ وَالنَّبِىُّ بَلَاؤُهٗ |
| اَعْظَمُ مِنْ بَلَاءِ الْبَدَلِ وَبَلَاءُ الْبَدَلِ اَعْظَمُ مِنْ بَلَاءِ |
| الْوَلِىِّ كُلٌّ وَاحِدٍ عَلٰى قَدْرِ اِيْمَانِهٖ وَيَقِيْنِهٖ وَاَصْلُ ذٰلِكَ |
| قَوْلُ النَّبِىِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّا مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ اَشَدُّ النَّاسِ |
| بَلَاءً ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ فَيُدِيْمُ اللّٰهُ تَعَالَى الْبَلَاءَ هٰؤُلَاءِ |
| السَّادَاةِ الْكِرَامِ حَتّٰى يَكُوْنُوْا اَبَدًا فِى الْحَضْرَةِ وَلَا يَغْفَلُوْا |
| عَنِ الْيَقْظَةِ لِاَنَّهٗ تَعَالٰى يُحِبُّهُمْ فَهُمْ اَهْلُ الْمَحَبَّةِ وَمَحْبُوْبُوا |
| الْحَقِّ وَالْمُحِبُّ اَبَدًا لَا يَخْتَارُ بُعْدَ مَحْبُوْبِهٖ فَالْبَلَاءُ خَطَّافٌ |
| لِقُلُوْبِهِمْ وَقَيْدٌ لِنُفُوْسِهِمْ يَمْنَعُهُمْ عَنِ الْمَيْلِ اِلٰى غَيْرِ مَطْلُوْبِهِمْ |
| وَالسُّكُوْنِ وَالْاِرْتِكَانِ اِلٰى غَيْرِ خَالِقِهِمْ وَاِذَا دَامَ ذٰلِكَ فِىْ |
| حَقِّهِمْ ذَابَتْ اَهْوِيَتُهُمْ وَانْكَسَرَتْ نُفُوْسُهُمْ وَتَمَيَّزَ الْحَقُّ |
| مِنَ الْبَاطِلِ فَتَنْزَوِى الشَّهَوَاتُ وَالْاِرَادَةُ وَالْمَيْلُ اِلَى |
| اللَّذَّاتِ وَالرَّاحَاتِ بِاَجْمَعِهَا دُنْيَا وَّاُخْرٰى اِلٰى مَا يَلِى النَّفْسَ |

يصيرُ السّكونُ إلى وعدِ الحقِّ والرّضاءُ بقضائِهِ والقناعةُ

عطائِهِ والصّبرُ على بلائِهِ والأمنُ من شرِّ خلقِهِ إلى ما يلي

القلبَ فتقوى شوكةُ القلبِ فتصيرُ الولايةُ على الجوارحِ

يهِ لأنَّ البلاءَ يقوّي القلبَ واليقينَ ويحقّقُ الإيمانَ وَ

الصّبرَ ويُضعِفُ النّفسَ والهوى لأنّهُ كلّما وصلَ الألمُ ووجدَ

من المؤمنِ الصّبرُ والرّضاءُ والتّسليمُ لفعلِ الرّبِّ وَ

شكرُهُ ورضيَ اللهُ عنهُ فجاءَهُ المددُ والزّيادةُ والتّوفيقُ

قالَ اللهُ عزّ وجلّ لئن شكرتم لأزيدنّكم وإذا تحرّكتْ

النّفسُ بطلبِ شهوةٍ من شهواتِها ولذّةٍ من لذّاتِها من

القلبِ فأجابها القلبُ إلى مطلوبِها وذلكَ من غيرِ

أمرٍ من اللهِ وإذنٍ منهُ حصلتْ بذلكَ غفلةٌ عن الحقِّ

شركٌ ومعصيةٌ فعمّهما اللهُ بالخذلانِ والبلاءِ وتسليطِ

الخلقِ والإيذاءِ والتّشويشِ والأوجعِ والأمراضِ فينالُ كلُّ

واحدٍ من القلبِ والنّفسِ حظًّا من ذلكَ فإن لم يُجبِ القلبُ

النّفسَ إلى مطلوبِها حتّى يأتيَهُ الإذنُ من قبلِ الحقِّ بإلهامٍ

في حقِّ الأولياءِ ووحيٍ صريحٍ في حقِّ المرسلينَ والأنبياءِ

فعملَ على ذلكَ عطاءً ومنعًا عمّهما اللهُ تعالى بالرّحمةِ والبركةِ

والعافيةِ والرّضاءِ والنّورِ والمعرفةِ والقربِ والغناءِ

والسّلامةِ من الآفاتِ فاعلمْ ذلكَ واحفظْهُ واحذرِ البلاءَ

جدًّا في المسارعةِ إلى إجابةِ النّفسِ والهوى

| |
|---|
| بَلْ تَوَقَّفْ وَتَرَقَّبْ فِيْ ذٰلِكَ اِذْنَ الْمَوْلٰى |
| فَتَسْلَمْ فِي الدُّنْيَا وَالْعُقْبٰى ٥ |

مقالہ ۲۲

# اِبتلاءِ مومن بقدرِ ایمان

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ہمیشہ اپنے مومن بندے کو اس کے ایمان کی پختگی کے لحاظ سے آفت میں مبتلا کرتا رہتا ہے[1]، جس کے ایمان کی بنیاد قوی ہوگی اور اس سے ایمان کے احکام ونشانات کثرت سے صادر ہوں گے اور ایمان کے انوار وثمرات زیادہ ظاہر ہوں گے، تو اتنی ہی بڑی اس پر مصیبت آئے گی[2]۔

---

(۱) جوکہ اس کی رحمت ومحبت کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۲) **لطف وقہر میں فرق** واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ کے احکام، ارادہ اور نوازل قدریہ جب بندے پہ نازل ہوتے ہیں اگر وہ بندے کی طبیعت کے موافق اور خواہشِ نفس کے مطابق ہوں تو انھیں عرفِ عام میں لطف وعطا کہتے ہیں، اور جو طبیعت کے مخالف اور نفس کو ناپسند ہوں تو انھیں قہر وبلا کا نام دیا جاتا ہے۔ لیکن نظرِ حقیقت سے دیکھا جائے تو سب کا تعلق لطف وعطا سے ہی ہے۔ خواہ اس کا تعلق

رسول کی بلا(۳) نبی(۴) کی بلا سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس کا ایمان نبی کے ایم
زیادہ مضبوط ہوتا ہے(۵) اور نبی پر مصیبت ابدال پر مصیبت سے سخت ہو

---

عوام سے ہو یا خواص سے یا اخص الخواص سے، عوام کے لحاظ سے مخالف
احکام گناہوں کا کفارہ ہیں، گناہوں سے باز رکھتے ہیں اور شہوات و لذات
انہماک اور نفس و عصیان کے گڑھوں میں گرنے سے روکتے ہیں، خواص کے
سے احکام اس طرح لطف سے وابستہ ہیں کہ درجات کی بلندی، ثواب
کثرت اور کمالات و کرامات کے حصول کا سبب ہیں ان دو قسموں میں بند
تزکیہ اور تربیت مقصود ہے اور اخص الخواص کے لیے ان میں حضور و شہود
دوام و ہمیشگی ہے، ہر لمحہ اور ہر لحظہ ماسوا کی طرف التفات سے بالکل انقطا
جو کہ جبلی اور بشری تقاضے کے مطابق طاری ہو سکتا ہے اور احکام قہریہ
انوارِ محبت چمکتے ہیں اور اسرارِ قربت ظاہر ہوتے ہیں۔ اندازِ کلام سے معلو
ہوتا ہے کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اس مقالہ میں کل
تیسری قسم کے متعلق ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔

(۳) **رسول کی تعریف** رسول اسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث ہو اور کتاب شریعت بھی ساتھ لائے۔

(۴) **نبی کی تعریف** نبی بھی ہدایتِ خلق کے لیے مبعوث ہوتا ہے اس کے ساتھ کتاب و شریعت کا ہونا ضروری

(۵) اور اس کے ایمان کے انوار و آثار نبی کی نسبت زیادہ اور قوی ہوتے
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قدر و منزلت کے اعتبار سے بلند مقام پر فائز ہوتا
اور محبتِ الٰہی اس میں بہت غالب اور زیادہ ہوتی ہے۔

اور ابدال کی آزمائش ولی کی آزمائش سے گراں ہوتی ہے۔(6) انبیاء و رسل اور ابدال و اولیاء میں سے ہر ایک اپنے ایمان و ایقان کے مطابق امتحان میں ڈالا جاتا ہے۔ اس کی دلیل سرورِ انبیاء علیہ وعلیہم السلام کا یہ ارشادِ مقدس ہے کہ ابتلاء و آزمائش کے اعتبار سے گروہِ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام لوگوں کی نسبت زیادہ مبتلا ہوتا ہے(7)۔ ان کے بعد مخلوق میں درجوں کے اعتبار سے بلا کا نزول ہوتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان ساداتِ کرام کو ہمیشہ امتحان میں مبتلا رکھا، یہاں تک کہ وہ ہمیشہ کے لیے مجلسِ قُرب اور خلوتِ حضور میں مقیم رہیں اور شہودِ حق سے غافل نہ رہیں(8) کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی، اور محب سے محبوب کی

---

(6) گزشتہ کئی مقالات میں معلوم ہو چکا ہے کہ ابدال کا مرتبہ ولی کے مرتبے سے بڑھ کر ہے۔

(7) کیونکہ دین کی اشاعت، دعوتِ خلق اور مقامِ قُرب میں جس قدر انبیاءِ کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو تکالیف برداشت کرنا پڑیں اس قدر اولیاء کو نہیں اور اس راہ میں جس قدر سید الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذائیں پہنچیں مخلوق کے کسی اور فرد کو نہیں۔

(8) یعنی شہودِ حق میں بہ وجہ اتم و اکمل ہمیشہ کے لیے بیدار رہیں جیسا کہ محبتِ ذاتیہ کے مقتضیٰ کے مطابق ان کے مقام و مرتبہ کی بلندی کے مناسب ہے اور جبلی و بشری تقاضوں (جو کہ حکمت کے پیشِ نظر ان میں رکھے جاتے ہیں) کے مطابق ما سوا اللہ کی طرف التفات سے باخبر رہتے ہیں۔ یہ التفات اگرچہ مخلوق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت و ارشاد کی خاطر ہو۔

جدائی برداشت نہیں ہوتی،(9) آزمائش و ابتلاء(10) ان کے قلوب کو حق کی طرف مائل رکھتی ہے ان کے نفوس کے لیے قید ہے اور غیر مطلوب کی طرف تو اور غیرِ خالق کی طرف التفات سے باز رکھتی ہے،(11) جب بلا کا نزول تسلسل سے ہوتا ہے تو

---

(9) اور ایک لحظہ کے لئے بھی ان کی جُدائی پر راضی نہیں ہے۔

(10) سوال : مذکورہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے، سوال یہ ہوتا ہے کہ نعمتوں اور عطیوں کے ذریعے بھی قُرب و حضور کا ارادہ کیا جا سکتا ہے جو کہ باعثِ مسرّت اور خاصیّت کے اعتبار سے محبت، رضامندی اور شکرگزاری کا سبب ہیں، تو اس مقام پر محنت و بلا کی تخصیص کیونکر ہے؟ جبکہ یہ بات جُور و جفا کی خاصیّت سے ہے کہ اس سے محبّت میں نقصان و فتور پیدا ہوتا ہے اور دل سرد پڑ جاتا ہے۔

(11) جب نعمت و آسائش عطا کی جائے تو نفس اور طبیعت کے موافق ہونے کی وجہ سے اس نعمت کی طرف میلان کا احتمالِ باقی رہتا ہے بخلاف محبت و بلا کے، کہ نفس کی مزاحمت اور اغیار کی تشویش کے بغیر محض ذات کی محبّت باقی رہتی ہے۔ یہ بات اربابِ یقین اور اصحابِ محبتِ ذاتیہ کے بارے میں ہو رہی ہے جن کے نزدیک لُطف و قہر یکساں ہیں، جیساکہ شاعر کہتا ہے : ؎

عاشقم بر لطف و بر قہرش بجد

ایں عجب من عاشقم ایں ہر دو ضد

(میں محبوب کے لُطف و قہر دونوں پر پُوری کوشش سے فریفتہ و فدائی ہوں اور یہ عجیب بات ہے کہ میں دو متضاد چیزوں سے لگاؤ رکھتا ہوں)

ان کی خواہشات ختم ہو جاتی ہیں ، ان کے

---

یہ بات نفس پرست اور سست مزاج لوگوں کو گوارا نہیں ہو سکتی جو کہ مولفۃ القلوب کا حکم رکھتے ہیں اور اس آیۂ کریمہ کا مصداق ہیں،

اِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ﴿اطْمَاَنَّ بِهٖ﴾
وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ﴿انْقَلَبَ﴾
عَلٰی وَجْهِهٖ -

ان کے حق میں قہر کی نسبت لطف وکرم کی رعایت زیادہ مناسب ہے لیکن ارباب یقین کہ وہ احوال کے التفات اور اوقات کے فتور سے محفوظ ہیں ان کے حق میں حصول نعمت کی بجائے بلا کی پاسبانی زیادہ موافق و صالح ہے، یہ حضرات ایک لحظہ کے لیے بھی نعمت پہ نظر نہیں کرتے اور ماسوٰی کی طرف التفات نہیں فرماتے۔ سید الرسل سلطان المقربین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نظر مبارک دوران نماز جب منقش کپڑے پر پڑی تو آپ نے اسے فوراً اتار کر کسی کو دے دیا۔ شہود دائمی اور قرب حقیقی کے وصول کے باوجود یہ مقام نازک ہے ، یہاں دم مارنے کی گنجائش نہیں، یہ ایک ایسا راز ہے جسے الفاظ سے تعبیر نہیں کر سکتے ؎

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشم
ترسم کہ نگاہے کند آگاہ نباشم

(میں اس ماہ رو محبوب سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں رہتا
کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ محبوب توجہ فرمائے
اور میں آگاہ نہ ہو سکوں)

نفوس ٹوٹ جاتے ہیں اور حق باطل سے ممتاز ہو جاتا ہے۔[12]

---

## (۱۲) محفوظ اور معصوم میں فرق

دین خالص باطل کی آمیزش یعنی خواہشِ نفس اور ماسوٰی کی طرف التفات سے جُدا ہو جاتا ہے، خواہش کا پگھلنا، انکساری نفس اور حق کا باطل سے امتیاز یہ ان کے باقی رہنے کی فرع ہیں۔ اولیاء وابدال میں تو کوئی اشکال نہیں رہتا کیونکہ یہ محفوظ ہیں نہ کہ معصوم۔ ان کے حق میں کبھی کبھار خواہش کی طرف میلان اور ماسوا اللہ کی طرف توجہ جائز ہے۔ تو اللہ تعالےٰ ان کا تدارک یوں فرماتا ہے کہ اپنی رحمت سے توبہ کی توفیق عنایت فرما دیتا ہے اور بیدار کر دیتا ہے، لیکن انبیاء و رسل صلوات اللہ علیہم وسلامہ، کے حق میں ماسوا کی طرف میلان ان کے جبلی اور بشری تقاضے کے مطابق ہوگا جیسا کہ اُن کی شانِ رفیع اور مقامِ عالی کے لائق ہے۔ اور یہ جبلی اور بشری تقاضے کسی خاص حکمت کی بناء پر ان میں باقی ہیں۔

## ایک اہم قاعدہ

علماء نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے شیطان کا حصّہ مطلقاً خارج ہے، ان کا صاف وشفاف سینہ اس سے دھو دیا گیا ہے اور نفسانیت کے کلی امور سے جُدا ہیں۔ بعض جزوی امور وہ بھی لطافت اور نورانیت کے ساتھ متصف ہیں ان میں موجود ہیں تاکہ ان کے اثرات کے صدور کے باعث احکامِ شرعیہ صادر ہوں اور اُمت انھیں معلوم کر کے شرف اتباع سے شرفیاب ہو سکے ان کا یہ قاعدہ علم کے مطابق اور حق ہے۔

| | |
|---|---|
| اما درحال سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ | لیکن سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ |

پھر شہوات[13]، ارادے، لذّات کی آرزوئیں اور دُنیاو آخرت کی تمام راحتیں نفس کی طرف سمٹ آتی ہیں[14] اور وعدہ حق سے[15] سکون، قضاءِ الٰہی سے رِضا، عطاءِ خداوندی پر قناعت، بلا پر صبر اور مخلوق کے شر سے امن ایسی صفات دل کی طرف لوٹ آتی ہیں[16]۔ ان کے دل کی شوکت قوی ہو جاتی ہے اور دل

---

علیہ وسلم نتواں زد کہ حال و مقام او از متشابہات است وما یعلم تاویلہ الا اللہ حق آنست کہ وے ازیں کلیہ مستثنیٰ وازیں قیاس بیرون است۔

علیہ وسلم کے حال پر یہ قاعدہ چسپاں نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ کا حال و مقام از قبیل متشابہات ہے جس کی تاویل اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، حق بات یہ ہے کہ آپ اس مذکورہ قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں اور اس قیاس سے باہر۔

ع او برتر از انست کہ آید بقیاس
(عقل جو کچھ بھی سوچتی ہے آپ کا حال اس سے بلند تر ہے)

(۱۳) متواتر نزولِ بلا کی وجہ سے۔
(۱۴) یہ صفات دل میں سرایت نہیں کر سکتیں اور نہ ہی اس کی طرف آسکتی ہیں جیسا کہ ایک لشکر ایک طرف جمع ہو جائے یہ نفس کی طرف جمع ہو چکی ہیں۔
(۱۵) جو کہ صابرین کے ساتھ ہو چکا ہے۔
(۱۶) بعض کامل الایمان صاحبِ یقین مومن کی صفاتِ نفسانیہ جو کہ ظلمات ہیں نفس کی طرف آجاتی ہیں۔ جب نفس اور اس کی خواہشات انکسار پذیر ہوتی ہیں تو یہ صفات بھی اس کے ساتھ ہی معدوم اور فنا ہو جاتی ہیں، اور صفاتِ حمیدہ قلبیہ جو از قبیل انوار ہیں ان کے قلوب میں آجاتی ہیں انوار کے لشکر دل کے ساتھ ان کی تائید و تقویت ہوتی رہتی ہے۔

کی تمام اعضاء پر حکومت ہوتی ہے[۱۷]۔ کیونکہ ابتلاء دل اور یقین کی تقویت سے ایمان اور صبر کو برقرار رکھتی ہے اور نفس و ہوا کو ضعیف کر دیتی ہے[۱۸] کیونکہ بندۂ مومن کو جب بھی تکلیف لاحق ہو گی تو اس میں صبر اور فعلِ خداوندی پر تسلیم و رضا پائی جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جاتا ہے اور شکر کی جزا عطا فرماتا ہے[۱۹]، خداوند قدوس کی طرف سے اسے مزید توفیق اور امداد نصیب ہوتی ہے، ارشادِ خداوندی ہے: اگر تم شکر گزار بنو گے تو تمہیں اور زیادہ نعمت عطا کروں گا[۲۰]، جب نفس[۲۱] دل سے اپنی خواہشات و لذات میں سے کسی خواہش و

---

(۱۷) اور اعضاء نفس کے تصرف و تاریکی سے نکل کر انوارِ قلب کے ساتھ منور اور انوارِ صفات کے ساتھ روشن ہو جاتے ہیں آگے اس کی تشریح و تفصیل ذکر ہو رہی ہے۔

(۱۸) صفاتِ نفس کی ظلمات کی عدم موجودگی اور صفاتِ قلب کے انوار کی موجودگی کی وجہ سے

(۱۹) یعنی اعمال کی جزا دس گنا بڑھا کر دی جاتی ہے۔

(۲۰) اور توفیق بخشوں گا۔

**مصیبت کے وقت بھی شکر ہی کرنا چاہیئے** اس کلام میں یہ اشارہ ہے کہ نزولِ بلا کے وقت بھی شکر ہی ادا کرنا چاہیئے کیونکہ یہ مخفی الطاف اور باطنی انعامات کو متضمن ہے اور صبر و تسلیم کو شکر کا بدل قرار دیا گیا ہے۔

**فقیرِ شاکر کی افضلیت** حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر؟ فرمایا: فقیر شاکر دونوں سے افضل ہے۔

(۲۱) خواص کا حال بیان کرنے کے بعد ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں جو کہ

لذت کی طلب کرتے ہوئے حرکت کرے اور دل اللہ تعالیٰ کے حکم و اذن کے بغیر نفس کو اس کا مطلوب دے دے[۲۲]، تو اس کی وجہ سے حق تعالیٰ سے غفلت، شرک اور معصیت جیسے امراض پیدا ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ نفس اور دل دونوں کو رسوائی، مصائب، مخلوق کے تسلّط، ایذا، تشویش، دردوں اور مرضوں میں مبتلا کردے گا، دل اور نفس اپنے اپنے حصّے کی سزا بھگتیں گے[۲۳]۔ اور اگر دل نفس کا

---

نفس اور دِل کے معارضے نفس کی خواہشات کو دل کے تسلیم کرنے اور نفس کی بات کو قبول میں عوام و خواص سب کو شامل ہے، دونوں قسم کے نتائج و لوازم کو بھی ذکر فرما رہے ہیں۔

(۲۲) لذّت اور شہوات سے مراد مباح لذّت و شہوت ہے اور امر و اذن سے مراد باطنی امر اور اذن ہے جیساکہ سیاقِ کلام سے واضح ہو رہا ہے۔

**اِذن اور امر میں فرق** اذن اور امر میں فرق یہ ہے کہ امر میں کام کی بطورِ وجوب یا نُدب طلب پائی جاتی ہے، اور اذن میں یہ طلب نہیں ہوتی بلکہ چیز کو مباح قرار دیتے ہوئے مانع کو اٹھا لیا جاتا ہے، لہذا اِذن کا مرتبہ امر سے نیچے ہے اسی لیے کہتے ہیں کہ اِذن سے قوت و استعداد حاصل ہوتی ہے اور امر سے فعل و وجود میسر آتے ہیں۔

**(۲۳) دل کی سزا سخت تر ہے** سزا کے ذکر میں دل کو اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ اس کا مواخذہ اور عقاب سخت تر ہے کیونکہ اس نے نفس کی بات قبول کی ہے اسے رد نہیں کیا جبکہ نفس نے اپنی خاصیت اور اپنی ذات کے مطابق کام کیا ہے۔ اس لیے اسے ملامت نہیں کی جا سکتی۔ اس مقام پر جن آفات کا ذکر ہے بظاہر

مطلوب پورا نہ کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن[۲۴] حاصل ہو جائے جوکہ اولیاءِ کرام علیہم الرحمۃ کے حق میں الہام ہے اور مرسلین و انبیاء علیہم السلام کے حق میں وحی صریح ہے[۲۵]، جس پر عطا اور منع کے اعتبار سے عمل کیا جاتا ہے، تو

---

یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ از قبیلِ قہر و غضب میں لطف و کرم کو متضمن نہیں ہے کیونکہ اس میں تو بندے کی تربیت اور تزکیۂ نفس مقصود ہوتا ہے نہ کہ رُسوائی۔ اگر یہاں بھی تضرع و زاری کرتے ہوئے رو رو کر بارگاہِ رب العزّت میں التجا کرے تو گزشتہ حکم جاری ہوسکتا ہے۔

(۲۴) یہاں صرف اذن کا ذکر ہے امر کا نہیں۔ ایسا ارادۃً کیا گیا ہے کیونکہ اذن امر کو بھی شامل ہے نیز یہ اس بات کی طرف اشارہ بھی ہے کہ یہاں امر کے بغیر فقط اذن ہی کافی ہے اگرچہ دیگر مقامات پر فرماتے ہیں کہ فقط اذن پر قناعت نہ کرے جب تک کہ امر نہ ہو، اور مجبور کرکے اس کام میں داخل نہ کریں جیسا کہ مقالہ ۸ میں گزر چکا ہے۔

## (۲۵) وحی اور الہام میں فرق

وحی کی صفت صریح تاکید کے لیے لائی گئی ہے اور اس بات کی تعریض بھی ہے کہ الہام ایک خفی امر ہے جو ولی کے قلبِ صحیح میں نورِ یقینی کی صورت میں باطن میں پیدا ہوتا ہے۔

دیگر مقامات پر حضرت قدس سرہٗ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اولیاء کے حق میں صریح امر بھی ہوتا ہے اس کے باوجود وہ مرتبۂ وحی سے نیچے ہے اور صرف احکامِ باطن میں حجت ہے جبکہ وحی ظاہر و باطن میں حجت ہے اور اس کے ساتھ رُوح الامین ہوتے ہیں جو کہ خط پر مہر کا حکم رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ دل اور نفس دونوں کو رحمت، برکت، جمیع مکروہات و علل سے عافیت، تمام احوال واوضاع میں رضا، ایمان وایقان کے کامل ہونے کے نور، اپنی ذات وصفات کی معرفت بارگاہِ کرامت ومشاہدہ کے قرب، اللہ تعالےٰ کے ماسوا سے استغنا اور تمام آفات سے سلامتی سے نوازتا ہے اسے جان لو اور یاد کرلو۔ اتباعِ نفس وہوا میں جلدی کرکے خود کو بلا میں ڈالنے سے بچو، بلکہ توقف کرو، اور اس معاملہ میں مولیٰ کریم کے اذن کا انتظار کرو تاکہ دُنیا و آخرت میں سلامتی پاسکو، اِن شاء اللہ تعالےٰ۔

# اَلْمَقَالَةُ الثَّالِثَةُ وَالْعِشْرُوْنَ

قَالَ ؓ بِالدُّوْنِ وَ اَلْزَمْهُ جِدًّا حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ فَتُنْقَلَ
اِلَى الْاَعْلٰى وَالْاَنْفَسِ وَبِهٖ تُهَنَّاُ وَفِيْهِ تُبْقٰى وَتُحْفَظُ بِلَا عَنَاءٍ
دُنْيًا وَّاُخْرٰى وَلَا تَبِعَةٍ وَلَا عَدْوٰى ثُمَّ تُرَقّٰى مِنْ ذٰلِكَ اِلٰى مَا هُوَ
اَقَرُّ عَيْنًا مِّنْهُ وَاَهْنَاُ وَاعْلَمْ اَنَّ الْقِسْمَ لَا يَفُوْتُكَ بِتَرْكِ الطَّلَبِ
وَمَا لَيْسَ لَكَ بِقِسْمٍ لَا تَنَالُهٗ بِحِرْصِكَ فِي الطَّلَبِ وَالْجِدِّ وَ
وَالْاِجْتِهَادِ فَاصْبِرْ وَالْزَمِ الْحَالَ وَارْضَ بِهٖ لَا تَاْخُذْ بِكَ
وَلَا تُعْطِ بِكَ حَتّٰى تُؤْمَرَ وَلَا تَتَحَرَّكْ بِكَ وَلَا تَسْكُنْ بِكَ
فَتُبْتَلٰى بِكَ وَبِمَنْ هُوَ شَرٌّ مِّنْكَ مِنَ الْخَلْقِ لِاَنَّكَ بِذٰلِكَ
تَظْلِمُ وَالظَّالِمُ لَا يُغْفَلُ عَنْهُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَكَذٰلِكَ
نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا لِاَنَّكَ فِيْ دَارِ مَلِكٍ عَظِيْمٍ اَمْرُهٗ
شَدِيْدٍ شَوْكَتُهٗ كَثِيْرٍ جُنْدُهٗ نَافِذٍ مَّشِيَّتُهٗ قَاهِرٍ حُكْمُهٗ
بَاقٍ مُلْكُهٗ دَائِمٍ سُلْطَانُهٗ دَقِيْقٍ عِلْمُهٗ بَالِغَةٍ حِكْمَتُهٗ
عَدْلٍ قَضَائُهٗ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ

وَلَا فِي السَّمَاءِ لَا يُجَاوِزُهُ ظُلْمُ ظَالِمٍ فَأَنْتَ أَعْظَمُ الظَّلَمَةِ
وَأَكْبَرُهُمْ جَرِيمَةً لِأَنَّكَ أَشْرَكْتَ بِتَصَرُّفِكَ فِيكَ وَفِي خَلْقِهِ
بِهَوَاكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ
مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ إِتَّقِ الشِّرْكَ جِدًّا وَلَا تَقْرَبْهُ وَاجْتَنِبْهُ
فِي حَرَكَاتِكَ وَسَكَنَاتِكَ وَلَيْلِكَ وَنَهَارِكَ فِي خَلْوَتِكَ وَفِي جَلْوَتِكَ
وَاحْذَرِ الْمَعْصِيَةَ فِي الْجُمْلَةِ وَفِي الْجَوَارِحِ وَالْقَلْبِ وَاتْرُكِ
الْإِثْمَ مَا ظَهَرَ مِنْهُ وَمَا بَطَنَ وَلَا تَهْرَبْ مِنْهُ فَيُدْرِكُكَ وَلَا
تُنَازِعْهُ فِي قَضَائِهِ فَيَقْصِمَكَ وَلَا تَتَّهِمْهُ فِي حُكْمِهِ فَيَخْذُلَكَ
وَلَا تَغْفَلْ عَنْهُ فَيُنْسِيَكَ فَيَبْتَلِيَكَ وَلَا تُحْدِثْ فِي دَارِهِ حَادِثَةً
فَيُهْلِكَكَ وَلَا تَقُلْ فِي دِينِهِ بِهَوَاكَ فَيُرْدِيَكَ وَيُظْلِمُ قَلْبَكَ
وَيَسْلُبُ إِيمَانَكَ وَمَعْرِفَتَكَ وَيُسَلِّطُ عَلَيْكَ شَيْطَانَكَ وَنَفْسَكَ
وَهَوَاكَ وَشَهَوَاتِكَ وَأَهْلَكَ وَجِيرَانَكَ وَأَصْحَابَكَ وَأَخِلَّائَكَ
وَجَمِيعَ خَلْقِهِ حَتّٰى عَقَارِبَ دَارِكَ وَحَيَّاتِهَا وَجِنَّهَا وَبَقِيَّةَ
هَوَامِّهَا فَيُنَغِّصَ عَيْشَكَ فِي الدُّنْيَا وَيُطِيلَ عَذَابَكَ فِي الْأُخْرٰى ۝

## مقالہ ۲۳

# اپنی قسمت پر رضا

حضرت شیخ السموٰات والارض رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں: تھوڑے رزق پر خوش رہو اور ہمیشہ اس کو لازم رکھو،(۱) حتیٰ کہ نوشتۂ تقدیر کی معیّنہ مدّت پوری ہو جائے تو تمہیں بہترین اور اعلیٰ مقام پر فائز کر دیا جائے گا، اور تمہیں مبارکباد دی جائے گی اور کسی دُنیوی و اُخروی تکلیف کے بُرے انجام اور حد سے تجاوز کے بغیر اس مقام پر با حفاظت باقی رکھا جائے گا پھر تمہیں اس منزل سے مزید ترقی دے کر اس مقام کی طرف منتقل کر دیا جائے گا جو زیادہ خوشگوار ہے جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ اور یقین کر لو کہ طلب نہ کرنے کی وجہ سے تمہارا مقدر ضائع نہیں ہو گا(۲)۔ اور جو چیز تمہاری

---

(۱) یعنی اس پر قناعت کرو اور اعلیٰ و برتر مقام کی آرزو نہ کرو۔

(۲) ہین توکّل کن ملرزاں پا و دست
رزق تو بر تو ز عاشق تر است

(توکّل اختیار کرو اور اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں نہ مارو کیونکہ

قسمت میں نہیں وہ کسی طلب، کوشش اور قوّت سے نہیں پا سکو گے[۳]۔ اس لئے

تمہارا رزق تمہاری نسبت تم پر زیادہ گرویدہ ہے)

لیکن جب طلب بھی نصیب میں داخل ہوگی تو یہ بھی معرضِ وجود میں آجائیگی، یعنی جب نصیب کا حصول طلب پر موقوف ہو تو طلب پائی جائے گی اور مطلوب حاصل ہوجائیگا، اگر نصیب طلب پر موقوف نہیں تو بے طلب حاصل ہوجائیگا اور اگر نصیب محض طلب ہی ہے تو طلب ہی حاصل ہوگی مطلوب میسر نہیں ہوگا لیکن یہ صورت نہیں ہوسکتی کہ کوئی چیز تمہاری ذاتی طلب پر موقوف ہو اور یہ طلب مستقل سبب کی حیثیت رکھے کہ اگر طلب ہے تو نصیب حاصل ورنہ نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ طلب کے بعد مطلوب پاؤ گے نہ کہ طلب کے ساتھ، اس مقام پر کہتے ہیں؛

مَنْ طَلَبَ شَيْئاً وَجَدَّ وَجَدَ۔ جو شخص کوئی چیز طلب کرتا ہے پھر کوشش بھی کرتا ہے تو پالیتا ہے۔

ے بجست وجوئے نیابد کسے مراد دلی
کس مراد بیابد کہ جستجو دارد

(کوئی آدمی جستجو کی بنا پر دلی مراد حاصل نہیں کر پاتا، یہ بات ضرور ہے کہ مراد اس کو حاصل ہوتی ہے جو جستجو کرتا ہے)

(۳) اہلِ ہدایت کا یہی طریقہ ہے کہ وہ آخرت کے معاملہ میں خوب محنت اور طلب کرتے ہیں لیکن دنیا کے معاملات میں صبر و توکّل سے کام لیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ رضی اللہ تعالےٰ عنہ خود فرما رہے ہیں۔

صبر کو اپنا شعار بنالو[4]، اللہ تعالیٰ جس حالت میں رکھے اسے لازم کر لو اور اس پر خوش رہو[5]۔ حکم الٰہی کے بغیر لین دین نہ کرو، از خود حرکت نہ کرو نہ سکون۔ ورنہ شامتِ اختیار سے بدترین مخلوق کے حال میں مبتلا کر دیے جاؤ گے کیونکہ ایسا کر کے تم اپنی جان پر ظلم کرو گے[6] اور ظالم کو معاف نہیں کیا جاتا[7]۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اسی طرح ہم ظالموں کے بعض کو بعض کے حوالے کر دیا کرتے ہیں[8]۔ تم بادشاہ کے محل میں ہو، وہ بادشاہ بلند شان کا مالک ہے، بڑی شوکت والا ہے، اس کا لشکر بہت بڑا ہے، اس کا حکم چلتا ہے[9]، اس کا فرمان غالب ہے، ملک باقی اور سلطنت دائمی ہے۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے، اس کی حکمت کامل ہے، اس کی قضا درست ہے، اس سے زمین و آسمان کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں، کسی ظالم کا ظلم اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا، تم دوسروں سے بڑھ کر ظالم ہو، کیونکہ تم نے اپنی ذات اور مخلوقات کے حوالے سے اپنی خواہش میں

---

(۴) اضطراب و پریشانی کا اظہار نہ کرو۔

(۵) اپنی تدبیر و اختیار سے کنارہ کش رہو۔

(۶) اور بندگی کی حدود پامال نہ کرو۔

(۷) اسے گرفتار کر کے کسی اور کو اس پر مسلط کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس پر ظلم کرے اور عذاب دے۔

(۸) تاکہ وہ پہلوں کو سزا دیں اور پھر ہم ان کو ایک دوسرے کے ساتھ عذاب میں گرفتار کریں جیسا کہ دنیا میں ہوا تھا، اسی طرح تمہیں بھی ظلم کی سزا ملے گی۔

(۹) اس کا کوئی ارادہ نامکمل نہیں رہتا۔

تصرف کیا ہے[10]۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : اللہ تعالیٰ اسے معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، مشرک کے علاوہ جس کی چاہے مغفرت فرما دے۔[11] شرک سے پوری طرح بچو اور اس کے قریب نہ جاؤ، صبح و مسا خلوت و جلوت میں اپنی تمام حرکات و سکنات میں اس سے بچو۔ تمام احوال و اوقات میں دل اور دیگر اعضاء و جوارح کو گناہوں سے بچاؤ اور ظاہر و باطن میں گناہوں سے آلودہ کرنے والی اشیاء کو ترک کر دو۔ خدا سے فرار اختیار نہ کرو وہ تمھیں پکڑ لے گا، اس[12][13]

---

(10) **خواص کے لحاظ سے شرک کی تعریف** اپنی خواہش سے تدبیر و اختیار، نزاع و جدال اور اعراض و انکار یہ سب ربوبیت اور توحیدِ حق میں شرک ہے۔ قرآنِ حکیم میں ہے: "کیا آپ نے دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو خدا بنا رکھا ہے"۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور مقامِ قرب و عزت کے لحاظ سے جرم ہے البتہ مقربین کو اس پر عتاب و عقاب ہوگا۔

(11) **عوام و خواص کے شرک میں فرق** عوام کے حق میں شرک یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور خدا کو مانیں اور بت پرستی کریں، یہ حکم الٰہی کے مطابق بخشا نہیں جائیگا۔ خواص کے نزدیک طریقت میں دعوئ ہستی اور خود پرستی بھی کفر و شرک کے حکم میں داخل ہے البتہ اس پر عتاب ہوگا۔

(12) یہ کمالِ توحید ہے اور مقربین اس کے مکلف ہیں، اس میں کوتاہی کی وجہ سے مواخذہ اور عتاب ہوگا۔

(13) یعنی یہ خیال بھی نہ کرنا کہ اس کے عذاب سے بھاگ نکلنا ممکن ہے ع

بیچارہ کہ از گریزد کجا رود

(بندۂ مسکین تجھ سے بھاگ کر کہاں جا سکتا ہے)

کی قضا میں جھگڑا نہ کرو[۱۴] وہ تمھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ اس کے حکم پر
کوئی تہمت نہ تراشو[۱۵] ورنہ وہ ذلت و رسوائی تمھارا مقدر کر دے گا[۱۶]، اس کی
یاد سے غفلت نہ برتو کہ وُہ تمھیں چھوڑ دے گا[۱۷]، رنج و بلا میں مبتلا کر دے گا،
اور اس کے گھر اور ولایت و قدرت میں کوئی نئی بات نہ کرو[۱۸]، پس وُہ تمھیں
ہلاک کر دے گا[۱۹]۔ اس کے دین میں اپنی خواہش سے کوئی بات نہ کرو کہ وہ
تباہ کر دے گا[۲۰] اور تمھارے دل کو تاریک کر دے گا۔ تمھارا ایمان
و معرفت چھین لے گا اور شیطان کو[۲۱]، نفس کو[۲۲]،

---

(۱۴) اپنی تدبیر و اختیار اور قضا میں صبر و رضا چھوڑنے کی صورت میں۔

(۱۵) اس کے وعدہ میں شک اور تکذیب کرتے ہوئے اور اس کی تقدیر میں رحمت و حکمت کا انکار کرتے ہوئے۔

(۱۶) اور اپنی توفیق و نصرت روک لے گا۔

(۱۷) اور اپنے فضل و رحمت سے محروم کر دے گا۔ بعض نسخوں میں اس طرح ہے فَيُنَبِّهَكَ کہ وُہ تمھیں خوابِ غفلت و غرور سے آگاہ و ہشیار کر دے گا، یہ نسخہ بعد والے کلام کے زیادہ مناسب ہے۔

(۱۸) جس میں اپنی ہستی اور حول و قوت کا دعویٰ پایا جاتا ہو۔

(۱۹) ممکن ہے کہ اِحداث سے مراد دین میں بدعت اور نئے اعتقاد کا اظہار ہو یہ مابعد کے زیادہ مناسب ہے۔

(۲۰) تاکہ دین میں بدعت اور اعتقادِ بد سے مانع ہو۔

(۲۱) تاکہ وہ تمہیں گمراہ کر دے اور وسوسہ و ضلالت کے گڑھے میں ڈال دے۔

(۲۲) تاکہ نفس تجھے اپنی تدبیر و تصرف اور حول و قوت کے دعویٰ کی بنا پر [illegible]

شہوات[23] ولذات[24] کو، تمھارے اہلِ خانہ کو، ساتھیوں اور ہمسایوں اور سب مخلوق کو حتیٰ کہ گھر میں رہنے والے بچھو، سانپ، جنّات اور دیگر موذی جانوروں کو تم پر مسلّط کر دے گا۔ تمھاری دنیاوی زندگی تاریک اور آخرت کا عذاب طویل کر دے گا۔[25]

---

(۲۳) تاکہ یہ بدعت، اتباعِ باطل، اعتقاداتِ فاسدہ اور من گھڑت تاویلات میں ڈال دے۔

(۲۴) تاکہ یہ معصیات، محرمات ومکروہات، لذات کے حصول اور شہوات میں انہماک کی وادی میں جاگرائیں۔

(۲۵) یہ تمام آفات وبلیات طرح طرح کے عذاب محض نفس کی گرفتاری اپنی ہستی کے دعویٰ اور شرکِ خفی کے ارتکاب کی وجہ سے ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ ان سے محفوظ رکھے۔ آمین!

# اَلْمَقَالَةُ الرَّابِعَةُ وَالْعِشْرُوْنَ

قَالَ رضی احْذَرْ مَعْصِيَةَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ جِدًّا وَ اَلْزِمْ بَابَهُ حَقًّا وَّ
ابْذُلْ طَوْقَكَ وَ جَهْدَكَ فِيْ طَاعَتِهٖ مُتَعَذِّرًا مُتَضَرِّعًا مُفْتَقِرًا
خَاضِعًا مُتَخَشِّعًا وَمُطْرِقًا غَيْرَ نَاظِرٍ اِلٰى خَلْقِهٖ وَلَا تَابِعٍ
لِهَوَاكَ وَلَا طَالِبًا لِلْاَعْوَاضِ دُنْيَا وَّ اُخْرٰى وَالْاِرْتِقَاءِ اِلَى
الْمَنَازِلِ الْعَالِيَةِ وَ الْمُقَامَاتِ الشَّرِيْفَةِ وَاقْطَعْ بِاَنَّكَ
عَبْدُهٗ وَ الْعَبْدُ وَمَا مَلَكَ لِمَوْلَاهُ يَسْتَحِقُّ عَلَيْهِ شَيْئًا مِّنَ
الْاَشْيَاءِ اَحْسِنِ الْاَدَبَ وَلَا تَتَّهِمْ مَوْلَاكَ وَ كُلُّ شَيْءٍ
عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ لَا مُقَدِّمَ لِمَا اَخَّرَ وَلَا مُؤَخِّرَ لِمَا قَدَّمَ يَاْتِيْكَ
مَا قَدَّرَ ذٰلِكَ عِنْدَ وَقْتِهٖ وَ اَجَلِهٖ اِنْ شِئْتَ اَوْ اَبَيْتَ لَا تَشْرَهْ عَلٰى
مَا سَيَكُوْنُ لَكَ وَلَا تَطْلُبْ وَلَا تَلَهَّفْ عَلٰى مَا هُوَ لِغَيْرِكَ فَمَا لَيْسَ
هُوَ عِنْدَكَ لَا يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ اَوْ لِغَيْرِكَ فَاِنْ كَانَ لَكَ
فَاِلَيْكَ صَائِرٌ وَّ اَنْتَ اِلَيْهِ مُقَادٌ وَّمُسَيَّرٌ فَاللِّقَاءُ عَنْ قَرِيْبٍ
حَاصِلٌ وَمَا لَيْسَ لَكَ فَاَنْتَ عَنْهُ مَصْرُوْفٌ وَهُوَ عَنْكَ مُوَلٍّ
فَاَنّٰى لَكُمَا التَّلَاقِيْ فَاشْتَغِلْ بِاِحْسَانِ الْاَدَبِ فِيْمَا اَنْتَ بِصَدَدِهٖ
مِنْ طَاعَةِ مَوْلَاكَ فِيْ وَقْتِكَ الْحَاضِرِ وَلَا تَرْفَعْ رَاْسَكَ
وَلَا تَمِلْ عُنُقَكَ اِلٰى مَا سِوَاهُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ

إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهٖ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ

فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى فَقَدْ نَهَاكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنِ

الْإِلْتِفَاتِ إِلَىٰ غَيْرِ مَا أَقَامَكَ فِيْهِ وَرَزَقَكَ مِنْ طَاعَتِهٖ وَأَعْطَاكَ

مِنْ قِسْمَتِهٖ وَرِزْقِهٖ وَفَضْلِهٖ وَنَبَّهَكَ أَنَّ مَا سِوٰى ذٰلِكَ فِتْنَةٌ

أَفْتَنَهُمْ بِهٖ وَرِضَاكَ بِقِسْمِكَ خَيْرٌ لَّكَ وَأَحْرٰى وَأَوْلٰى فَلْيَكُنْ هٰذَا

دَارُكَ وَمُتَقَلَّبُكَ وَمَثْوَاكَ وَشِعَارُكَ وَدِثَارُكَ وَمُرَادُكَ وَمَرَامُكَ

وَشَهْوَتُكَ وَمُنَاكَ تَنَالُ مِنْهُ كُلَّ الْمَرَامِ وَتَصِلُ بِهٖ إِلٰى

كُلِّ مَقَامٍ وَتَرَقّٰى بِهٖ إِلٰى كُلِّ خَيْرٍ وَّنَعِيْمٍ وَطَرِيْفٍ وَسُرُوْرٍ وَّ

نَفِيْسٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ

مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ فَلَا عَمَلَ بَعْدَ الْعِبَادَاتِ

الْخَمْسِ وَتَرْكُ الذُّنُوْبِ أَجْمَعُ وَأَعْظَمُ وَلَا أَشْرَفُ وَلَا أَحَبُّ

إِلَى اللّٰهِ وَلَا أَرْضٰى عِنْدَهٗ مِمَّا ذَكَرْتُ لَكَ وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكَ

لِمَا يُحِبُّ يَرْضٰى بِمَنِّهٖ ط

## مقالہ ۴۲

# خدا کی چوکھٹ پر ملازمت

حضرت سرکارِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے کُلی طور پر احتراز کرو[1]، اس کا دروازہ مضبوطی سے تھام لو۔ اس کی بندگی میں اپنی توانائی صرف کرو، اپنی کوتاہیوں پر معذرت پیش کرتے رہو[2]، عبادت کی

---

(۱) کیونکہ وہ تمہارا پروردگار، ولیِ نعمت اور عبادت کا مستحق ہے، یہ زیادہ بلیغ و مؤکد ہے، اس لیے کہ بزرگ فرماتے ہیں: معصیت کے ارتکاب پر عذابِ خداوندی سے ڈرو کیونکہ اس میں نفسِ معصیت اور کفرانِ نعمت کی بنا پر قباحت و کراہیت سمجھی جارہی ہے۔ اگر عذاب و ثواب کا سلسلہ نہ ہوتا اور جنت و دوزخ کا وجود نہ ہوتا تو بھی مولیٰ کریم کے ذاتی استحقاق کی بنا پر اس کی اطاعت واجب ہوتی اور اس کی مخالفت و معصیت حرام ہوتی۔

(۲) کیونکہ کما حقہٗ، اس کی عبادت ہو ہی نہیں سکتی ؎

چہ گونہ سرز خجالت برآورم بر دوست　　　کہ خدمتے بسزا بر نیاید از دستم

(میں دوست کے سامنے شرمندگی کی وجہ سے سر اُوپر نہیں اٹھا سکتا کیونکہ میرے ہاتھوں سے کوئی لائقِ خدمت کام انجام نہیں پاسکا)

قبولیت کے لیے زاری کرو ۔ بے نیاز ذات کی بارگاہ میں حاجتمندی ظاہر کرو ، جاہ و جلالِ خداوندی کا مشاہدہ کرتے ہوئے خشوع و خضوع سے پیش آؤ[3] ۔ جمعیت و حضور کی وجہ سے نگاہ جھکائے رکھو ، اور نہ مخلوقِ خدا کی طرف دیکھو[4] نہ اپنی خواہش کی پیروی کرو ، نہ دین و دنیا میں عبادت کا بدلہ چاہو[5] نہ بلند مقام اور اونچی منزل کی تمنا کرو[6] اور یقین کرو کہ تم اس کے بندے ہو ، بندہ اور اس کی ہر چیز مولیٰ کے لیے ہوتی ہے[7] ، بندہ کوئی چیز طلب کرنے کا

---

(۳) **خشوع و خضوع میں فرق** یہ دونوں لفظ ہم معنیٰ ہیں خضوع کو ظاہر اور خشوع کو باطن پر حمل کر لیتے ہیں اس لیے خشوع کو تفعّل کے صیغہ سے ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ امرِ باطن کا اہتمام زیادہ ہے ۔ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے ظاہری خضوع آسانی سے میسر آسکتا ہے اور جمعِ باطن میں تکلّف اور کوشش کی ضرورت ہوتی ہے ۔

(۴) ظاہر و باطن میں ریا کاری اور سُمعہ ( لوگوں کو سنانے ) سے بچنے کے لیے ۔

(۵) دنیا میں عبادت کا بدلہ مال و مرتبہ کے حصول اور عزت و کرامت کے آثار کے ظہور کے ذریعے اور آخرت میں اجر و ثواب اور نعیم جنت کے حصول کی بناء پر ۔

(۶) کہ حق تعالےٰ کا قرب اور اس کی بارگاہ کی رسائی کی طلب ظاہر نہ کرو ، کیونکہ اس میں حظِ نفس اور وجود کی بقا کا دخل ہے ۔ اس کلام میں صدق و اخلاص کے مقام کی طرف اشارہ ہے جس میں غرض و عوض کا دخل نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے سرفراز فرمائے ۔ اس کی تحقیق ذکر ہو رہی ہے ۔

(۷) جو کہ بظاہر بندے کے ہاتھ میں ہے درحقیقت خدا تعالیٰ کی ہے کیونکہ مالکِ حقیقی وہی ہے ۔

حق نہیں رکھتا۔[8] ربوبیت کا حق ادا کرتے ہوئے عبودیت کا ادب ملحوظ رکھو۔ خداوند پر اتہام نہ تراشو۔[9] اس کے یہاں ہر چیز اندازے کے مطابق ہے۔[10] اس نے جسے مؤخر کر دیا اس کو مقدم کرنے والا کوئی نہیں، اور وہ جسے مقدم کر دے اسے مؤخر کرنے والا کوئی نہیں، اور جو چیز تمہارے مقدر میں ہے وہ اپنے وقت اور مدت پر تمہیں مل جائے گی خواہ تم خواہش رکھو یا انکار کرو۔ جو چیز تمہیں مستقبل میں ملنی ہے اس کی حرص نہ رکھو اور جو چیز کسی اور کے لیے ہے اس کی خواہش نہ کرو اور اظہارِ تاسف نہ کرو۔ جو چیز تمہارے پاس نہیں ہے اس کی دو صورتیں ہیں، یا تو وہ تمہاری قسمت میں ہے یا کسی دوسرے کی۔ اگر قسمت میں ہے تو وہ تمہیں مل جائے گی اور تمہیں کھینچ کر وہاں لایا جائے گا، عنقریب

---

(۸) اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں بندے کا مولیٰ کریم پر اجر و ثواب اور جاہ و منزلت کے اعتبار سے کوئی حق نہیں ہے یہ معنی مالک حقیقی میں ظاہر ہے کیونکہ تمام آلات و اسباب، اعضا، قوت و قدرت اور اعمال و افعال کی توفیق سب کچھ اسی کا پیدا کردہ ہے۔ بندہ کسی چیز پر اجر کا طلبگار بنتا ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ اجر عطا فرما دے تو یہ محض اس کا فضل ہے۔

(۹) بخل، جہل اور نادانی کا بہتان نہ لگاؤ کہ یہ چیز بارگاہِ ربوبیت کے لائق نہیں۔

(۱۰) ہر چیز کی مقدار مخصوص، وقت معلوم اور حال معین ہے اس میں کمی بیشی ناممکن ہے۔

تمہاری اپنی قسمت سے ملاقات ہونے والی ہے[11] اور جو چیز تمہاری قسمت میں نہیں تو تم اس سے اور وہ تم سے پھیر دی گئی ہے تمہاری باہم ملاقات کیسے ہو سکتی ہے، چنانچہ تمھیں جو چیز مطلوب ہو اس کے حصول میں حسنِ ادب ملحوظ رکھتے ہوئے اس موجود وقت میں طاعتِ مولیٰ تعالیٰ میں مشغول ہو جاؤ[12]، نہ خدا کے سامنے سر اٹھاؤ اور نہ ماسوا کے سامنے گردن جھکاؤ[13]۔ اللہ تعالےٰ کا ارشادِ مقدس ہے: اور اے سننے والے! اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کے لیے دی ہیں۔ جیتی دنیا کی تازگی کہ ہم اس کے سبب فتنے میں ڈالیں اور تیرے رب کا رزق اچھا ہے سب سے دیرپا۔ تجھے اللہ تعالےٰ نے جس حال میں رکھا ہے اور عبادت و طاعت کی جس قدر دولت عطا کی ہے اس کے ماسوا کی طرف نہ دیکھو اس نے قسمت رزق اور فضل سے سرفراز فرمایا ہے اور تمھیں خبردار کیا ہے کہ ماسوا تمہارے لیے فتنہ ہے اور تم اپنی پر راضی رہو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر، پائیدار، مبارک اور لائق و مناسب ہے[14]، تمہارا طریقہ یہی ہونا چاہیے۔ اپنی واپسی کی جگہ، جائے سکون[15]،

---

(11) لفظ عنقریب استعمال کرنے کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں:

(i) اس میں نیک فال اور طالب کی تسلی ہے۔

(ii) کہ زمانۂ حیات کم ہے اس اعتبار سے ہر آنے والی چیز نزدیک ہی ہے۔

(12) اور حال کو غنیمت جانو۔

(13) جب اطاعت خدا تعالےٰ کی کی جاتی ہے تو توجہ اور نگاہ بھی اسی طرف چاہیے۔

(14) اولیٰ اخریٰ کی تاکید ہے اور یہ دونوں لفظ ہم معنیٰ ہیں۔

(15) کہ مصیبت سے اجتناب، قسمت پر رضا اور ماسوا و دیگر دنیا کی آرائش کو چھوڑ دیا جائے۔

شعار و دِثار[16] آرزوؤں کا مطلوب و مقصود اس کو جانو، اس کے ذریعہ تم تمام مطلوب حاصل کر لو گے، ہر مقام تک رسائی میسر ہو گی، اسی طرح ہر نیکی، نازونعمت، ہر تازگی اور ہر عمدہ چیز کی طرف ترقی و رفعت پا لو گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: از خود کوئی نہیں جانتا کہ اس کے لیے کیا چھپا رکھا گیا ہے[17]۔ یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے۔ عبادات خمسہ[18] بجالانے اور گناہ ترک کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارے ذکر کردہ عمل سے بڑھ کر[19] اور کوئی عمل اشرف و

---

(۱۶) شعار کے معنیٰ جسم پر پہنا جانے والا کپڑا مثلاً تہبند اور قمیص وغیرہ اور دِثار کے معنیٰ قمیص کے اوپر پہنا جانے والا لباس (مثلاً جیکٹ وغیرہ) یعنی تم ظاہر و باطن میں اس حال کو اپنا لو۔

(۱۷) خصوصاً شب بیدار اور راہِ خدا میں مال صرف کرنے والوں کے لیے، یعنی جانی اور مالی عبادات بجالانے والوں کے لیے۔

(۱۸) نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور کلمۂ شہادت مراد ہیں کیونکہ یہ عبادات کامل تر اور مقرب تر ہیں یا عبادات خمسہ سے مراد نماز پنجگانہ ہے۔

(۱۹) **پرہیز علاج پر مقدم ہے** یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نوافل و مستحبات کی ادائیگی کی نسبت محرمات و مکروہات سے پرہیز کا اہتمام زیادہ کرنا چاہیئے، جیسا کہ ایک مریض معجونوں اور ادویات کو استعمال نہ کرے لیکن پرہیز مکمل کرے تو اس کے شفایاب ہونے کی امید ہو سکتی ہے گو بدیر سہی۔ لیکن اگر کوئی شخص ادویات تو استعمال کرے لیکن پرہیز نہ کرے تو اس کی حالت روز بروز ابتر ہی ہو گی۔ اگر کوئی شخص فرائض و واجبات اور سُنن مؤکدہ جو کہ ان کے ساتھ متصل ہیں

اعظم[20]، محبوب و مرغوب اور پسندیدہ نہیں ۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اور آپ سب کو اپنے احسان سے اُن کاموں کی توفیق مرحمت فرمائے جو اسے پسند اور محبوب ہیں۔[21]

---

اور انہی کے حکم میں ہیں بجالائے اور نوافل کی پابندی نہ کرے مگر منہیات سے کُلی اجتناب کرتا ہو تو یہ مقصود حقیقی یعنی قربِ باری تعالےٰ کے حصول کے لیے کافی ہے شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "تبیین" میں اس حقیقت کو خوب تفصیل سے ذکر فرمایا ہے اور راقم الحروف (شیخ محقق قدس سرہٗ) نے زاد المتقین میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔

(۲۰) یعنی معصیات سے اجتناب، طاعت کی پابندی، قسمت پر رِضا اور اور دنیا کی کوڑیوں کی طرف عدمِ توجہ۔

(۲۱) حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے ملک جبار جل شانہٗ کی بارگاہ میں عجز و انکساری کے اظہار کے لیے مخاطب کو بھی اپنے ساتھ شریک فرمالیا ہے جو کہ بلند شان مقربین کا طریقہ ہے تاکہ مخاطبین کی دُعا بھی آپ کی دُعاءِ مستجاب کے ساتھ مقبول ہو جائے جیسا کہ کہتے ہیں کہ مہمان جس قدر عزیز ہوگا طفیلی بھی اسی قدر عزیز ہوگا ؎

مورے مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسید
دست در پائے کبوتر زد و تا گاہ رسید

(مسکین چیونٹی کعبہ شریف حاضری کی خواہشمند بھی کبوتر کے پاؤں سے لپٹ گئی تو فوراً منزلِ مقصود تک پہنچ گئی)

# المقالة الخامسة والعشرون

قَالَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ: لَا تَقُوْلَنَّ يَا فَقِيْرَ الْيَدِ يَا مُوَلِّيْ عَنْهُ الدُّنْيَا وَ اَرْبَابُهَا يَا خَامِلَ الذِّكْرِ يَا جَائِعُ يَا نَائِعُ يَا عُرْيَانَ الْجَسَدِ يَا ظَمْآنَ الْكَبِدِ يَا مُشَتَّتًا فِيْ كُلِّ زَاوِيَةٍ مِّنَ الْاَرْضِ مِنْ مَّسْجِدٍ وَّ بِقَاعِ خَرَابٍ وَّمَرْدُوْدًا مِّنْ كُلِّ بَابٍ وَّمُدَقَّعًا عَنْ كُلِّ مُرَادٍ وَّمُنْكَسِرًا وَّمُزْدَحِمًا فِيْ قَلْبِهِ كُلُّ حَاجَةٍ وَّمُرَامٍ اَنَّ اللهَ تَعَالٰى اَفْقَرَنِيْ وَزَوَى عَنِّي الدُّنْيَا وَعَثَرَنِيْ وَتَرَكَنِيْ وَقَلَانِيْ وَفَرَّقَنِيْ وَلَوْلَمْ يَجْمَعْنِيْ وَاَهَانَنِيْ وَلَمْ يُعْطِنِيْ مِنَ الدُّنْيَا كِفَايَةً وَّخَمَّلَنِيْ وَلَمْ يَرْفَعْ ذِكْرِيْ بَيْنَ الْخَلِيْقَةِ وَ اِخْوَانِيْ وَاَسْبَلَ عَلٰى غَيْرِيْ نِعْمَةً مِّنْهُ سَابِغَةً يَّتَقَلَّبُ فِيْهَا لَيْلَهٗ نَهَارَهٗ وَفَضَّلَهٗ عَلَيَّ وَعَلٰى اَهْلِ دِيَارِيْ وَكِلَانَا مُسْلِمَانِ مُؤْمِنَانِ وَيَجْمَعُنَا اُمُّنَا حَوَّاءُ وَاَبُوْنَا اٰدَمُ خَيْرُ الْاَنَامِ اَمَّا اَنْتَ فَقَدْ فَعَلَ اللهُ بِكَ ذٰلِكَ لِاَنَّ طِيْنَتَكَ حُرَّةٌ وَّنَدٰى رَحْمَةِ اللهِ مُتَدَارِكٌ عَلَيْكَ مِنَ الصَّبْرِ وَالرِّضَاءِ وَالْيَقِيْنِ وَالْمُوَافَقَةِ وَالْعِلْمِ وَ اَنْوَارُ الْاِيْمَانِ وَالتَّوْحِيْدِ مُتَوَاكِمٌ لَدَيْكَ فَشَجَرَةُ اِيْمَانِكَ وَغَرْسُهَا وَبَذْرُهَا ثَابِتَةٌ مُّكِيْنَةٌ مُّوْرِقَةٌ مُّسْمِرَةٌ مُسْتَزِيْدَةٌ مُّتَشَعِّبَةٌ مُّظِلَّةٌ مُّتَفَرِّعَةٌ فَهِيَ كُلَّ يَوْمٍ فِيْ زِيَادَةٍ وَّنُمُوٍّ فَلَا

حَاجَةَ بِهَا اِلٰی سِیَاطَةٍ وَعَلَفٍ لِتَنْمٰی بِہَا وَتُرَبِّیْ وَقَدْ فَرَغَ
اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ اَمْرِکَ عَلٰی ذٰلِکَ وَاَعْطَاکَ فِی الْاٰخِرَۃِ
دَارَ الْبَقَاءِ وَخَوَّلَکَ فِیْہَا وَاَجْزَلَ عَطَاءَکَ فِی الْعُقْبٰی مَا لَا
عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ قَالَ
اللّٰہُ تَعَالٰی فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَہُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ
جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اَیْ مَا عَمِلُوْا فِی الدُّنْیَا مِنْ اَدَاءِ الْاَوَامِرِ
وَالصَّبْرِ عَلٰی مَا تَرْکِ الْمَنَاہِیْ وَالتَّسْلِیْمِ اِلَیْہِ وَالتَّفْوِیْضِ
اِلَیْہِ فِی الْمَقْدُوْرِ وَالْمُوَافِقَۃِ لَہٗ فِیْ جَمِیْعِ الْاُمُوْرِ وَاَمَّا الْغَیْرُ
الَّذِیْ اَعْطَاہُ اللّٰہُ مِنَ الدُّنْیَا وَخَوَّلَہٗ وَنَعَّمَہٗ فِیْہَا وَاَسْبَغَ
عَلَیْہِ فَضْلَہٗ فَعَلَ بِہٖ ذٰلِکَ لِاَنْ مَحَلَّ اِیْمَانِہٖ اَرْضٌ
سَبِخَۃٌ صَخْرٌ لَا یَکَادُ یُثْبِتُ فِیْہَا الْمَاءُ وَتَنْبُتُ الْاَشْجَارُ
وَیَتَرَبّٰی فِیْہَا الزَّرْعُ وَالثِّمَارُ فَصَبَّ عَلَیْہَا اَنْوَاعَ سِبَاطَۃٍ
وَغَیْرَہَا مِمَّا یُرَبِّیْ بِہٖ النَّبَاتُ وَالْاَشْجَارُ وَہِیَ الدُّنْیَا وَ
حُطَامُہَا لِیَتَحَفَّظَ بِذٰلِکَ مَا اَنْبَتَ فِیْہَا مِنْ شَجَرَۃِ
الْاِیْمَانِ وَغَرْسِ الْاَعْمَالِ فَلَوْ قَطَعَ ذٰلِکَ عَنْہَا لَجَفَّتِ
النَّبَاتُ وَالْاَشْجَارُ وَانْقَطَعَتِ الثِّمَارُ فَخَرَبَتِ الدِّیَارُ وَھُوَ
عَزَّوَجَلَّ یُرِیْدُ عِمَارَتَہَا فَشَجَرَۃُ اِیْمَانِ الْغَنِیِّ ضَعِیْفَۃُ
الْمَنْبَتِ وَخَالٍ عَمَّا ھُوَ مَشْحُوْنٌ بِہٖ شَجَرَۃُ اِیْمَانِکَ یَا فَقِیْرُ
فَقُوَّتُہَا وَبَقَاؤُہَا بِمَا تَرٰی عِنْدَہٗ مِنَ الدُّنْیَا وَاَنْوَاعِ النَّعِیْمِ
فَلَوْ قَطَعَہَا مَعَ ضُعْفِ الشَّجَرَۃِ جَفَّتِ الشَّجَرَۃُ

فَكَانَ كُفْرًا وَّجُحُوْدًا وَاِلْحَاقًا بِالْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُرْتَدِّيْنَ
وَالْكُفَّارِ اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اِلَى الْغَنِيِّ عَسَاكِرًا مِنَ
الصَّبْرِ وَالرِّضَاءِ وَالْيَقِيْنِ وَالْعِلْمِ وَاَنْوَاعِ الْمَعَارِفِ فَيَقْوٰى
الْاِيْمَانُ بِهَا فَحِ لَا يُبَالِيْ بِانْقِطَاعِ الْغِنٰى وَالنَّعِيْمِ ۝

## مقالہ ۲۵

# شجرِ ایمان

حضرت سیدنا شیخِ جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں : اے دُنیا اور سامانِ دُنیا سے خالی ہاتھ، دنیا اور اہلِ دنیا کے راندے ہوئے، اے گمنام اے بھوکے پیاسے، برہنہ جسم والے، تشنہ جگر، اے زمین کے ہر گوشہ مسجد و ویرانہ میں پراگندہ رہنے والے، ہر در کے ٹھکرائے، مرادِ دنیا سے محروم، شکستہ قلب اور خواہشوں اور حاجتوں سے بکھرے ہوئے دل والے، یہ یہ ہرگز نہ کہہ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے فقیر بنا دیا ہے، مجھ سے دنیا کو ہٹا دیا ہے، مجھے گرا دیا ہے، مجھے چھوڑ دیا ہے، مجھ سے دشمنی رکھتا ہے، نہ مجھے پراگندہ کیا ہے، دلجمعی کی دولت نہیں بخشی ذلّت و رسوائی دی ہے، دنیا میں گزارے کی چیز نہیں دی، مجھے گُم نام کر دیا ہے مخلوق اور میرے بھائیوں میں شہرت نہیں دی اور دُوسروں کو نعمتِ کامل سے نوازا ہے، جس میں وہ دن رات پھرتا ہے انھیں مجھ پر اور میرے اہلِ وطن پر فضیلت دی ہے جبکہ ہم سب مسلمان مؤمن ہیں سب کی ماں حضرت حوّا اور باپ، حضرت آدم

خیر الانام علیہ السلام ہیں (۱)۔ اللہ تعالٰی نے تمہارے ساتھ یہ سلوک اس لئے روا رکھا ہے کہ تمھارا خمیر اچھا ہے۔ اس میں رحمتِ خداوندی کی نمی یعنی صبر و رضا و یقین، امر و نہی کی موافقت اور صفاتِ جلال کا علم متواتر پہنچتا رہے گا۔ توحید و ایمان کے انوار برستے رہیں گے۔ چنانچہ ایمان کے درخت کی جڑ مضبوط، شاخیں بلند، کثرت سے میوہ دار، سایہ فگن اور فضا میں پھیلی ہوئی ہیں اور دن بدن پروان چڑھ رہی ہیں تو اس کی تربیت و افزائش کے لیے کھاد کی ضرورت نہیں رہی (۲)۔ اللہ تعالیٰ تمھارے اس حال سے فارغ ہو چکا ہے اور آخرت میں دار البقا عطا کر کے اس کا مالک بنا دیا ہے اور تمھیں آخرت میں وہ نعمتیں عطا کی ہیں جنھیں نہ کسی نے دیکھا نہ کسی نے سُنا، ان کے حصول یا ان کی ماہیت کا نہ کسی کے دل نے تصور کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: از خود کوئی نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کچھ چھپا رکھا ہے، جو ان کے اعمال کی جزا ہے یعنی اوامر کی ادائیگی

---

(۱) ایک ماں باپ کی اولاد میں اس قدر فرق کیوں؟ ع

بندگانیم این یکے مقبول و آن مردود چیست

(جب ہم ایک آقا کے غلام ہیں، تو ایک مقبول اور دوسرا مردود، یہ ماجرا کیا ہے؟)

(۲) یہ کلام اس مردِ فقیر کی تسلی کے سلسلہ میں ہو رہا ہے۔

(۳) جیسا کہ دستور ہے زمین کو قابلِ کاشت بنانے اور زیادہ پھل لینے کے لیے ہوتا ہے اس عمل کو بار انداختن کا نام دیا جاتا ہے، اس مثال میں اغنیا کے دین و ایمان کی حفاظت کے لیے مال کو کھاد سے تشبیہ دی گئی ہے تاکہ زراعت کے قابل ہو سکے۔

اور منہیات ترک کرنے پر صبر سے کام لیا ۔ اپنے تمام امور تقدیر الٰہی کو تفویض کئے اور تمام احکام شرعیہ و قہریہ کی تعمیل کی جب کہ دوسروں کو خدا تعالیٰ نے دنیا کی دولت کا مالک بنایا، ناز و نعمت سے نوازا، اور فضل و کرم کیا، ان کے ساتھ ایسا اس لیے کیا کہ ان کے ایمان کی مٹی پتھریلی اور شور تھی جس میں پانی نہیں ٹھہر سکتا، درخت اگانے کی صلاحیت نہ تھی، نہ کھیتی باڑی ہو سکتی تھی نہ پھل لگ سکتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی کھاد ڈالی تاکہ گھاس پھوس اور درخت اُگیں تو یہ دنیا اور اس کے اموال واسباب ہیں[4] تاکہ اس کے ایمان کے درخت اور اعمال کی شاخیں محفوظ رہیں ۔ اور اگر کھاد نہ ڈالی جائے تو یہ خشک ہو کر رہ جائیں گے، پھل گر پڑیں گے اور ملک ویران ہو جائے گا[5] حالانکہ خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ آباد ہو ۔ امیروں کے ایمان کا درخت کمزور ہے اور اس چیز سے خالی ہے جس سے اے فقیر! تیرا دل بھرا ہوا ہے ۔ امراء کے درخت کی تازگی اور بقا دنیا کی قسم قسم کی نعمتوں میں ہے، پھر درخت کی کمزوری کے باوجود یہ انعامات بھی چھن جائیں تو درخت سوکھ جائے گا تو ان کا ایمان کفر و انکار میں تبدیل ہو جائے گا، اور امیر آدمی کفار و منافقین اور مرتدین کے گروہ میں شامل ہو جائے گا، ہاں اگر اللہ تعالےٰ غنی کے پاس صبر و رضا، یقین و علم وغیرہ

---

(۴) حطم کے معنی توڑنا ۔ حطام ٹوٹی ہوئی چیز، ایک ریزہ ۔ اور یہاں دنیا کا قلیل مال مراد ہے ۔

(۵) تو اغنیاء دنیا میں نہ رہیں گے جبکہ مسلمان اغنیا کا دنیا کی آبادی میں بڑا دخل ہے ۔

انواع واقسام کے لشکر بھیج دے تو ان سے ان کا ایمان مضبوط ہو جائے گا، پھر مالدار کو مال و نعمت کے زوال پر کوئی پروا نہیں ہو گی۔ (۶)

---

(٦) اور وہ ایمان کی قوت و استحکام کے اعتبار سے فقراء کے حکم میں داخل ہو گا۔

# المقالة السادسة والعشرون

قال رضي الله عنه لا تكشف البرقع والقناع عن وجهك حتى تخرج من
الخلق وتوليهم ظهر قلبك في جميع الأحوال ويزول هواك
ثم تزول إرادتك ومناك فتفنى عن الأكوان دنيا وأخرى
فتصير كإناء منثلم لا يبقى فيك إرادة غير إرادة ربك فتمتلئ
بربك فلا يكون لغير ربك في قلبك مكان ولا مدخل وجعلت
بواب قلبك وأعطيت سيف التوحيد والعظمة والجبروت فكل
من رأيته دنى من ساحة صدرك إلى باب اندرت رأسه
من كاهله فلا يكون لنفسك وهواك وإرادتك ومناك دنياك
وأخراك عندك رأس منثال ولا كلمة مسموعة ولا رأي
متبع إلا اتباع أمر الرب والوقوف معه والرضاء بقضائه
بل الفناء في قضائه وقدره فتكون عبد الرب وأمره لا عبد
الخلق ورأيهم فإذا استمر الأمر فيك كذلك ضربت حول قلبك
سرادقات الغيرة وخنادق العظمة وسلطان الجبروت

وَحُفَّ بِجُنُودِ الْحَقِيقَةِ وَالتَّوْحِيدِ وَيُقَامُ دُونَ ذٰلِكَ حُرَّاسٌ مِّنَ
الْحَقِّ كَيْلَا يَخْلُصَ الْخَلْقُ إِلَى الْقَلْبِ مِنَ الشَّيْطَانِ وَالنَّفْسِ وَالْهَوٰى
وَالْإِرَادَةِ وَالْأَمَانِيِّ الْبَاطِلَةِ وَالدَّعَاوِي الْكَاذِبَةِ النَّاشِيَةِ مِنَ
الطِّبَاعِ وَالنُّفُوسِ الْأَمَّارَةِ بِالسُّوْءِ وَالضَّلَالَةِ النَّاشِيَةِ مِنَ
الْأَهْوِيَةِ إِنْ كَانَ فِي الْقَدَرِ مَجِيءُ الْخَلْقِ وَتَوَاتُرُهُمْ إِلَيْكَ وَتَتَابُعُهُمْ
وَتَطَابُقُهُمْ عَلَيْكَ لِيُصِيبُوا مِنَ الْأَنْوَارِ اللَّائِحَةِ وَالْعَلَامَاتِ
الْمُنِيرَةِ وَالْحِكَمِ الْبَالِغَةِ وَيَرَوْا الْكَرَامَاتِ الظَّاهِرَةِ وَخَوَارِقَ
الْعَادَاتِ الْمُسْتَمِرَّةِ وَيَزْدَادُوا بِذٰلِكَ مِنَ الْقُرُبَاتِ وَالطَّاعَاتِ
وَالْمُجَاهَدَاتِ وَالْمُكَابَدَاتِ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِمْ حُفِظْتَ عَنْهُمْ
أَجْمَعِينَ وَعَنْ مَيْلِ النَّفْسِ إِلَى هَوَاهَا وَعُجْبِهَا وَمُبَاهَاتِهَا
وَتَعَاظُمِهَا بِالتَّكَثُّرِ بِهِمْ وَبِقَبُولِهِمْ لَكَ وَإِقْبَالِ وُجُوهِهِمْ
إِلَيْكَ وَكَذٰلِكَ إِنْ قُدِّرَ مَجِيءُ زَوْجَةٍ حَسْنَاءَ جَمِيلَةٍ وَبِكِفَايَتِهَا
وَسَائِرِ مُؤْنَتِهَا حُفِظْتَ مِنْ شَرِّهَا وَتَحَمُّلِ أَثْقَالِهَا وَأَتْبَاعِهَا
وَأَهْلِهَا وَصَارَتْ عِنْدَكَ مَوْهِبَةً مُكْفَاةً مُهَنَّاةً مُنَقَّاةً
مُصَفَّاةً مِنَ الْغِشِّ وَالْخُبْثِ وَالدَّغَلِ وَالْحِقْدِ وَالْغَضَبِ
وَالْخِيَانَةِ فِي الْغَيْبِ فَتَكُونُ مُسَخَّرَةً لَكَ هِيَ وَأَهْلُهَا مَحْمُولَةً
عَنْكَ مُؤْنَتُهَا مَرْفُوعَةً عَنْكَ أَذِيَّتُهَا وَإِنْ قُدِّرَ مِنْهَا وَلَدٌ كَانَ
صَالِحًا ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً قُرَّةَ عَيْنٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَأَصْلَحْنَا لَهُ
زَوْجَهُ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ
أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا وَقَوْلُهُ تَعَالٰى وَاجْعَلْهُ رَبِّ

رَضِيًّا فَتَكُوْنُ هٰذِهِ الدَّعَوَاتُ الَّتِيْ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ
مَعْمُوْلًا بِهَا مُسْتَجَابَةً فِيْ حَقِّكَ اِنْ دَعَوْتَ بِهَا اَوْ لَمْ تَدْعُ
اِذْ هِيَ فِيْ مَحَلِّهَا وَ اَهْلِهَا وَ اَوْلٰى مَنْ يُّعَامِلُ بِهٰذِهِ النِّعْمَةِ
وَيُقَابِلُ بِهَا مَنْ كَانَ اَهْلًا لِّهٰذِهِ الْمَنْزِلَةِ وَ اُقِيْمَ فِيْ هٰذَا
الْمَقَامِ وَقُدِّرَ لَهٗ مِنَ الْفَضْلِ وَ الْقُرْبِ وَكَذٰلِكَ اِنْ قُدِّرَ
مَجِيْءُ شَيْءٍ مِّنَ الدُّنْيَا لَا يَضُرُّ اِذْ ذَاكَ فَمَا هُوَ قِسْمُكَ مِنْهَا لَابُدَّ
مِنْ تَنَاوُلِهٖ وَتَصْفِيَتِهٖ لَكَ بِفِعْلِ اللّٰهِ وَاِرَادَتِهٖ وَرُوْدِ الْاَمْرِ
بِتَنَاوُلِهٖ فَتَنَاوَلُهٗ وَ اَنْتَ مُمْتَثِلٌ بِالْاَمْرِ مُثَابٌ عَلٰى
تَنَاوُلِهٖ كَمَا تُثَابُ عَلٰى فِعْلِ الصَّلٰوةِ الْفَرْضِ وَالصِّيَامِ الْفَرْضِ
وَتُؤْمَرُ فِيْمَا لَيْسَ بِقِسْمِكَ مِنْهَا بِصَرْفِهَا اِلٰى اَرْبَابِهَا مِنَ الْاَصْحَابِ
وَالْجِيْرَانِ وَ الْاِخْوَانِ وَ الْمُسْتَحِقِّيْنَ الْفُقَرَاءِ مِنْهُمْ وَ
وَاَصْحَابِ الْاَقْسَامِ عَلٰى مَا يَقْتَضِي الْحَالُ فَالْاَحْوَالُ تُكْشِفُهَا
وَتُمَيِّزُهَا وَلَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ فَحِيْنَ تَكُوْنُ مِنْ اَمْرِكَ
عَلٰى بَيْضَاءَ نَقِيَّةٍ لَا غُبَارَ عَلَيْهَا وَ لَا تَلْبِيْسَ وَ لَا تَخْلِيْطَ وَ لَا
شَكَّ وَلَا ارْتِيَابَ فَالصَّبْرَ الصَّبْرَ الرِّضَاءَ الرِّضَاءَ حِفْظَ
الْحَالِ حِفْظَ الْحَالِ الْخُمُوْلَ الْخُمُوْلَ الْخُمُوْدَ الْخُمُوْدَ اَلسُّكُوْنَ
اَلسُّكُوْنَ اَلصُّمُوْتَ اَلصُّمُوْتَ اَلْحَذَرَ اَلْحَذَرَ اَلنَّجَا اَلنَّجَا
اَلْوَحَا اَلْوَحَا اللّٰهَ اللّٰهَ ثُمَّ اللّٰهَ اَلْاِطْرَاقَ اَلْاِغْمَاضَ اَلْاِغْمَاضَ
اَلْحَيَا اَلْحَيَا حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ فَيُؤْخَذُ بِيَدِكَ
فَتُقَدَّمُ وَيُنْزَعُ عَنْكَ مَا عَلَيْكَ ثُمَّ تُغَوَّصُ فِيْ بِحَارِ

الفضائلِ وَالمننِ وَالرَّحمةِ فيخلعُ عليكَ خلعَ الانوارِ وَ
الاسرارِ وَالعلومِ الغرائبِ اللدنيّةِ فتقرّبُ وَتحدّثُ
وَتُكلّمُ وَتُعطى وَتُغنا وَتُشجعُ وَتُرفعُ وَتُخاطبُ بِانّكَ
اليومَ لدينا مكينٌ امينٌ فحِ اِعتبِر حالةَ يوسفَ
الصّدّيقِ حينَ خوطبَ بهذا الخطابِ على لسانِ ملكِ
مصرَ وَعظيمِها وَفرعونِها كانَ لسانُ الملكِ
قائلاً وَمعبّراً لهذا الخطابِ وَالمخاطبُ هوَ اللهُ على
لسانِ المعرفةِ سلّمَ اِليهِ الملكُ الظاهرُ وَ هوَملكُ مصرَ
وَملكُ النفسِ وَملكُ المعرفةِ وَالعلمِ وَالقربةِ وَ
الخصوصيّةِ وَعلوُّ المنزلةِ عندَهٗ قالَ اللهُ تعالى وَكذلكَ
مكّنّا ليوسفَ فى الارضِ اى فى ارضِ مصرَ يتبوّأُ منها حيثُ
يشاءُ وَقالَ فى ملكِ النفسِ وَكذلكَ لنصرفَ عنهُ السّوٓءَ
وَالفحشاءَ اِنّهٗ منْ عبادِنا المخلصينَ وَقالَ فى ملكِ
العلمِ بيوسفَ ذلكما ممّا علّمنى ربّى اِنّى تركتُ ملّةَ
قومٍ لاّ يؤمنونَ باللهِ فاذا خوطبتَ بهذا الخطابِ
يا ايّها الصّدّيقُ الاكبرُ اُعطيتَ الحظَّ الاوفرَ منَ العلمِ
الاعظمِ وَهُنّئتَ بالتّوفيقِ وَالمننِ وَالقدرةِ وَالولايةِ
العامّةِ وَالامرِ النّافذِ على النّفسِ وَغيرِها
منَ الاشياءِ وَالتّكوينِ باذنِ اِلٰهِ الاشياءِ
فى الدّنيا قبلَ الاخرى وَ امّا فى الاخرى

فِيْ دَارِ السَّلَامِ وَالْجَنَّةِ الْعُلْيَا فَالنَّظَرُ إِلٰى وَجْهِ

الْمَوْلٰى الْكَرِيْمِ زِيَادَةٌ وَمِنَّةٌ وَهُوَ الْمُنٰى الَّذِيْ

لَا غَايَةَ لَهٗ وَلَا مُنْتَهٰى ۝

## مقالہ ۲۶

# احوال کو پوشیدہ رکھو

حضرت شاہِ بغداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اپنے چہرے سے پردہ نہ اٹھاؤ (۱)

---

(۱) لغت کی کتاب "صراح" میں بُرقع کے معنیٰ یوں درج ہیں کہ وہ کپڑا جس سے زنانِ عرب اپنا چہرہ ڈھانپتی ہیں۔ اور قِناع کے معنی اوڑھنی کے اوپر ڈالے جانے والا کپڑا۔ حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کے لباس بُرقع اور قناع سے ذکر سے اشارہ فرمادیا کہ جب تک کمال ظاہر اور برہان توحید ثابت نہ ہو جائے مرد عورتوں کا حکم رکھتا ہے اس لیے اسے مرد ہونے کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے، اور یہ بات بھی ہے کہ معرفت کے انوار و اسرار عورت کا حکم رکھتے ہیں لہذا مردوں کے لیے ان کا چھپانا ضروری ہے ؎

(۱) تا مرتبۂ کمال حاصل نکنی — باید کہ دم از سرِ حقیقت نزنی

(۲) مرداں ہمہ در دعویٰ مردی چو زنند — تو خود چہ زنی کہ نہ مردی نہ زنی

(۱۔ مرتبۂ کمال کے حصول سے قبل حقیقت کا راز ظاہر نہیں کرنا چاہیے

۲۔ مرد تو جوانمردی کا دعویٰ کرسکتے ہیں مگر تو یہ دعویٰ کیسے کرسکتا ہے کیونکہ نہ تو مرد ہے نہ عورت

جب تک مخلوق سے باہر نہ آجاؤ[2]، تمام احوال[3] میں اپنے دل کی توجہ ان سے ہٹا نہ لو، اور خواہش نفس[4]، پھر ارادہ و آرزو[5] زائل نہ ہو، پھر تمہیں دنیا و آخرت کی اشیاء[6] سے فنا عطا ہو جائے گی، تو اس سوراخ والے برتن کی طرح ہو جاؤ گے جس میں ارادۂ خداوندی کے سوا کوئی ارادہ نہ ٹھہر سکے[7] تو تمہارا دل نورِ خدا سے اس طرح بھر جائے گا[8] کہ تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد و

---

(۲) اور مخلوق کے تعلق اور اس کے وجود کی گرفتاری ان کی طرف افعال کی نسبت، ان سے نفع و نقصان اور مدح و ذم جاننے اور ان کی کسی چیز کا طمع کرنے سے فانی ہو جاؤ۔

(۳) منع و عطا، اقبال و ادبار اور غضب و رضا میں۔

(۴) نفس اللہ تعالےٰ کے اوامر و نواہی کی مخالفت سے باز آجائے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے احکام کے تابع ہو جائے۔

(۵) یعنی جو چیز خدا تعالےٰ کی مرضی کے مطابق نہیں اور تمہارے لیے تیار نہیں کی گئی تو اس کی خواہش زائل ہو جائے گی۔ یہ موت کی تینوں قسموں کی طرف اشارہ ہے یعنی مخلوق، خواہش اور ارادہ کی موت۔ جیسا کہ دیگر مقالات میں ذکر ہو چکا ہے۔

(۶) جن کے ساتھ باطل کا تعلق ہو سکتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی ذاتِ کریم کے مشاہدہ اور حق کے ملاحظہ کے بغیر جس کی آرزو کی جا سکتی ہے۔

(۷) جب سوراخ والے برتن میں بہنے والی چیز قرار نہیں پاتی اور تمہارا دل خالی ہو جائے گا۔

(۸) جب اپنی ذات سے فانی اور حق تعالےٰ کے ساتھ باقی ہو جاؤ گے کیونکہ ہر فنا کے لیے بقا لازم ہے۔ قاعدہ ہے:

رضا اور امر و ارادہ کے سوا کسی کی جگہ اور راہ نہیں ہو گی، تمہیں اپنے دل کا دربان بنا دیا جائے گا(۹) اور توحید و عظمت اور کبریائی حق کی تلوار سے نوازا جائیگا(۱۰) تاکہ جب تمہارے سینے سے کوئی خواہش اُٹھ کر دل کے دروازے کے قریب آتے دیکھو تو اس کا سر گردن سے جدا کرتے ہوئے اسے نیست و نابود کر دو(۱۲)۔ اس صورت نفس اور دُنیا و آخرت کی کوئی خواہش، کوئی آرزو اور کوئی ارادہ تمہارے سامنے سر نہیں اٹھا سکے گا(۱۳)، نہ اس کی کوئی بات سُنی جائے گی(۱۴)، نہ ان کی کوئی

---

إِذَا خَرَجَ الذُّوْدُ دَخَلَ النُّوْرُ۔ جب بشری صفات کی ظلمت کوچ کر جاتی ہے تو انوارِ ربوبیت کے پرتو اثر انداز ہو جاتے ہیں

خرج الذور ما و من باشد
دخل النور ذوالمنن باشد

(۹) تاکہ امرِ الٰہی کے سوا کوئی چیز دل میں داخل نہ ہو سکے۔

(۱۰) تاکہ اس کے علاوہ تجھے کسی کی یاد نہ رہے۔

(۱۱) تاکہ اس کے مقابل ہر چیز خوار و خورد نظر آئے۔

(۱۲) ؎ غیر حق ہر ذرہ کان مقصود تست
تیغ لا بر کش کہ آن معبود تست

(اللہ تعالیٰ کے سوا جو بھی تمہارا مقصود ہے اس پر لا کی تلوار چلا دو کیونکہ وہ تمہارا معبود (وہی) ہے)۔

(۱۳) یعنی تمام خواہشات اور آرزوئیں پست، مغلوب اور خراب ہو جائیں گی اور سر نہیں اٹھا سکیں گے۔

(۱۴) نہ ان کی اطاعت کی جائے گی۔

رائے ہوگی جس کی اتباع کی جائے[15]، اس صورت میں صرف اللہ تعالیٰ کی پیروی، اس کے امر پر توقف، اس کی قضا پر رضا[16]، بلکہ قضا و قدر میں فنا رہ جائے گی۔ تو تم ربِ قدوس اور امرِ رب العزت کے عبد بن جاؤ گے[17] نہ کہ مخلوق اور ان کے اعتقادات کے غلام۔ جب اس طرح خدا تعالیٰ کے امر پر اندر مداومت پیدا ہو جائے گی تو تمہارے دل کے آس پاس غیرت کے خیمے[18] اور عظمت کی خندقیں تیار رہوں گی اور تم پر جبروت کا غلبہ ہوگا اور دل کو حقیقت اور توحید کے لشکر گھیر لیں گے اور حق کے پاسبان دل کے قریب کھڑے ہوں گے تاکہ وہاں مخلوق کی، شیاطین کی، خواہشاتِ نفس کی، باطل ارادوں اور غلط آرزوؤں کی رسائی نہ ہو سکے اور

---

(15) یعنی نفس، تمنّا اور آرزو کا تم پر حکم اور تسلّط نہیں رہے گا۔

(16) یہ مقام، مقامِ رضا سے بلند تر ہے کیونکہ اس مقامِ رضا میں ہستی اور اختیار کا شائبہ باقی ہے۔

(17) **سیفِ توحید کب ملتی ہے** معلوم ہوتا ہے کہ محض مرتبۂ فنا کے حصول سے توحید اور عظمت و کبریائی کی تلوار سے نواز دیا جاتا ہے تاکہ اس تلوار کے ساتھ ماسوا کا سر کاٹ دے اور اس کی تمنا و آرزو کو زائل کر سکے۔ جب فنا کا معاملہ دوام واستقرار اور تمکن حاصل کرے تو اس کے نتیجے میں نفس اور اس کی خواہشات کے زائل کرنے میں قوت واستحکام حاصل ہوگا، جیسا کہ آگے فرما رہے ہیں۔

(18) یعنی تم محبوبِ الٰہی بن جاؤ گے اور محب یقیناً محبوب پر غیور ہوتا ہے۔ محبوب کو کسی اور طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا، تو نفس و خواہش کو بھی تمہارے قریب آنے کا نہیں چھوڑے گا۔

جھوٹے دعوے جو طبیعتوں اور نفس امارہ سے پیدا ہوتے ہیں، اور خواہشِ نفس سے تخلیق ہونے والی گمراہیاں تمہارے دل تک نہ پہنچ سکیں۔ زمرۂ اولیاء میں داخل ہونے اور اس مقام پر[19] فائز ہونے کے بعد اگر تمہاری قسمت میں ہے کہ مخلوق جوق در جوق، متواتر اور لگاتار تمہارے پاس آئے[20] تاکہ تمہارے انوارِ درخشاں، نشانہائے تاباں، حکمتہائے بالغہ[21] اور مسلسل روشن کرامتیں دیکھے[22] ــــــ

---

(۱۹) کہ حقیقتِ توحید تک رسائی حاصل ہو گئی ہو۔ حقیقت کے مشاہدہ، جبروتِ الٰہی کے غلبہ کے ثبوت اور ماسوا کے تعلق سے چھٹکارے کے بعد اور خلق و نفس، شیطان، طبیعت وارادہ جھوٹے دعووں سے امان پانے اور مقامِ ولایت پر فائز ہونے کے بعد۔

(۲۰) اور تمہاری ولایت پر متفق ہو جائیں۔

(۲۱) حکمت کے معنیٰ ہیں ہر چیز کی حقیقت، راست گفتاری اور درست کرداری کو معلوم کرنا۔

(۲۲) **خوارق و کرامات کا بیان** مستمرہ کے معنیٰ مضبوط اور استوار بھی آتے ہیں اس وقت یہ مرّۃٌ بمعنی تیزی سے اور قوت سے مشتق ہو گا اور پہلے معنیٰ (ہمیشہ) کے اعتبار سے مرور سے ماخوذ ہے خوارق عادات یہ کرامات کی تفسیر ہے اور عادت سے مراد اللہ تعالےٰ کی کائنات میں سنّتِ جاریہ ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کرامات سے آفاقی اور خوارق سے انفسی مراد ہوں، اور عادات کو عادتِ ولی پر محمول کر لیا جائے، یا کہ خوارقِ عادات سے مراد صفاتِ کاملہ اور اخلاقِ عظیمہ ہوں جو کہ ولایت کا نشان اور نفس کا کمال ہیں جیسا کہ نبوت کے معجزات اور

مشاہدۂ کرامات(۲۳) کی وجہ سے مخلوق اپنے خدا کی عبادت میں مجاہدے، مشقتیں، طاعتیں اور تربیتیں زیادہ بجالائے گی اور ان میں(۲۴) تمہارے مقبول و محمود ہونے کی وجہ سے ان کے ضرر، خواہش کی طرف نفس کے میلان، خودپسندی اور

---

علامات کے فرق کے بیان میں مذکور ہُوا۔

اس کلام کا مصداق حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اپنا حال ہے اس لیے کہ جس قدر خوارقِ عادات واقعات آپ سے ظاہر ہُوئے ہیں کسی اور ولی سے اس قدر ظاہر نہیں ہُوئے، یہ واقعات مسلسل اور پے درپے ظاہر ہوئے تھے جیسا کہ حضرت امام عبداللہ یافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ کی کرامات مشہور اور حدِ تواتر تک پہنچی ہُوئی ہیں اور بالاتفاق معلوم ہیں، جہاں بھر کے اولیاء میں سے کسی سے اس قدر کرامات ظاہر نہیں ہوئیں۔ منقول ہے کہ آپ کی کرامات مرواریدکی گرہوں کی طرح لگاتار ظہور پذیر ہوتیں، کرامت کبھی تو آپ سے ظاہر ہوتی کبھی آپ میں ظاہر ہوتی اور کبھی آپ کے ساتھ ظاہر ہوتی، ہر گھڑی، ہر آن قسم قسم کی کرامات اور رنگ رنگ کی برکات ملاحظہ کی جاتیں جو کہ حدِ احصار و حصر سے باہر ہیں ؎

رُخ نگار مرا ہر زمان دگر رنگ است
بزیر خم زلفش ہزار نیرنگ است

(میرے محبوب کے چہرے کا ہر آن نیا رنگ ہے اور اس کی زلفوں کے نیچے ہزاروں نیرنگیاں ہیں)

(۲۳) یہاں سے کرامات و کمالات کے ظہور کی افادیت بیان فرما رہے ہیں۔

(۲۴) جب مرتبۂ فنا حاصل ہو جائے گا اور مخلوق ارادت و عقیدت سے حاصل ہو گی۔

اور فخر و مباہات سے محفوظ و مامون کر دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر خوبصورت اور نیک سیرت[25] بیوی اپنی کفایت اور دیگر بوجھوں[26] سمیت تمھاری قسمت میں ہے تو اس کے اپنے اور رشتہ داروں کے بوجھ اور ان کی شرارت سے حفاظت کی جائے گی، وہ تمھارے پاس عطیۂ الٰہی، بے مشقت، مبارک، پاکیزہ ہو گی اور خیانت و کینہ، پلیدی[27]، دغا اور غیظ و غضب[28] سے پاک، صاف ہو کر رہے گی اور تمھاری عدم موجودگی میں خیانت نہیں کرے گی[29]۔

---

(۲۵) حسن و جمال دونوں کے معنی خُوبی کے ہیں، اگر حُسن کا معنیٰ حُسنِ اخلاق اور جمال کے معنیٰ خوبصورتی کے ہوں تو بھی درست ہے۔

(۲۶) یعنی وہ عورت حُسن و جمال اور مال و اسباب سمیت عطا کی جائے گی تاکہ تمھیں پسند بھی ہو اور اس کی مشقت کا بوجھ نہ پڑے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے احوال میں مذکور ہے کہ ابتداءً آپ کو بیوی کی ضرورت تھی مگر آپ اس سلسلہ میں اللہ تعالےٰ کے حکم و اذن کے منتظر تھے جیسا کہ مقالہ ۱۱ میں مذکور ہو چکا ہے۔

(۲۷) بعض نسخوں میں خبث کی بجائے حنث ہے اس کا معنیٰ ہے گناہ اور قسم توڑنا۔

(۲۸) طبیعت کے خلاف کام ہونے کی وجہ سے غصہ اور کینہ سر نکالتے ہیں۔ اگر انتقام لیا جائے تو اسے غضب کہتے ہیں اور اگر انتقام نہ لیا جائے تو اس سے کینہ پیدا ہوتا ہے۔

(۲۹) یہ لفظ آیۂ کریمہ حافظاتٌ للغیب کی تفسیر کے طور پر واقع ہیں اس سے دو مفہوم ہو سکتے ہیں: (۱) عورت خاوند کی عدم موجودگی میں خود کو زنا سے بچائے۔

(۲) خاوند کے مال میں بلا اذن بے جا تصرف نہ کرے۔

وہ بیوی اور اس کے رشتہ دار تمہارے فرمانبردار ہوں گے، اس کی مشقت سے محفوظ اور اذیت سے دُور رکھا جائے گا۔ اور اگر مقدر میں اس سے بیٹا لکھا ہے تو وہ صالح، آب و خاک کی آلائش سے پاک اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا: ہم نے آپ کے لیے آپ کی بیوی کو نیک بنا دیا۔ ایک اور جگہ اپنے خاص بندوں کی دُعا کا ذکر فرمایا کہ: "اے اللہ! ہماری بیویوں اور اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا (۳۰) اور ہمیں متقین کا پیشوا بنا (۳۱)۔ اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کی دُعا کا ذکر فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا: اے پروردگار کہ میرے فرزند کو اپنا محبوب اور قول و عمل میں اپنا پسندیدہ بنا لے۔ ان آیات میں مذکورہ دعاؤں پر عمل کیا جائے گا۔ یعنی تمہارے حق میں مستجاب و مقبول ہوں گی (۳۲)۔ خواہ آپ دُعا کریں یا نہ کریں (۳۳)، کیونکہ یہ نعمتیں برمحل اور اپنے اہل میں واقع ہیں (۳۴)۔ چنانچہ جو بھی ان نعمتوں کے لائق ہوگا اس مقام و مرتبہ پر فائز ہوگا، اور یہ قرب و فضل اس کے

---

(۳۰) کہ ہم انہیں دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں اور وہ ہمارے آرام و چین کا باعث ہوں اور ہم دین و دنیا میں راحت پا سکیں۔

(۳۱) یعنی ہمیں تقویٰ میں اس قدر کامل کر دے کہ متقین حضرات ہماری اقتدا کریں۔

(۳۲) تو ان دعاؤں سے تمہارا مقصود حاصل ہو جائے گا۔

(۳۳) یعنی جب آپ نفس اور اس کی خواہشات سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کے مستحق بن گئے تو مانگے بے مانگے تمہاری اصلاح کی اشیاء مہیا کی جائیں گی اور ظاہری و باطنی نعمتیں نثار ہوں گی۔

(۳۴) کیونکہ بندہ ان صفات و احوال کے حاصل ہونے کی وجہ سے فیض الٰہی کے اخذ کرنے کے قابل ہو چکا ہے اور عادتِ الٰہیہ کے مطابق اسے یہ انعامات حاصل ہوں گے اسے سمجھ لو۔

مقدر میں ہوگا اس پر عنایات ہوں گی۔ اسی طرح دنیا کی کوئی چیز تمہارے مقدر میں ہوگی تو اس وقت[35] کوئی نقصان نہیں دے گی۔ کیونکہ وُہ تمہاری قسمت میں لکھی جا چکی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فعل وارادہ سے کدورتوں سے پاک کردی گئی ہے، اور اسے تناول کرنے کا حکم بھی ہو چکا ہے[36]۔ اس لیے اس کا کھانا ضروری ہے۔ اسے کھانے میں تم حکمِ الٰہی بجا لانے والے اور ثواب پانے والے ہوگے۔ جیساکہ فرض نماز اور فرض روزوں کی ادائیگی پر ثواب حاصل ہوتا ہے[37]، اور جو چیز قسمت میں نہیں[38] اس کو اس کے حقدار دوستوں، پڑوسیوں، دینی و ملی بھائیوں، مستحقینِ زکوٰۃ[39] اور حال کے تقاضے کے مطابق دیگر مصارفِ زکوٰۃ[40] پر خرچ کرنے کا حکم دیا جائے گا، پھر تم پر حالات منکشف

---

(۳۵) مخلوق سے تعلقات منقطع اور نفس و ہوا اور ارادہ و آرزو کے فنا ہونے کے بعد

(۳۶) یہاں حکم سے مراد صحیح دل میں پیدا ہونے والا سکون اور یقین ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتے کے ذریعہ وحی کے علاوہ صریح امر وارد ہو۔

(۳۷) لیکن یہ دونوں امر ایجابی ہیں۔ اور باطنی حکم ظاہر کے اعتبار سے ساقط ہے اس لیے اس کا انکار کفر قرار نہیں پائے گا اور فقط باطنی خرابی ہی پیدا ہوگی جبکہ وحی کا انکار کفر اور ظاہری و باطنی خرابی کا موجب ہے اس لیے وحی کے ساتھ رُوح الامین علیہ السلام کی آمد مکتوب پر مُہر کا درجہ رکھتی ہے۔

(۳۸) اگرچہ تمہارے ہاتھ میں ہو لیکن اس میں تصرف کرنے کی اجازت حاصل نہیں ہوتی

(۳۹) اگر وُہ مالِ زکوٰۃ ہو تو، اور اگر مالِ زکوٰۃ نہیں تو اسے اغنیاء اور فقراء سب پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔

(۴۰) اصحاب الاقسام کا ایک معنیٰ مصارفِ زکوٰۃ ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے اصحابِ اقسام مصارفِ زکوٰۃ سے عام تر لوگ مراد ہوں۔

کر دیے جائیں گے اور تم ان میں تمیز کر سکو گے۔ اور ہر ایک کو پہچان سکو گے، اور سُنی ہُوئی بات دیکھی ہُوئی کی مانند نہیں ہو سکتی(۴۱)۔ تو اس وقت تم شک و شبہ کی تاریکی سے پاک اور نفس کی کدورت سے صاف اور روشن ملّت و خصلت پر ہو جاؤ گے، جس پر وہم و ابہام کی کوئی گرد نہیں ہو گی۔ نہ اس میں التباس و اختلاط اور شک و شبہ کی گنجائش ہو گی(۴۲)۔ پس تمہارے لیے ضروری ہے صبر(۴۳) و رضا(۴۴)، حال کی نگہداشت(۴۵)، گمنامی(۴۶)، نرمی، خاموشی، پرہیز، دنیا سے فرار اور کنارہ کشی لازم کرلو(۴۷)، اللہ تعالےٰ سے ڈرو، اس کی بارگاہ میں التجا کرو، سر

---

(۴۱) یعنی احوال کے کشف و تمیز میں خبر پر اعتماد نہ کرو اور محض لوگوں کے کہنے پر بھروسا نہ کرو بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھو۔ اس کلام سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ آپ یہ فرمارہے ہیں کہ میں نے یہ حالات و مقامات، معارف و حقائق صرف سُن کر بیان نہیں کر دیے بلکہ بچشمِ خود ملاحظہ کیے ہیں اور حقیقتِ حال تک رسائی حاصل کی ہے۔

(۴۲) شک کے معنی یقین کے خلاف گمان کرنا اور ارتیاب کے معنی شک کرنا (صراح)

(۴۳) ہوائے نفس کی پیروی سے اور امرِ حق کی بجاآوری پر۔

(۴۴) قضاء و قدر پر۔

(۴۵) کہ اسے پوشیدہ رکھو اور حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کرو۔

(۴۶) خمول و خمود دونوں کے معنی خاموشی کے ہیں۔ خمود کے لغوی معنی آگ بجھانا۔ بعض نسخوں میں الجمود الجمود ہے یعنی دماغ پر پانی ڈالنا۔

(۴۷) اَلوحا اَلوحا اور اَلنجا اَلنجا ہم معنی ہیں کسی لشکر کی آمد کے وقت لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

جھکالو[48]، آنکھیں بند رکھو[49]، حیا کو شعار کرلو[50]، یہاں تک کہ کتاب اپنی مقررہ مدت پر پہنچ جائے[51]۔ پھر تمہاری دستگیری کرتے ہوئے تمہیں آگے بڑھایا جائے گا تم سے سختی اور بوجھ اٹھالیا جائے گا۔ احسان، رحمت اور فضائل و کمالات کے سمندروں میں غوطہ دے کر تمہیں انوار و اسرار کی خلعت زیبِ تن کرائی جائے گی[52] اور امورِ لدنیہ[53] سے فیضیاب کرکے مقرب بارگاہِ الٰہی بنادیا جائے گا اور الہام و اعلام سے نوازا جائے گا[54]۔ کلامِ خداوندی سے مستفید کیا جائے گا[55]۔ نعمتوں والے

---

(۴۸) سربلند کرنے اور جھوٹے دعوے کرنے سے شرم کرنا چاہیے۔

(۴۹) بعض نسخوں میں الاطراق الاغماض ہے یعنی بہ الفاظ تکرار۔

(۵۰) یہ الفاظ بطریق امر استعمال کرتے ہیں۔ اگر مبالغہ اور تاکید کے طور پر بطریق تحذیر استعمال کیے جائیں تو بھی احتمال ہے۔ یعنی ان صفات کو لازم کرلو اور اس راہ کو اپنالو۔

(۵۱) یعنی معین مدت تک صبر و استقامت سے کام لو۔

(۵۲) فنا کے بعد بقا اور سیر الی اللہ کے بعد سیر فی اللہ کی طرف اور اسی طرح پروردگار کی طرف سے تربیت حاصل کرنے کے بعد مرتبۂ تکمیل و ارشاد پر فائز ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

(۵۳) جو کہ نظر و کسب کے بغیر حاصل ہوتے ہیں۔

(۵۴) مُحدَّث کے معنیٰ ہیں درست گمان والا آدمی۔ یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے:

لَقَدْ كَانَ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مِنْهُمْ۔

پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں ہیں تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے ایک ہیں۔

(۵۵) جو کہ مقامِ قرب کے مناسب ہے، جیسا کہ آیۂ کریمہ میں ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا

اللہ تعالیٰ کی شان نہیں کہ کسی بشر

بے نیاز اور دلیر بنا دیے جاؤ گے[56] - تمہارا مقام بلند اور نام مشہور کر دیا جائے گا[57]
اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یُوں خطاب ہو گا کہ یقیناً آج تم ہمارے پاس حسبِ مرتبۂ
مقام اور امین ہو[58] - اس وقت تم حضرت یوسف علیہ السلام کے حال پر قیاس کرو۔
جب انھیں مصر کے عظیم[59] بادشاہ اور فرعون[60] کی طرف سے یہی خطاب ملا تھا
بظاہر اس خطاب کا قائل وہ فرعون تھا لیکن حقیقت و معرفت کی زبان میں حقیقتاً یہ
بات خداوند قدوس کی تھی[61] - آپ کو بظاہر مصر کی بادشاہت ملی تھی لیکن درحقیقت

---

وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۔ سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعے یا
پردے کے پیچھے۔

(۵۶) غنائے قلبی کے ساتھ۔

(۵۷) تائیدِ حق اور تقویتِ دین ہلاکت اور خوف کی جگہوں میں گھُو جانے والے۔

(۵۸) کہ زمین و آسمان کے خزانوں، علم و معرفت کے اسرار اور ان میں گفتگو کرنے میں تم امین ہو۔

(۵۹) دہقانوں اور مزارعین کے مقالات میں سردار اور بزرگ کے لیے عموماً لفظ عظیم استعمال ہوتا ہے چنانچہ روم اور بصریٰ کے والیوں کی طرف خط لکھتے ہوئے مملکت سلطنت سے ان کے مرتبہ کو کم کرتے ہوئے لفظِ عظیم سے خطاب کیا گیا۔ حدیث پاک میں ہے ۔ اِلیٰ عَظِیْمِ بُصْریٰ وَاِلیٰ عَظِیْمِ رُوْمٍ۔

(۶۰) مشہور یہی ہے کہ شاہِ مصر کو فرعون کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور فرعون بمعنیٰ ظالم بھی آتا ہے اور فُرْعَنَۃٌ کے معنیٰ زیرکی، تیزیٔ خاطر اور تکبّر کے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کا فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرعون کا دادا تھا۔

(۶۱) اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس مرتبہ و مقام سے سرفراز کریں تو فرعون کی زبان پر یہ کلمات جاری فرمادیے درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے فضل و تصرف سے ہُوا تھا جیسا کہ ایک آدمی دوسرے کو پیغام بھیجتا ہے۔

ملکِ نفس، آسمانِ علم و معرفت، اقلیم قربت و خصوصیت[62] اور بلند مرتبہ باطنی سلطنت سونپ دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا[63]: جس طرح ہم نے شاہِ مصر کے نزدیک مرتبہ بلند کیا اسی طرح زمینِ مصر میں آپ کو قدرت و مکنت دی کہ جہاں جی چاہے قیام کریں۔ ملکِ نفس کو حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے مسخر کرنے کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ اور اسی طرح[64] تاکہ ہم انہیں ہر برائی اور بے حیائی سے بچا لیں[65]، یقیناً وہ ہمارے مخلص بندوں[66] میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ملکِ علم و معرفت[67] سونپنے کے متعلق بزبانِ یوسف علیہ السلام ارشاد فرمایا[68]: یہ تمہارے خوابوں کی تعبیر ان جملہ معلومات سے ہے جس کی میرے رب نے مجھے تعلیم دی۔ بے شک میں نے اس قوم کا راستہ چھوڑا ہوا ہے جو خدا پر ایمان

---

(۶۲) کہ آپ اسرار و انوار سے ممتاز ہوئے۔

(۶۳) ان مملکتوں کی آیاتِ قرآنی کے ساتھ وضاحت فرما رہے ہیں۔

(۶۴) جس طرح ہم نے عزیزِ مصر کی بیوی کے فریب سے اور آپ کو اپنی طرف بلانے اور آپ کا قصد کرنے میں تمہیں ثابت قدم رکھا اور اس کا ارادہ کرنے سے بچا لیا۔

(۶۵) یعنی مقدماتِ زنا

(۶۶) مُخلَص خالص کیے ہوئے۔ یعنی ہم نے اُنھیں سُمعہ و ریاکاری سے خالص کر کے اپنی محبت و عبادت کی دولت سے نوازا ہے۔

(۶۷) اور آپ کے دیگر خواص و لوازم کے متعلق۔

(۶۸) جو کہ آپ نے اپنے قید کے دو ساتھیوں کے سامنے اظہارِ تشکر کرتے ہُوئے ارشاد فرمایا جب انہوں نے آپ کے خوارقِ عادت کام دیکھے اور آپ نے ان کے خوابوں کی تعبیر بیان فرمائی۔

نہیں رکھتی۔ لہٰذا جب تم سے اس طرح کا خطاب کیا جائے گا اے دوسروں سے بڑھ کر صدیق! تمہیں بڑے علم سے وافر حصہ عطا کیا جائے گا اور توفیق و احسان، دنیا کے بڑے بڑے کاموں پر قدرت، ولایتِ عامہ اپنے نفس اور دیگر سب اشیاء پر حکومت کی خوشخبری سنائی جائے گی۔(۷۰) اللہ تعالیٰ کے حکم سے

---

(۶۹) ہمیشہ سچ بولنے والے اور سچائی کو اپنا شعار و کردار بنانے والے۔

(۷۰) تمہارے پسندیدہ امور کی ترقی اور اسباب کو مطالب کے موافق بنانے کی خوشخبری سنائی جائے گی۔ بعض نسخوں میں ھُیِّئَت کی بجائے مُنِحْتَ ہے یعنی کہ مذکورہ امور عطا کیے جائیں گے۔

## (۷۱) مقامِ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یعنی تم اس مقام پر فائز ہو گئے کہ انفس و آفاق پر تمہاری حکومت ہو گی اور ہر چیز مطیع و فرمانبردار بن جائے گی، جیسا کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قطبیتِ عظمیٰ پر فائز تھے تو آپ کے احکام ظاہر و باطن اور جن و انس سب پر جاری تھے۔ تمام آپ کے جلال و دبدبہ کے تابع اور خود کو فانی و محو کرنے والے تھے، جمیع اولیاء وقت آپ کی اطاعت و فرمانبرداری بجالانے والے اور امراء و خلفاءِ وقت سرِ تسلیم خم کئے ہوئے تھے کبھی یوں بھی ہوتا کہ کوئی عباسی خلیفہ حاضرِ خدمت ہوتا تو ملاقات نہ کر پاتا اور حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خط میں یوں تحریر فرماتے: عَبْدُ الْقَادِرِ یَاْمُرُكَ وَ اَمْرُهٗ نَافِذٌ" کہ عبدالقادر تمہیں یہ حکم دیتے ہیں اور ان کا حکم نافذ العمل ہے۔ ایک بار خلیفہ مستنجد باللہ جس کے دورِ خلافت میں آپ کا وصال شریف ہوا، خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور سونے کی تھیلیاں بطور ہدیہ پیش کیں۔ آپ نے

اشیار کو عدم سے وجود میں لانے کی طاقت سے سرفراز کیا جائے گا۔ یہ تمام نعمتیں اور کرامتیں دُنیا میں دی جائیں گی اور آخرت میں تمام آفات و بلیات سے محفوظ بہشت بریں میں ٹھہرائے جاؤ گے ، اللہ تعالےٰ کے دیدار سے مشرف ہو گے۔ مزید انعامات واحسانات حاصل ہوں گے۔ یہ دیدار باری عزّ اسمہ ہی سب سے بڑھ کر مقصود ہے جس کی نہ کوئی انتہا ہے اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کوئی نعمت ہے۔

---

ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ، اگر خاندانِ نبوت سے تمھارا تعلق نہ ہوتا تو میں اپنا ہاتھ ان ہتھیلیوں پر رکھتا اور لوگوں پر ظلم و ستم کر کے چھینے ہوئے اس مال سے خون جاری ہو جاتا جو بہتا بہتا بابُ السلطنت تک پہنچ جاتا۔

درحقیقت اس کتاب میں آدابِ سلوک و مقاماتِ قُرب وغیرہ کے متعلق جو کچھ بھی ہے وہ آپ کے ہی احوالِ شریفہ ہیں جنھیں آپ نے بطریق رمز و اشارہ ذکر فرمایا ہے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ وعن جمیع الاولیار المقربین۔

# اَلْمَقَالَةُ السَّابِعَةُ وَالْعِشْرُوْنَ

قَالَ رضی الله عنه اِجْعَلِ الْخَيْرَ وَالشَّرَّ ثَمَرَتَيْنِ مِنْ غُصْنَيْنِ مِنْ شَجَرَةٍ وَّاحِدَةٍ
اَحَدُ الْغُصْنَيْنِ يُثْمِرُ حُلْوًا وَّالْاٰخَرُ مُرًّا فَاتْرُكِ الْبِلَادَ وَالْاَقَالِيْمَ
وَنَوَاحِيَ الْاَرْضِ الَّتِىْ تُحْمَلُ اِلَيْهَا هٰذِهِ الثِّمَارُ الْمَاْخُوْذَةُ مِنْ هٰذِهِ
الشَّجَرَةِ وَابْعُدْ مِنْهَا وَمِنْ اَهْلِهَا وَاقْرُبْ مِنَ الشَّجَرَةِ وَكُنْ سَائِسَهَا
وَخَادِمَهَا الْقَائِمَ عِنْدَهَا وَاعْرِفِ الْغُصْنَيْنِ وَالثَّمَرَتَيْنِ وَالْجَانِبَيْنِ
فَكُنْ اِلٰى جَانِبِ الْغُصْنِ الْمُثْمِرِ حُلْوًا فَحِ يَكُوْنُ غِذَائُكَ وَقُوْتُكَ
مِنْهَا وَاجْتَنِبْ اَنْ تَقَدَّمَ اِلٰى جَانِبِ الْغُصْنِ الْاٰخَرِ فَتَاْكُلَ مِنْ
ثَمَرَتِهٖ فَتُهْلِكُكَ مَرَارَتُهَا فَاِذَا اَدَمْتَ عَلٰى هٰذَا كُنْتَ فِىْ دَعَةٍ وَّاَمْنٍ
وَّسَلَامَةٍ مِّنَ الْاٰفَاتِ كُلِّهَا اِذِ الْاٰفَاتُ وَاَنْوَاعُ الْبَلَايَا تَتَوَلَّدُ مِنْ
تِلْكَ الثَّمَرَةِ الْمُرَّةِ وَاِذَا غِبْتَ عَنِ الشَّجَرَةِ وَهِمْتَ فِى الْاٰفَاقِ
وَقَدْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْكَ مِنْ تِلْكَ الثِّمَارِ وَهِىَ مُخْتَلِطَةٌ غَيْرُ مُتَمَيِّزَةٍ
الْحُلْوُ مِنَ الْمُرِّ فَتَنَاوَلْتَ مِنْهَا فَرُبَّمَا وَقَعَتْ يَدُكَ عَلَى الْمُرِّ
فَاَدْنَيْتَهَا مِنْ فِيْكَ فَاَكَلْتَ مِنْهَا جُزْءًا اَوْ مَضَغْتَهٗ فَسَرَتِ الْمَرَارَةُ اِلٰى
اَعْمَاقِ لَهَوَاتِكَ وَبَاطِنِ حَلْقِكَ وَدِمَاغِكَ وَخَيَاشِيْمِكَ فَعَمِلَتْ
فِيْكَ وَسَرَتْ فِىْ عُرُوْقِكَ وَاَجْزَاءِ جَسَدِكَ فَهَلَكْتَ بِهَا وَلَفَظْتَ

الْبَاقِي مِنْ فِيكَ وَغَسْلُ أَثَرِهِ لَا يَدْفَعُ عَنْكَ مَا قَدْ سَرَى فِي
جَسَدِكَ وَلَا يَنْفَعُكَ وَإِنْ أَكَلْتَ ابْتِدَاءً مِنَ الثَّمَرَةِ الْحُلْوَةِ وَسَرَتْ
حَلَاوَتُهَا فِي أَجْزَاءِ جَسَدِكَ وَانْتَفَعْتَ بِهَا وَسُرِرْتَ فَلَا يَكْفِيكَ
ذٰلِكَ فَلَا بُدَّ أَنْ تَتَنَاوَلَ غَيْرَهَا ثَانِيًا فَلَا تَأْمَنُ أَنْ يَكُونَ الثَّانِيَةُ مِنَ
الْمُرَّةِ فَيَحِلُّ بِكَ مَا ذَكَرْتُهُ لَكَ فَلَا خَيْرَ فِي الْبُعْدِ عَنِ الشَّجَرَةِ وَ
الْجَهْلِ بِثَمَرَتِهَا وَالسَّلَامَةُ فِي قُرْبِهَا وَالْقِيَامِ مَعَهَا فَالْخَيْرُ وَالشَّرُّ
فِعْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ خَلَقَ الْجَازِرَ وَجَزُورَهُ وَأَعْمَالُ الْعِبَادِ خَلْقُ
اللّٰهِ وَكَسْبُهُمْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَزَّ وَجَلَّ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُونَ سُبْحَانَهُ مَا أَكْرَمَهُ وَأَرْحَمَهُ أَضَافَ الْعَمَلَ إِلَيْهِمْ وَأَنَّهُمْ
اسْتَحَقُّوا الدُّخُولَ إِلَى الْجَنَّةِ بِعَمَلِهِمْ وَهُوَ بِتَوْفِيقِهِ وَرَحْمَتِهِ
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ بِعَمَلِهِ
فَقِيلَ لَهُ وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ
اللّٰهُ بِرَحْمَتِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مَرْوِيٌّ ذٰلِكَ فِي حَدِيثِ عَائِشَةَ
رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَإِذَا كُنْتَ طَائِعًا لِلّٰهِ مُمْتَثِلًا لِأَمْرِهِ مُنْتَهِيًا لِنَهْيِهِ
مُسَلِّمًا لَهُ فِي قَدَرِهِ حَمَاكَ عَنْ شَرِّهِ وَتَفَضَّلَ عَلَيْكَ بِخَيْرِهِ وَحَمَاكَ
عَنِ الْأَسْوَاءِ جَمِيعِهَا دِينًا وَدُنْيَا أَمَّا دُنْيَا فَقَوْلُهُ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ
عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ وَأَمَّا دِينًا
فَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ
مُؤْمِنٌ شَاكِرٌ مَا يَفْعَلُ الْبَلَاءُ عِنْدَهُ وَهُوَ إِلَى الْعَافِيَةِ أَقْرَبُ

مِنَ الْبَلَاءِ لِاَنَّهٗ شَاكِرٌ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ
فَاِيْمَانُكَ يُطْفِئُ لَهَبَ النَّارِ فِى الْاٰخِرَةِ الَّتِىْ هِىَ عُقُوْبَةُ كُلِّ عَاصٍ
فَكَيْفَ لَا يُطْفِئُ نَارَ الْبَلَاءِ فِى الدُّنْيَا اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ الْعَبْدُ
مِنَ الْمَجْذُوْبِيْنَ الْمُخْتَارِيْنَ لِلْوِلَايَةِ وَالْاِصْطِفَاءِ وَالْاِجْتِبَاءِ فَلَابُدَّ
مِنَ الْبَلَاءِ لِيُصَفّٰى بِهٖ مِنْ خُبْثِ الْاَهْوَاءِ وَالْمَيْلِ اِلَى الطِّبَاعِ وَ
الرُّكُوْنِ اِلٰى شَهْوَاتِ النَّفْسِ وَلَذَّاتِهَا وَالطَّمَانِيَّةِ اِلَى الْخَلْقِ وَ
الرِّضَا بِقُرْبِهِمْ وَالسُّكُوْنِ اِلَيْهِمْ وَالثُّبُوْتِ مَعَهُمْ وَالْفَرَحِ
بِهِمْ فَيُبْتَلٰى حَتّٰى يَذُوْبَ جَمِيْعُ ذٰلِكَ فَيَنْظُفُ الْقَلْبُ بِخُرُوْجِ
الْكُلِّ وَيَبْقٰى تَوْحِيْدُ الرَّبِّ وَمَعْرِفَةُ الْحَقِّ وَمَوَارِدُ الْغَيْبِ مِنْ
اَنْوَاعِ الْاَسْرَارِ وَالْعُلُوْمِ وَاَنْوَارِ الْقُرْبِ لِاَنَّهٗ بَيْتٌ لَا يَسَعُهُ اِثْنَانِ
مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِىْ جَوْفِهٖ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً
اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً فَاَخْرَجُوا الْاَعِزَّةَ عَنْ طِيْبِ
الْمَنَازِلِ وَنَعِيْمِ الْعَيْشِ وَكَانَتِ الْوِلَايَةُ عَلَى الْقَلْبِ لِلشَّيْطَانِ وَالْهَوٰى
وَالنَّفْسِ وَالْجَوَارِحِ مُتَحَرِّكَةً بِاَمْرِهِمْ مِنْ اَنْوَاعِ الْمَعَاصِىْ وَ
الْاَبَاطِيْلِ وَالتُّرَّهَاتِ فَزَالَتْ تِلْكَ الْوِلَايَةُ فَسَكَنَتِ الْجَوَارِحُ وَ
فَرَغَتْ دَارُ الْمَلِكِ الَّتِىْ هِىَ الْقَلْبُ وَتَنَظَّفَتِ السَّاحَةُ الَّتِىْ هِىَ
الصَّدْرُ وَاَمَّا الْقَلْبُ فَصَارَ مَسْكَنًا لِلتَّوْحِيْدِ وَالْمَعْرِفَةِ وَالْعِلْمِ
وَاَمَّا السَّاحَةُ فَمَحَطًّا لِلْمَوَارِدِ وَالْعَجَائِبِ مِنَ الْغَيْبِ كُلُّ ذٰلِكَ
نَتِيْجَةُ الْبَلَايَا وَثَمْرَتُهَا قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِنَّا مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ

وَقَالَ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَعْرَفُكُمْ بِاللهِ وَأَشَدُّكُمْ لَهُ
خَوْفًا فَكُلُّ مَنْ قَرُبَ مِنَ الْمَلِكِ اشْتَدَّ خَطَرُهٗ وَحَذَرُهٗ لِأَنَّهٗ فِيْ
مَرْأًى مِنَ الْمَلِكِ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ تَصَارِيْفُهٗ وَحَرَكَاتُهٗ وَلَحَظَاتُهٗ فَإِنْ
قُلْتَ فَالْخَلِيْقَةُ عِنْدَ اللهِ بِأَجْمَعِهِمْ كَرَجُلٍ وَّاحِدٍ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ
مِنْهُمْ شَيْءٌ فَأَيُّ فَائِدَةٍ لِهٰذَا الْكَلَامِ قِيْلَ لَكَ لَمَّا عَلَتْ مَنْزِلَتُهٗ وَشَرُفَتْ
رُتْبَتُهٗ عَظُمَ خَطَرُهٗ لِأَنَّهٗ وَجَبَ عَلَيْهِ شُكْرُ مَا أَوْلَاهُ مِنْ جَسِيْمِ
نِعَمِهٖ وَفَضْلِهٖ فَأَدْنَى الْاِلْتِفَاتِ عَنْ خِدْمَتِهٖ تَقْصِيْرٌ فِيْ شُكْرِهٖ وَذٰلِكَ
نُقْصَانٌ فِيْ طَاعَتِهٖ قَالَ اللهُ تَعَالٰى يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّأْتِ مِنْكُنَّ
بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ قَالَ ذٰلِكَ لَهُنَّ لِتَمَامِ
نِعْمَتِهٖ عَلَيْهِنَّ بِاتِّصَالِهِنَّ بِالنَّبِيِّ فَكَيْفَ مَنْ كَانَ مُوَاصِلًا بِاللهِ وَقُرْبِهٖ
تَعَالَى اللهُ عُلُوًّا كَبِيْرًا عَنِ التَّشْبِيْهِ بِخَلْقِهٖ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

## مقالہ ۲۷

# خیر و شر ایک ہی درخت کے دو ثمر ہیں

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں : خیر و شر ایک ہی درخت کی دو ٹہنیوں کے پھل جانو ۔ ایک شاخ کا پھل میٹھا ہوتا ہے[1] دوسری کا کڑوا[2] ۔ اس لیے ان شہروں، ملکوں اور زمین کے ان گوشوں کو چھوڑ دو جہاں اس درخت[3] کے پھل پہنچتے ہیں ۔ ایسی جگہوں اور ان کے باسیوں سے دور ہو جاؤ[4] اور درخت کے تنے کے قریب ہو جاؤ[5] ۔ اس کے نگہبان اور خادم بنتے ہوئے اس کی نزدیکی

(۱) جو کہ خیر سے عبارت ہے ۔

(۲) اس سے مراد شر ہے ۔

(۳) یعنی مختلف قسم کے خیر و شر کے درخت ۔

(۴) تاکہ تمھیں پریشانی نہ اٹھانی پڑے اور تلخ و شیریں کے درمیان امتیاز کیے بغیر پھل نہ کھا سکو اور لوگوں کی بھلائی و برائی میں گرفتار نہ ہو جاؤ ۔ ان سب سے مقصود شر سے احتراز ہے ۔

(۵) جہاں سے یہ دونوں شاخیں نکلتی ہیں کیونکہ اس جگہ تلخ و شیریں میں امتیاز کرنا آسان ہے ۔

لازم کر لو۔ اس کی دو شاخوں اور ان کے دونوں طرف کے پھلوں کو اچھی طرح پہچان کر وہ پہلو اختیار کرو جس کا پھل میٹھا ہے۔ اس وقت تمہاری غذا اور پرورش[6] میٹھے میوے سے ہوگی۔ کڑوے پھل والی شاخ کی طرف بڑھنے سے اجتناب کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اُسے کھا لو اور اس کی تلخی تمہیں ہلاک کر دے۔ جب تم ہمیشہ اس طریقے پر قائم رہے تو راحت و آسودگی اور امن وسلامتی میں رہو گے کیونکہ تمام آفات و بلیات اس کڑوے پھل[7] سے پیدا ہوتی ہیں اور اگر تم نے اس درخت سے دُوری اختیار کی اور اِدھر اُدھر حیران و سرگرداں پھرتے رہے تو یہ ملے جلے پھل[8] سامنے آئیں گے ان میں میٹھے اور کڑوے کا امتیاز نہیں ہوگا تو تم اسے کھانے کے لیے پکڑو گے تو کبھی تمہارا ہاتھ کڑوے پھل پر جا پڑے گا، پھر تم اسے اپنے مُنہ کے قریب کرتے ہُوئے کھاؤ گے اور چباؤ گے تو اس کی تلخی تمہارے حلق، دماغ اور ناک میں سرایت کر جائیگی اور اپنا اثر دکھائے گی اور تمہارے رگ و ریشے اور تمام جسم میں داخل ہو جائے گی جس کے نتیجے میں تم ہلاک ہو جاؤ گے پھر اگر تم پھل کا باقی حصہ منہ سے نکال کر منہ دھو لو تو ایسا کرنا جسم میں رچی ہُوئی کڑواہٹ کے لیے مفید نہیں ہوگا[9]۔ اور اگر تم ابتداءً ہی ثمرِ شیریں تناول کرو اور اس کی حلاوت

---

(6) جس سے تمہارے بدن کو آرام میسّر آئے۔

(7) جو کہ بدی اور بدکاری سے کنایہ ہے۔

(8) یہ نیکیوں اور بدیوں سے کنایہ ہے۔

(9) **گناہ کا اثر سارے جسم میں سرایت کر جاتا ہے** اس کلام میں تنبیہ ہے کہ محض برائی اور

تمہارے جسم میں رچ جائے اور تم اس سے نفع و مسرت پاؤ تو یہ ایک بار ثمر شیریں کھانا کافی نہیں اسے دوبارہ بھی کھانا پڑے گا۔ لہذا دوسری بار بھی کڑوا پھل کھانے سے مامون نہیں ہو تو اس صورت میں مذکورہ نقصان اٹھانا پڑے گا[10]۔ لہذا درخت سے دور اور اس کے پھل سے بے خبر رہنے میں بھلائی نہیں ہے بلکہ سلامتی اس کے قریب رہنے میں ہے[11]۔ معلوم ہونا چاہیے کہ خیر و شر دونوں اللہ تعالیٰ کے فعل و تقدیر ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا خالق و متصرف اور بندوں میں انہیں

---

معصیت کا ارتکاب کرنے سے اس کا اثر پورے جسم میں سرایت کر جاتا ہے جس کا نتیجہ آدمی کی ہلاکت کی صورت میں سامنے آتا ہے اثر کے سرایت کرنے کے بعد پشیمان ہونے اور اسے ترک کرنے کا کوئی فائدہ برآمد نہیں ہوتا۔ اللّٰھم! مگر مکمل توبہ کی توفیق مل جائے تو یہ گناہ نہ کرنے کے حکم میں داخل ہے لیکن توبۃ النصوح کا وجود انتہائی کمیاب ہے خصوصاً حقوق العباد کے بارے میں کیونکہ ان میں توبہ مظالم رد کرنے پر موقوف ہے۔

(10) **عمل میں دوام ضروری ہے** اس کلام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نیک کام میں دوام اور کامل تجربہ ہونا چاہیئے تاکہ بالتحقیق معلوم ہو سکے کہ یہ کام نیک ہے خصوصاً جہاں نیک اور برے کام کے اجتماع و اختلاط کی وجہ سے اشتباہ و التباس ہو۔

(11) تاکہ تلخ و شیریں میں امتیاز آسان ہو، اور دور رہنا حیرانی و سرگردانی کا موجب نہ بنے اور بلا امتیاز پھل کھانے سے ہلاکت میں نہ گرے۔

جاری کرنے والا ہے۔ اللہ تعالےٰ(۱۲) فرماتا ہے(۱۳): اللہ نے تمھیں اور تمھارے

---

## (۱۲) درخت والی مثال کی توضیح

اللہ تعالیٰ ہی کے لیے بلند مثال ہے گویا درخت حق تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہے اور اس کی دو شاخیں جمال وجلال اور ہدایت وضلال والی دو صفتیں ہیں اور پھل ان دونوں صفتوں سے پیدا ہونے والے خیر وشر کی مثال ہے کہ جمال و ہدایت کا ثمر شیریں اور جلال وضلال کا ثمر تلخ ہے۔ درخت کا قرب حاصل کرنے سے مراد صمدیت میں توجہ اور اس سے استمداد اور بارگاہِ قدس سے علم ومعرفت کا استفادہ کرنا ہے تاکہ اس سے خیر وشر کے درمیان فرق وامتیاز حاصل ہوسکے۔ شہروں، ملکوں اور زمین کے گوشوں میں حیران پھرنا کثرت کے تفرقہ، عقل ووہم کے احکام سے تمسک وتعلق، نفس کی تدابیر اور اس کے ارادہ وخواہشات سے کنایہ ہے جو کہ حیرانی وسرگردانی کا باعث اور مہلکات میں گرنے کا سبب ہے۔ ممکن ہے کہ شجرۂ تقدیر الٰہی کی مثال ہو جس کی دو جانبیں ہیں بطریق خدمت وملازمت درخت کا قرب اور اس کے پاس وقوف قدر میں فنا اور اس کے علم کے مطابق جاری ہونے سے کنایہ ہے اور اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے۔ اس مقالہ کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ مخلوق سے جُدائی اختیار کرتے ہوئے خلوت اور اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں توجہ اور حضور لازم کرلے۔ تدبیر واختیار کو ترک کرتے ہوئے تفرق وانتشار سے کنارہ کش ہوجائے تاکہ شر کی ہلاکتوں میں گرنے اور تباہی کے مقامات میں پڑنے سے بچا رہے اور توجہ جناب باری تعالیٰ کی طرف رہے جو خیر وشر کی تقدیر کرنے والا اور تمام اکوان و آثار کا مبدا ہے۔ اور خیر کی جانب کو مضبوط تھام لے کیونکہ یہ آفات وبلیات سے امن وسلامتی کا مرجع ہے۔ واللہ اعلم

(۱۳) یہاں سے اس بات پر دلیل ذکر فرما رہے ہیں کہ سب خدا کی مخلوق اور مقدور ہیں۔

عملوں کو پیدا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ذبح کرنے والے اور ذبح ہونے والے دونوں کو پیدا کیا ہے[14]۔ بندوں کے اعمال اللہ تعالےٰ کی مخلوق اور بندوں کا کسب ہیں[15] ——— اللہ تعالےٰ

---

(۱۴) لہذا بکری کا ذبح اور اونٹ کا نحر اس کی خلق میں داخل ہیں۔ گویا کہ کسی نے حیوان کو ذبح کرنا اور کسی جاندار شئے کو تکلیف دینا بعید جانا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا کہ یہ سب کچھ اسی کی خلق و تقدیر سے ہے۔ قاتل و مقتول اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تمام اشیاء اس کی مخلوق اور اس کی قدرت میں داخل ہیں تو اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ بندے کا بھی کچھ دخل ہے جیسا کہ اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے، چنانچہ آگے فرماتے ہیں۔

## (۱۵) اللہ خالق ہے اور بندہ کاسب

کسب کا لغوی معنی اختیار کرنا اور گرد آوردن جمع کرنا ہے۔

اہلسنت میں یہ بات مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندہ کاسب۔ اس کی تحقیق اپنے مقام پر درج ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے پروردگارِ عالم نے اسباب پیدا فرمائے ہیں اور ہر کام کا سبب مقرر فرمایا جیسا کہ جلانے کے لیے آگ اور تر کرنے کے لیے پانی وغیرہ۔ اور کسی کام کو پیدا کرنے کے لیے بندے کے قصد و اختیار کو سبب بنایا ہے۔ جب بندے کی طرف سے قصد پایا جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ فعل کی ایجاد فرمادیتا ہے یہاں تک کہ بندے کے قصد کا پیدا کرنا بھی اسباب و آلات پر موقوف ہے اور یہ سب کے سب مخلوق الٰہی ہیں۔ لہذا قصد بھی اللہ کی ایجاد ہے۔ کہتے ہیں کہ قصد

فرما رہا ہے[16]، جنت میں داخل ہو جاؤ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے۔ اللہ سبحانہٗ کس قدر رحم و کرم والا ہے کہ عمل کی نسبت بندوں کی طرف کرتے ہوئے انھیں عمل کی وجہ سے دخولِ جنت کا مستحق ٹھہرا رہا ہے جبکہ یہ بھی اسی کی توفیق[17] و رحمت[18] سے ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا[19]۔ عرض کیا گیا: آپ بھی نہیں یا رسول اللہ؟ فرمایا: میں بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوں گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت مجھے ڈھانپ لے[20]۔

---

وجودی چیز نہیں ہے بلکہ لاموجود و لامعدوم ہے۔ اس کے باوجود نفس الامر میں کوئی ایسی چیز موجود ہے جس کے ساتھ بندہ استناد و استقلال حاصل کرتا ہے اور یہ چیز عادت جاریہ کے مطابق ایجادِ حق کی موقوف علیہ ہے۔ حق بات یہی ہے کہ علمی گفتگو کے ذریعے اس مسئلہ کی کنہ معلوم کرنا ممکن نہیں۔ ہاں کشف اتم کے ذریعے حقیقتِ حال پر آگاہی ہو سکتی ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ دخولِ بہشت کے وقت یہ خبر منکشف ہو جائے گی۔

(۱۶) یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ بندوں کی طرف عمل کی نسبت و اسناد ہوتی ہے اور ترتبِ ثواب و عقاب میں ان کا دخل ہے۔

(۱۷) کہ دنیا میں عمل کی توفیق دی۔

(۱۸) کہ آخرت میں ان پر رحمت فرمائے گا۔

(۱۹) بلکہ محض اس کے فضل و کرم سے داخل ہو گا۔

(۲۰) جس طرح کہ نیام تلوار کو ڈھانپ لیتی ہے۔

یہ فرما کر آپ نے اپنا دستِ مبارک اپنے سر پر رکھ لیا[۲۱]۔ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے[۲۲]۔ جب تم حکمِ خداوندی کے مطیع اور امرِ خدا کے فرمانبردار اس کی نہی سے رُک جاؤ گے اور قضاو قدر کو تسلیم کر لو گے تو اللہ تعالیٰ شر سے تمہیں محفوظ رکھے گا اور خیر کے ذریعے تم پر اپنا فضل فرمائے گا اور دین و دنیا کی تمام آفتوں سے بچائے گا۔ دینی معاملہ میں حفاظت کے متعلق فرمانِ الٰہی ہے ہم نے یوسف علیہ السلام سے یہ معاملہ کیا تاکہ ہم آپ سے زنا اور اس کے مقدمات دُور رکھیں یقیناً وہ ہمارے مخلص بندوں سے ہیں[۲۳]۔ دنیاوی حمایت کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے ، اگر تم شکر گزار مومن بندے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب کیوں دے گا۔ شاکر مومن کے پاس مصیبت کیا کرے گی ؟ جبکہ وہ بلا کی نسبت عافیت کے زیادہ قریب ہے اور شکر گزار ہونے کی وجہ سے زیادتِ نعمت کے مقام میں ہے[۲۴]۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ، اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں زیادہ دوں گا۔ جب تمہارا ایمان آخرت کی آگ کو سرد کر دیتا ہے جو کہ ہر گنہگار کے لیے عذاب ہے[۲۵]

---

(۲۱) اللہ تعالیٰ کے احکام و اوامر کو تسلیم کرتے اور تعظیم بجا لاتے ہوئے جیسا کہ اہلِ عرب کی عادت ہے کہ تعظیم و تکریم کے وقت وہ اپنا ہاتھ سر پر رکھ لیتے ہیں۔

(۲۲) وَلَا اَنْتَ ؟ کہہ کر سوال کرنے والی بھی آپ ہیں۔

(۲۳) خالص کرنے والے یا خالص کیے ہوئے۔

(۲۴) کیونکہ شکر مزید نعمت کا سبب ہے نہ کہ ابتلا و انتقام کا موجب اور عقاب و سزا کا محل کفر اور کفرانِ نعمت ہے۔

(۲۵) چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ مومن جب دوزخ سے گزریں گے تو دوزخ پکار اٹھے گی کہ اے مومن! جلدی سے گزر جا کیونکہ تمہارا نور میری آگ کو ختم کر رہا ہے۔

تو دنیا آتش بلا اور غضبِ الٰہی کو کیوں نہ بجھائے گا۔(۲۶) اللّٰھم مگر کہ بندہ مجذوبوں سے ہو جسے اللہ تعالیٰ نے ولایت خلوص محبت وصفائے مودّت، مراتبِ عَلیہ اور مناصبِ سَنیہّ کے لیے چن لیا ہو تو اس کے لیے بلائیں ضروری ہیں تاکہ اسے خواہشاتِ نفس، میلانِ طبیعت، نفس کی لذات وشہوات، مخلوق سے آرام و سکون، ان کے قرب میں خوشنودی حاصل کرنے اور ان کے ساتھ ثبوت و فرحت پانے سے خالی کر دیا جائے۔(۲۷) اس عبد مجذوب کو مبتلا کیا جاتا ہے یہاں تک کہ تمام آلائشیں اس سے خارج ہو جاتی ہیں اور دل تمام آلودگیوں سے پاک کر دیا جاتا ہے۔(۲۸) پھر اس کا دل خدا کی وحدانیت، حق کی معرفت اور علومِ غیب کی آمد کا محل بن جاتا ہے جس میں طرح طرح کے اسرار وعلوم اور انوارِ قرب جلوہ گر ہوتے ہیں کیونکہ یہ دل ایسا گھر ہے جس میں دُوئی کی گنجائش نہیں ہے۔ قرآنِ حکیم میں ہے: اللہ تعالیٰ نے کسی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔(۲۹) نیز فرمایا کہ

---

(۲۶) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان وطاعت لطف ورحمت اور ناز ونعمت کا سبب ہیں جیسا کہ فرمانبردار غلاموں کے متعلق امراء وسلاطین کے سامنے مشاہدہ کیا جاتا ہے نیز مومن بارگاہِ الٰہی کے محبوب ہیں اور محب اپنے محبوب کو کبھی عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔

(۲۷) اجتباء۔ اور اصطفاء۔ دونوں ہم معنی ہیں۔

(۲۸) جس طرح کہ زنگ آلود لوہا آگ پر صاف کیا جاتا ہے، اس گروہ کے حق میں یہ بھی حمایت وعنایت، تفضل واحسان، نعمت وعافیت اور لطف و کرم میں شامل ہے لہذا مومن ہر حال میں انعام واکرام اور لطف وکرم کا مستحق ہے خواہ انعام ظاہری ہو یا خفی۔

(۲۹) ؎ یک دل داری بس است یکدوست ترا

(تمہارا دل ایک ہے لہذا دوست بھی ایک ہی کافی ہے)

یقیناً سلاطین جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے خراب کرتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل بنا دیتے ہیں۔ ان معزز لوگوں کو خوب صورت منازل اور ستھری زندگی سے نکال دیتے ہیں[30]۔ اس سے قبل دل پر نفس، شیطان اور خواہش کی حکمرانی تھی اور اعضاء ان کے حکم کے مطابق متحرک تھے کہ طرح طرح کی برائیوں اور گمراہیوں[31] میں مصروف تھے جب ان کی سلطنت زائل ہو گئی تو جوارح نے سکون حاصل کر لیا، اور دل جو کہ شاہی محل ہے خالی ہو گیا اور سینہ جو کہ صحن ہے غیر کے غبار سے صاف ہو گیا لیکن دل وہ توحید اور معرفت و علم کا مرکز بن گیا اور سینہ عجائبات غیبی اور واردات کے نزول کا مقام بن گیا[32]۔ یہ آفات

---

(۳۰) کہ وہ لوگ بمقتضائے طبع و حکم نفس اطمینان و سکون کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے ناز و نعمت کے ساتھ رہ رہے تھے کہ ان کو تہہ و بالا کر ڈالا۔

ہمچو من سرمست را در خانہ خود رہ دہی
آخر ندانی اینقدر ایں بشکنم آں بشکنم

(مجھ ایسے سرمست کو اپنے گھر کی طرف راہ دیتے ہوئے یہ نہ جانا کہ میں یہ نہیں توڑوں گا وہ توڑوں گا)

(۳۱) تُرَّهات تُرَّهَة کی جمع ہے یہ فارسی کے لفظ دو رویہ سے عربی بنایا گیا ہے یعنی بڑی شاہراہ سے نکلنے والا چھوٹا راستہ۔ اور کبھی عظیم حادثہ اور سخت و دشوار کام کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔

(۳۲) **ولی کا دل اسرارِ غیبیہ کا مرکز ہے** اس کلام حقیقت انتظام سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہی محل توحید و معرفت کا مرکز و مسکن دل ہی ہے اور سینہ جو کہ اس محل کا صحن ہے

بلیات کا نتیجہ اور ثمر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارے انبیاء کرام کی آزمائش سب سے سخت ہوتی ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کی جو صلاح و فضیلت میں ان کے نزدیک ہیں۔ اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے زیادہ خدا کی معرفت رکھنے والا اور اس سے ڈرنے والا ہوں۔ جو بادشاہ کے زیادہ قریب ہوگا اس کے لیے

---

وہ بھی اسرار غریبہ اور علوم غیبیہ کے ورود کا مقام ہے۔ دل اور سینہ اصطلاح معرفت میں عوالم غیوب و انوار معرفت کے دو جہانوں کا نام ہے جو کہ عالم ملکوت سے فیض پاتے ہیں پہلے انوار دل پر برستے ہیں اور ان انوار کے آثار خشیت ہیبت اور سرور وغیرہ یہ عالم جبروت سے اترتے ہیں ان کی جائے ورود سینہ ہے کہ سینے کا تعلق عالم جبروت سے ہے اور دل کا تعلق عالم غیب سے، عالم جبروت کو عالم صدر سے اور عالم غیب کو دل سے کنایہ کرتے ہیں یہ عالم جبروت عالم ملکوت و شہادت کے درمیان واقع ہے جیسا کہ سینہ قلب و جوارح کے درمیان ہے۔ لیکن رونا، چیخنا چلانا اور ڈر کی وجہ سے بالوں کا کھڑے ہو جانا، ان کا تعلق عالم شہادت سے ہے چونکہ جوارح کا تعلق بھی عالم شہادت سے ہے اس لیے ان کے آثار کا ورود بھی جوارح پر ہوگا جس طرح کہ عالم صنوبر یعنی صورت قلب اور اس کا احاطہ کرنے والی ہڈیاں یعنی صورت صدر کے درمیان نسبت ہے وہی نسبت معنوی قلب و صدر کے درمیان سمجھنا چاہئے جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے ذکر فرمایا۔ اور جب سلطان توحید اور شہود ذاتی مملکت وجود پر غالب آجاتا ہے تو قلب و سینہ کے انوار و اسرار چمکتے ہیں اور وہاں سے اعضاء و جوارح میں سرایت کرتے ہیں۔

خوف و خطر بھی زیادہ ہو گا اس لیے کہ وہ بادشاہ کی نگاہ میں ہوتا ہے اس کے تمام تصرفات حرکتیں اور ادھر ادھر دیکھنا بادشاہ پر ظاہر ہوتا ہے۔

**اعتراض:** اللہ تعالیٰ کے سامنے تمام لوگ ایک آدمی کا حکم رکھتے ہیں اس پر بندوں کی کوئی چیز مخفی نہیں،(۳۳) تو اس کلام کا کیا فائدہ ہو گا؟

**جواب:** یہ درست ہے کہ اللہ کا علم تمام کو محیط ہے لیکن جب اس آدمی کی قدر و منزلت اللہ کی بارگاہ میں بڑھ گئی رتبہ زائد ہو گیا تو اس کے لیے خطرات بھی بڑھ گئے ہیں کیونکہ اس کی اس قدر عظیم نعمت و فضل کا شکر ادا کرنا بھی لازم ہے اور اس کی اطاعت میں ادنیٰ سی بے احتیاطی ادائے شکر میں کوتاہی ہے اور یہ اطاعتِ خداوندی میں کمی کا سبب ہے(۳۴)۔ رب کائنات جل شانہٗ نے فرمایا: اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کھلی نافرمانی کرے گی(۳۵) اسے اوروں سے دگنا عذاب دیا جائے گا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج کو یہ اس لیے کہا کہ ان پر قرب و معیتِ نبی کی وجہ سے(۳۶) نعمتوں کا اتمام ہو چکا ہے، تو اس آدمی کا کیا حال ہو گا جسے اللہ تعالیٰ کا

---

(۳۳) کہ مقربین کے احوال کو دیکھتا، جانتا ہے جبکہ وہ تمام مخلوق کو دیکھتا جانتا ہے تو مقربین کے ساتھ دیکھنے جاننے کی تخصیص کیونکر؟

(۳۴) اور یہ مقربین کے لیے زیادہ خطرے اور پرہیز کا سبب ہے۔ ان کے متعلق زیادہ علم ہونا یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ اس کا اعتبار زیادہ اور ان پر مواخذہ سخت ہے۔ آگے مقربین پر مواخذہ سخت ہونے کی دلیل ذکر فرماتے ہیں۔

(۳۵) فاحشہ کے معنی زنا کے بھی ہیں اور ہر حد سے بڑھنے والی برائی کو بھی فاحش کہتے ہیں۔

(۳۶) جیسا کہ یٰنساء النبی کی اضافت سے مفہوم ہوتا ہے اور یہاں یہی مقصود ہے۔

قُرب و اتصال میسر آچکا ہے۔ (۳۷) اللہ تعالٰے اس بات سے بہت بلند ہے کہ اسے اپنی مخلوق میں سے کسی سے تشبیہ دی جائے۔ اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سُننے جاننے والا ہے۔ (۳۸)

---

(۳۷) اگرچہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قُرب و اتصال خداوندی قُرب و اتصال کا سبب ہے تاہم اس کے باوجود۔

(۳۸) اس کے مقابلہ میں کسی کی سماعت و بصارت نہیں رہتی، سب کی معدوم و فنا ہو جاتی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کے لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کی بنا پر یہ وعید ہے تو حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نسبت کی وساطت سے جسے اللہ تعالٰی کے ساتھ انتساب حاصل ہے اس اعتبار پر وعید اس سے بھی شدید اور قوی ہو گی۔ اسے سمجھ لو۔

# اَلْمَقَالَةُ الثَّامِنَةُ وَالْعِشْرُوْنَ

قَالَ رضی اللہ عنہ اَتُرِیْدُ الرَّاحَةَ وَالسُّرُوْرَ وَالدَّعَةَ وَالْحُبُوْرَ وَالْاَمْنَ وَالسُّكُوْنَ وَالنَّعِيْمَ وَالدَّلَالَ وَاَنْتَ بَعْدُ فِیْ كِيْرِ السَّبْكِ وَالتَّذْوِيْبِ وَتَمْوِيْتِ النَّفْسِ وَمُجَاهَدَةِ الْهَوٰى وَاِزَالَةِ الْمُرَادَاتِ وَالْاَعْوَاضِ دُنْيَا وَّاُخْرٰى وَقَدْ بَقِیَ فِيْكَ بَقِيَّةٌ مِّنْ ذٰلِكَ ظَاهِرَةٌ لَا بُحَّةَ عَلٰى دِسْلِكَ يَا مُسْتَعْجِلُ مَهْلًا مَهْلًا يَا مُتَرَقِّبُ اَلْبَابُ مَسْدُوْدٌ اِلٰى ذٰلِكَ وَقَدْ بَقِيَتْ عَلَيْكَ مِنْهُ بَقِيَّةٌ وَّفِيْكَ ذَرَّةٌ مِّنْهُ اَلْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَّا بَقِیَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ اَنْتَ مَصْدُوْدٌ عَنْ ذٰلِكَ مَا بَقِیَ عَلَيْكَ مِنَ الدُّنْيَا مِقْدَارُ مَصِّ نَوَاةٍ اَلدُّنْيَا هَوَاكَ وَمُرَادُكَ وَمُنَاكَ وَرُؤْيَتُكَ لِشَیْءٍ مِّنَ الْاَشْيَاءِ وَتَشَوُّقُ نَفْسِكَ اِلٰى شَیْءٍ مِّنَ الْاَعْوَاضِ دُنْيَا وَّاُخْرٰى فَمَادَامَ فِيْكَ شَیْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ فَاَنْتَ فِیْ بَابِ الْاِفْنَاءِ فَاسْكُنْ حَتّٰى يُحْصَلَ الْفَنَاءُ عَلَى التَّمَامِ وَالْكَمَالِ فَتُخْرَجَ مِنَ الْكِيْرِ وَتُكْمَلُ صِيَاغَتُكَ وَتُحَلّٰى وَتُكْسٰى وَتُطَيَّبَ وَتُبَخَّرَ ثُمَّ تُرْفَعُ اِلَى الْمَلِكِ الْاَكْبَرِ فَتُخَاطَبُ بِاَنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ فَتُؤَانَسُ وَتُلَاطَفُ وَتُطْعَمُ مِنَ الْفَضْلِ وَمِنْهُ تُسْقٰى وَتُقَرَّبُ وَتُدْنٰى وَتُطَّلَعُ عَلَى الْاَسْرَارِ هِیَ عَنْكَ لَا تُخْفٰى فَتَغْنٰى بِمَا تُعْطٰى مِنْ ذٰلِكَ

عَنْ جَمِيعِ الْأَشْيَاءِ أَلَا تَرَى إِلَى قُرَاضَةِ الذَّهَبِ مُتَفَرِّقَةً
مُتَبَدِّدَةً مُتَدَاوَلَةً غَادِيَةً رَائِحَةً فِي أَيْدِي الْعَطَّارِينَ وَ
الْبَقَّالِينَ وَالْقَصَّابِينَ وَالدَّبَّاغِينَ وَالنَّفَّاطِينَ وَالْكَنَّافِينَ
أَصْحَابِ الصَّنَائِعِ النَّفِيسَةِ وَالرَّذِيلَةِ الدَّنِيَّةِ الْخَبِيثَةِ ثُمَّ تُجْمَعُ
فَتُجْعَلُ فِي كِيرِ الصَّائِغِ فَتَذُوبُ هُنَاكَ بِاشْتِعَالِ النَّارِ عَلَيْهَا ثُمَّ
تُخْرَجُ مِنْهُ وَتُرَقَّقُ وَتُطْبَعُ فَتُصَاغُ فَتُجْعَلُ حُلِيًّا ثُمَّ تُجْلَى وَ
تُطَيَّبُ فَتُتْرَكُ فِي خَيْرِ الْمَوَاضِعِ وَالْأَمْكِنَةِ مِنْ وَرَاءِ الْأَغْلَاقِ
فِي الْخَزَائِنِ وَالصَّنَادِيقِ وَالْأَحْقَاقِ أَوْ تُحَلَّى بِهَا الْعَرُوسُ وَتُزَيَّنُ
وَتُكَرَّمُ وَقَدْ تَكُونُ الْعَرُوسُ مِنَ الْمَلِكِ الْأَعْظَمِ فَتَنْتَقِلُ الْقُرَاضَةُ
مِنْ أَيْدِي الدَّبَّاغِينَ إِلَى قُرْبِ الْمَلِكِ وَمَجْلِسِهِ وَبَعْدَ السَّبْكِ وَ
الدَّقِّ فَهٰكَذَا أَنْتَ يَا مُؤْمِنُ إِذَا صَبَرْتَ عَلَى مَجَارِي الْأَقْدَارِ وَرَضِيتَ
بِالْقَضَاءِ فِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ قُرِّبْتَ إِلَى مَوْلَاكَ فِي الدُّنْيَا فَتَنْعَمُ
بِالْمَعْرِفَةِ وَالْعُلُومِ وَالْأَسْرَارِ وَتُسْكَنُ فِي الْآخِرَةِ دَارَ السَّلَامِ
مَعَ الْأَنْبِيَاءِ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ فِي جِوَارِ
اللهِ وَدَارِهِ وَقُرْبِهِ وَالْأُنْسِ بِهِ فَاصْبِرْ وَلَا تَسْتَعْجِلْ وَارْضَ
بِالْقَضَاءِ وَلَا تَتَّهِمْ فَيَنَالُكَ بَرْدُ عَفْوِهِ وَحَلَاوَةُ مَعْرِفَتِهِ وَ
لُطْفِهِ وَكَرَمِهِ وَمَنِّهِ ۔

مقالہ ۲۸

# احوالِ مرید کی تفصیل

غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا: کیا تم نفس کشی، خواہشوں کے پگھلانے اور دُنیا و آخرت کی مرادات و مرغوبات کی بھٹی میں پڑے ہونے کے باوجود راحت و سرور، آسودگی و چین، امن و سکون اور ناز و نعمت کے طالب ہو۔ تم میں ابھی مرادات اور اعراض کی طلب باقی اور ظاہر و باہر ہے[1]۔ اے جلدباز! ٹھہر جا۔ اے فتح باب کی امید لگائے انتظار کرنے والے! آہستہ ہو جا، جب تک خواہشات کا کچھ حصہ بھی باقی ہوگا یہ دروازہ بند ہی رہے گا اور ابھی تم میں کچھ آرزوئیں موجود ہیں۔ مکاتب[2] کے ذمہ ایک درہم بھی ہو تو غلام ہی

---

(۱) جیسا کہ اس کے آثار تمہارے احوال و افعال سے ظاہر ہو رہے ہیں اور تمام لوگ مشاہدہ کر رہے ہیں اور اگر دوسروں پر پوشیدہ ہے تو تم سے تو مخفی نہیں۔

(۲) مُکاتب اُس غلام کو کہتے ہیں جو اپنے مالک سے معیّن مدت میں مخصوص رقم کی ادائی کا وعدہ کرے، جب وہ حسبِ وعدہ رقم ادا کرے گا تو آزاد ہو جائے گا اور حکمِ شریعت کے مطابق جب تک کچھ بھی رقم باقی ہو تو آزاد نہیں

ہوتا ہے۔ جب تک تم میں کھجور کی گھٹلی چوسنے کے برابر طلبِ دنیا باقی ہے قربِ قبولِ خداوندی کا دروازہ بند ہے۔ دنیا کی خواہش و آرزو اور دنیا کی کسی چیز کو بطریقِ میل و محبت اور بطورِ عجب دیکھنا[3] حظِ نفس و حکمِ طبیعت کے مطابق عزو جاہ کسی چیز کی طرف توجہ اور دُنیا و آخرت کے کسی عمل پر اجر کی آرزو یہ سب وصول سے مانع ہیں[4] ان میں سے کوئی چیز بھی تم میں موجود ہے تو تم ابھی ان کے فنا کرنے کے دروازے پر ہو لہذا بہ تمام و کمال فنا حاصل ہونے تک ٹھہرو اور صبر کرو[5]، یہاں تک کہ تم بھٹی سے پاک ہو کر نکل آؤ اور تمہاری صیاغت مکمل ہو جائے[6]۔ پھر تمہیں اچھے لباس سے آراستہ دیدہ زیب زیور سے مزین کر کے خوشبوؤں میں بسا کر سب سے بڑے بادشاہ کے حضور پہنچا دیا جائے گا اور تمہیں اس

---

ہو گا یہاں تک کہ ایک درہم بھی باقی ہے تو غلام ہی ہے اسی طرح اس راہ کے سالک اور قربِ درگاہ کے طالب کا معاملہ ہے کہ جب تک طلبِ مراد، آثارِ ہستی اور خود خواہی اور خود کامی کا ایک ذرہ تک موجود ہے تو وہ آزادی کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا اور خالص حریت کے مقام پر فائز نہیں ہو سکتا، جیسا کہ آگے فرماتے ہیں۔

(۳) ماسوی اللہ مال و اسباب، اولاد، علم و فضل اور طاعت و عبادت کی طرف نظر رکھنا ہو

(۴) اخلاصِ حقیقی اور عبودیتِ تحقیقی کے حصول میں رکاوٹ ہیں کیونکہ ابھی تک ہستی اور خود پرستی کا نشان باقی ہے۔

(۵) اور وصول کا دعویٰ نہ کرو۔

(۶) صوغ کا معنی ہے پگھلائے ہوئے سونے کو جسم کی صورت میں ڈھالنا یعنی پگھلانے اور فانی کرنے کے بعد تمہیں مقامِ بقا پر فائز کیا جائے گا۔

طرح خطاب کیا جائے گا۔ آج کے دن سے آپ ہمارے ہاں صاحبِ مرتبہ و امانت ہو۔ پھر موانست و ملاطفت سے گفتگو کی جائے گی۔ لطف و کرم کی فراوانی کے ساتھ کھلایا پلایا جائے گا، اللہ تعالیٰ کا انتہائی قرب میسر ہوگا۔ اسرار اور حقائق و امور پر اس طرح مطلع کیا جائے گا کہ کوئی چیز مخفی نہیں رہے گی۔ ان نعمتوں کی موجودگی میں باقی ہر چیز(7) سے مستغنی ہو جاؤ گے۔ کیا تم نے سونے کے بکھرے ہوئے ٹکڑے نہیں دیکھے جو عطاروں، بقالوں، قصابوں(8)، چمڑا رنگنے والوں، تیل بیچنے والوں، خاکروبوں اور دیگر اعلیٰ صنعتوں اور گھٹیا پیشے والوں کے ہاتھوں میں صبح و شام گردش کرتے ہیں پھر انہیں جمع کر کے سنار کی بھٹی میں پگھلا دیا جاتا ہے۔ بعد میں نکال کر ہتھوڑی سے نرم کرتے ہوئے جسم کی صورت میں ڈھال دیا جاتا ہے۔ زیورات کی صورت میں ڈھال کر جلا دی جاتی ہے خوشبو میں لبسایا جاتا ہے پھر اعلیٰ و محفوظ مقامات پر متقفل خزانوں اور محفوظ صندوقوں میں بند کر دیا جاتا ہے یا دلہنوں کو ان زیورات کے ساتھ جلوہ دے کر مزین و مکرم کیا جاتا ہے اور کبھی وہ دلھن بادشاہ کی ملکہ بن جاتی ہے(9)۔ اس طرح یہ سونے کے ٹکڑے رنگریزوں کے ہاتھوں ہوتے ہوئے پگھلنے اور کوٹنے کے بعد بادشاہ کے قریب یا اس کی مجلس میں پہنچ جاتے ہیں، اسی طرح اے اہلِ ایمان! تم قضاء و قدر پر صابر ہو کر

---

(7) جو بھی ماسوا، حق ہے، یعنی دنیا و آخرت کی ہر وہ چیز جس میں حق مطلوب و منظور نہیں ہے۔

(8) قصاب کا معنی گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور اعضاء کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنا۔ ذبح کرنے والے کو جرار کہتے ہیں۔

(9) اس صورت میں اس کی قدر و منزلت مزید بڑھ جاتی ہے۔

تمام احوال میں فیصلوں پر راضی ہو جاؤ[10] تو تمھیں دنیا میں اپنے مولیٰ کے قرب کی دولت سے نوازتے ہوئے معرفت[11]، علوم اور اسرار[12] کی نعمتوں سے سرفراز کیا جائیگا۔ آخرت میں تمھارا مسکن وہ دار السلام بنے گا جہاں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین علیہم السلام کی ہمراہی نصیب ہو گی اور اللہ تعالیٰ کی ہمسائیگی، اس کے مقامِ خاص اور قُربِ معنوی وعندیت حقیقی[13] سے سرفراز کیے جاؤ گے خدا کے ذکر وشہود سے چین پاؤ گے۔[14] چنانچہ عجلت سے کام نہ لو صبر و تحمل کو اختیار کرو، قضا سے راضی رہو،[15] خدا تعالیٰ پر بخل اور عدم اطلاع کا اتہام نہ تراشو۔ اس طرح عفو کی خنکی، معرفت کے تلطف، خدا کے اکرام کے سامنے اور اس کے احسان کی حلاوت سے فیضیاب ہو سکو گے۔

---

(۱۰) خواہ فقر ہو یا غنا، صحت ہو یا بیماری، تنگی ہو یا آسانی اور دیگر حالات موافق ہوں یا مخالف عبادت و طاعت اور اوامر و نواہی کی پابندی جاری رکھو۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کے افعال کی معرفت۔

(۱۲) جن کا تعلق سلوکِ طریقت اور بارگاہِ قُرب تک وصول کے ساتھ ہے اور علومِ لدنیہ وغیرہ۔

(۱۳) موجودات کے احوال و اسرار اور خلق و ایجاد کی حکمتوں سے۔

(۱۴) جِوَارُاللّٰهِ وَدَارِهٖ وَقُرْبِهٖ وَالْاُنْسِ بِهٖ کے الفاظ متشابہات سے ہیں ان سے مراد وہ معانی ہیں جو شائبۂ تشبیہ سے معرا ہیں الفاظ کی تنگی اور عوام کو سمجھانے کی غرض سے ان الفاظ کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے۔

(۱۵) کہ مقصود کے حصول میں تاخیر ہو رہی ہو تو بھی راضی رہو یہاں تک کہ معین مدت آپہنچے۔

# اَلْمَقَالَةُ التَّاسِعَةُ وَالْعِشْرُوْنَ

قَالَ رض فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَادَ الْفَقْرُ
اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا يُؤْمِنُ الْعَبْدُ بِاللهِ وَيُسَلِّمُ الْاُمُوْرَ كُلَّهَا اِلَى
اللهِ وَيَعْتَقِدُ تَسْهِيْلَ الرِّزْقِ مِنْهُ وَاَنَّ مَا اَصَابَهُ لَمْ يَكُنْ
لِيُخْطِئَهُ وَمَا اَخْطَاهُ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَهُ وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ
لَّهُ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى
اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ وَيَقُوْلُ ذٰلِكَ وَهُوَ فِيْ حَالِ الْعَافِيَةِ ثُمَّ يَبْتَلِيْهِ
اللهُ تَعَالٰى بِالْبَلَاءِ وَالْفَقْرِ فَيَاْخُذُ فِي السُّؤَالِ وَالتَّضَرُّعِ فَلَا
يَكْشِفُهَا عَنْهُ فَحِيْنَئِذٍ يَتَحَقَّقُ قَوْلُهُ كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا
فَمَنْ تَلَطَّفَ اللهُ بِهٖ كَشَفَ عَنْهُ مَا بِهٖ فَاَدْرَكَهُ بِالْعَافِيَةِ وَالْغِنَاءِ
وَوَفَّقَهُ لِلشُّكْرِ وَالْحَمْدِ وَالثَّنَاءِ فَيُدِيْمُ لَهُ ذٰلِكَ اِلَى اللِّقَاءِ
وَمَنْ يُّرِدِ اللهُ فِتْنَتَهُ اَدَامَ بَلَاءَهُ وَفَقْرَهُ فَيَنْقَطِعُ عَنْهُ
مَدَدُ اِيْمَانِهٖ فَيَكْفُرُ بِالْاِعْتِرَاضِ وَالتُّهْمَةِ لِلْحَقِّ وَالشَّكِّ فِيْ
وَعْدِهٖ فَيَمُوْتُ كَافِرًا بِاللهِ وَجَاحِدَ الْاٰيَاتِهٖ مُتَسَخِّطًا عَلٰى رَبِّهٖ
اِلَيْهِ اَشَارَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ
عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَجُلٌ جَمَعَ اللهُ لَهُ بَيْنَ فَقْرِ الدُّنْيَا وَعَذَ

الاٰخِرَۃِ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ وَھُوَ الْفَقْرُ الْمُنْسِیُ الَّذِیْ اِسْتَعَاذَ
مِنْہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالرَّجُلُ الثَّانِیْ ھُوَ
الَّذِیْ اَرَادَ اللّٰہُ اِصْطِفَاءَہٗ وَاِجْتِبَاءَہٗ وَجَعَلَہٗ مِنْ خَوَاصِّہٖ وَ
اَحِبَّائِہٖ وَاَخِلَّائِہٖ وَوَارِثِ اَنْبِیَائِہٖ وَسَیِّدِ اَوْلِیَائِہٖ وَمِنْ
عَظِیْمِ عِبَادِہٖ وَعُلَمَائِھِمْ وَحُکَمَائِھِمْ وَشُفَعَائِھِمْ وَشَحْنَتِھِمْ
وَمَتْبُوْعِھِمْ وَمُعَلِّمِھِمْ وَھَادِیْھِمْ اِلٰی مَوْلٰھُمْ وَمُرْشِدِھِمْ
اِلٰی سُنَنِ الْھُدٰی وَاِجْتِنَابِ سُبُلِ الرَّدٰی فَاَرْسَلَ اِلَیْہِ جِبَالَ
الصَّبْرِ وَبِحَارَ الرِّضٰی وَالْمُوَافَقَۃِ وَالْفَنَاءِ فِیْ فِعْلِ الْمَوْلٰی
ثُمَّ یُدْرِکُہٗ بِجَزِیْلِ الْعَطَاءِ وَیُدَلِّلُہٗ فِیْ اٰنَاءِ اللَّیْلِ وَ
اَطْرَافِ النَّھَارِ فِی الْجَلْوَۃِ وَاِذَا خَلَا فِی الظَّاھِرِ مَرَّۃً وَ
فِی الْبَاطِنِ اُخْرٰی بِاَنْوَاعِ اللُّطْفِ وَفُنُوْنِ الْجَذْبَاتِ
فَیَتَّصِلُ لَہٗ ذٰلِکَ اِلٰی حِیْنِ اللِّقَاءِ ؕ

## مقالہ ۲۹

# فقر کفر کے قریب کر دیتا ہے

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی "قریب ہے کہ فقر کفر میں گرنے کا سبب بن جائے" کی تشریح میں فرمایا کہ جب بندہ اللہ پر ایمان لے آئے اور اپنے تمام امور اس کے سپرد کر دے اور یہ یقین کر لے کہ رزق آسان کرنے اور پہنچانے والا وہی ہے جو اسے ملا ہے وہ غلطی سے کسی اور کے پاس نہیں جا سکتا اور جو حاصل نہیں وہ حاصل نہیں ہو سکتا[1]، اور بندۂ مومن اس پر یقین رکھتا ہے کہ "اللہ سے ڈرنے والے کے لیے وہ تمام تنگیوں اور سختیوں

---

(۱) یعنی جو کچھ اس کے نصیب و مقدر میں ہے وہ اسے مل کر ہی رہے گا خواہ یہ طلب کرے یا نہ کرے۔ اور جو اس کے نصیب میں نہیں یہ جس قدر بھی طلب کرے وہ حاصل نہیں ہو گا۔ پہلے اعتقاد کا فائدہ یہ ہے کہ جو کچھ حاصل ہو اسے اپنے قوتِ بازو اور ذاتی کوشش کا مرہونِ منت نہ جانے۔ اور دوسرے اعتقاد کا مفاد یہ ہے کہ جو حاصل نہیں ہوا اس پر افسوس نہ کرے۔

سے آسانی کی راہیں پیدا کر دیتا ہے اور وہاں سے رزق دیتا ہے جس کا گمان تک نہ ہو۔" جو اللہ تعالےٰ پر بھروسا کرے اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ بندے کا یہ اعتقاد رنج و بلا سے عافیت و سلامتی کی حالت میں ہوتا ہے پھر اللہ تعالےٰ اسے آزمائش اور فقر میں مبتلا کر دیتا ہے تو وہ گریہ وزاری کے ساتھ خدا سے سوال شروع کر دیتا ہے لیکن اللہ اس کی تنگی دور نہیں فرماتا[2] تو اس وقت پیغمبرِ خدا کا یہ قول ثابت ہو جاتا ہے کہ "قریب ہے کہ فقر کفر بن جائے[3]" مگر جس کسی پر اللہ تعالےٰ مہربان ہو جاتا ہے تو اس سے آزمائش[4] اٹھا لیتا ہے تو اور عنایت و تونگری سے نواز کر شکر اور حمد و ثنا کی توفیق دے دیتا ہے اللہ تعالےٰ اسے تمام عمر عافیت و غنا کی اسی کیفیت میں رکھتا ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ کسی شخص کو آزمائش[5] میں رکھنا چاہتا ہے تو ہمیشہ اسے فقر و بلا

---

(۲) تو بندہ خداوند قدوس کے بارہ میں پہلے اعتقاد سے برگشتہ ہو کر ورطۂ کفر میں جا گرتا ہے۔

(۳) واضح رہے کہ اس مذکورہ حدیث کی تقریر و توضیح یوں بھی ہو سکتی ہے کہ بندہ آغاز میں ہی فقر و آزمائش میں مبتلا ہو کر کفر و انکار کے گڑھے میں جا گرے لیکن حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کی تقریر اس طرح فرمائی ہے کہ غنا کے بعد فقر میں مبتلا ہوا ہو کیونکہ اس صورت میں کفر کے گڑھے میں گرنے کا امکان زیادہ ہے۔

(۴) جس کی وجہ سے بے صبری و بیقراری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کفر و ضلالت میں گرنے کا امکان تھا

(۵) فتنہ کے لغوی معنی ہیں پگھلانے اور صاف کرنے کے لیے تیل کو آگ پر رکھنا اور آگ پر رکھے ہوئے تیل کو مفتون کہتے ہیں۔

میں رکھتا ہے یہاں تک کہ اس کے ایمان کی مدد منقطع ہو جاتی ہے تو خدا پر اعتراض کر کے جہالت بخل اور سفاہت کی تہمت لگا کر اور وعدۂ الٰہی[6] میں خلاف ورزی کا شک کر کے کافر ہو جاتا ہے تو اسی حالتِ کفر میں آیاتِ[7] ربانی کا اور اپنے رب پر ناراضی کی حالت میں مرجاتا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب اس پر ہو گا جس کو اللہ تعالےٰ نے دنیا کی احتیاج اور آخرت کے عذاب میں مبتلا رکھا ایسے فقر سے رسولِ خدا نے پناہ مانگی ہے اور ہم بھی خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔ تیسرا[8] انسان وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالےٰ نے ظاہری و باطنی نعمتوں اور کمال حسی و عقلی کے ذریعے برگزیدہ بنا لینے کا ارادہ فرمایا تو اُسے خاصانِ درگاہ اپنے ظاہر و باطن کے اور دنیا و آخرت کے دوستوں میں داخل کرلیا۔ انبیاء علیہم السلام کے علم کا وارث، انبیاء پر ایمان کی قوت اور ان کی اتباع میں کمال کی بنا پر اولیاء کا سرخیل اور اپنے بزرگ، باعظمت علماء، حقائق اشیاء سے آگاہ راست گفتار و درست کردار

---

(6) جو اللہ تعالےٰ نے مظلوم و مکروب کی اعانت اور دُعا کی قبولیت کا وعدہ کر رکھا ہے

(7) جو کہ اللہ تعالےٰ کی کمالِ قدرت و رحمت اور شمولِ علم و حکمت پر دال ہیں اور وعدۂ الٰہی کے سچ ہونے پر قرآن ناطق ہے۔

(8) پہلے دو گروہوں کا ذکر ہو چکا ہے (1) جو مبتلائے فقر ہونے کی وجہ سے ورطۂ کفر میں جا گرا اسے فقیر مضطر کہتے ہیں (2) جسے اللہ تعالےٰ نے غنی کر کے شکر کی نعمت سے مالا مال کر دیا اسے غنی شاکر کہتے ہیں تیسرا گروہ فقیر صابر ہے اس کی افضلیت کا ذکر فرما رہے ہیں۔

حکماء ، بارگاہِ رب العزت میں شفاعت کنندگان میں شامل کر لیا ، اور اس خلقت کے امور کا والی ، ان کا پیشرو[9] ، معلم[10] اور ہادی و مولیٰ بنایا تاکہ ان کی سنن ہدیٰ کی طرف رہنمائی کرے اور چاہِ ضلالت میں گرانے والے راستے سے بچائے ۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے صبر کے پہاڑوں کی رفعت[11] اور رضا کے دریاؤں کی گہرائی عطا کرتا ہے[12] اور فعلِ مولیٰ میں فنا اور اس سے موافقت کی نعمت سے نوازتا ہے[13] ، پھر اسے اللہ کریم کی طرف سے عطائے جزیل ملتی ہے ۔ صبح و شام کی تمام ساعتوں میں خلوت و جلوت میں اور ظاہر و باطن میں نازو نعمت کے ساتھ طرح طرح کی عطاؤں اور نوازشوں کے ساتھ اس کی پرورش کی جاتی ہے اور انعامِ خاص کا یہ سلسلہ وصالِ خداوندی تک مسلسل جاری رہتا ہے ۔

---

(9) کہ مسلمان کارِ خیر میں اس کی پیروی کریں ۔

(10) کہ لوگوں کو علمِ دین و شریعت کی تعلیم دے اور دنیا و آخرت میں ان کی اصلاح کے امور سمجھائے ۔

(11) تاکہ صبر کی برکت سے جادۂ مستقیم پر ثابت قدم رہے ۔

(12) تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکام و افعال میں مستغرق ہو جائے ۔

(13) تاکہ اپنی ہستی خواست اور آرزو سے مکمل طور پر آزاد ہو کر ولایتِ خاصہ کے مقام پر پہنچ جائے ۔

# المقالة الثلثون

قال رض ما أكثر ما تقول ايش اعمل وما الحيلة فيقال
لك قف مكانك ولا تجاوز حدك حتى يأتيك الفرج ممن
امرك بالقيام فيما انت فيه قال الله اصبروا وصابروا و
رابطوا واتقوا الله امرك بالصبر يا مؤمن ثم بالمصابرة
والمرابطة والمحافظة والملازمة له ثم حذرك عن
تركه فقال واتقوا الله في ترك ذلك اي تتركوا الصبر فان
الخير والسلامة في الصبر وقال النبي صلى الله عليه
وسلم الصبر من الايمان من الجسد وقيل لكل شيء
ثوابه بمقدار الا ثواب الصبر فانه جزاف غير مقدار
كما قال الله تعالى انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب
فاذا اتقيته في حفظك للصبر ومحافظة الحدود انجز لك
ما وعدك في كتابه وهو قوله ومن يتق الله يجعل له و
يرزقه من حيث لا يحتسب وكنت بصبرك حتى يأتيك الفرج
من المتوكلين وقد وعدك الله عز وجل بالكفاية فقال
ومن يتوكل على الله فهو حسبه وكنت مع صبرك و

وَتُوَكِّلُكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ وَقَدْ وَعَدَكَ بِالْجَزَاءِ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ
وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ وَيُحِبُّكَ اللهُ مَعَ ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ قَالَ
اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ فَالصَّبْرُ رَاْسُ كُلِّ خَيْرٍ وَّسَلَامَةٍ
دُنْيَا وَّ اُخْرٰى وَمِنْهُ يَتَرَقَّى الْمُؤْمِنُ اِلٰى حَالَةِ الرِّضَاءِ وَالْمُوَافَقَةِ
ثُمَّ الْفَنَاءُ فِىْ اَفْعَالِ اللهِ حَالَةُ الْبَدَلِيَّةِ وَالْغَيْبَةِ فَاحْذَرْ
اَنْ تَتْرُكَهٗ فَتُخْذَلُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَيَفُوْتُكَ خَيْرُهُمَا

## مقالہ ۳۰

# عمل اور ترکِ حیلہ

حضرت سرکارِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ بات باعثِ تعجب ہے کہ تم اکثر کہتے ہو کہ کون سا عمل کروں[۱] اور کون سی تدبیر کروں؟ تمھیں یہی کہا جائے گا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو[۲]، اپنی حد سے تجاوز نہ کرو[۳] جب تک اس مقام پر ٹھہرانے والے کی طرف سے کشادگی نہ آجائے۔ رب کریم فرماتا ہے: صبر کرو[۴]، جنگ کی سختیوں پر صبر کرنے میں دشمن پر غالب رہو[۵]، کفار کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے اپنے گھوڑوں کو سرحد پر

---

(۱) جس کے ذریعے مقصود تک پہنچ کر اپنی مراد پا سکوں اور کام میں کشائش حاصل ہو سکے۔

(۲) جہاں مولیٰ کریم نے اپنی رضا اور حکمِ شریعت کے مطابق ٹھہرایا ہے۔

(۳) اپنی طرف سے تدبیرِ نفس اور چارہ گری کے ذریعے۔

(۴) طاعات کی مشقتوں اور راہِ دین میں پہنچنے والی سختیوں پر۔

(۵) خصوصاً سب سے بدترین دشمن نفسِ امارہ کی خواہشات کی مخالفت کرتے ہوئے صبر کرو۔

تیار رکھو[6] اور اللہ سے ڈرو[7]۔ اے بندۂ مومن! اللہ کریم نے تمھیں صبر پھر صبر پر وابستگی اور مبالغہ کے ساتھ اس کی حفاظت کا حکم دیا اور انھیں چھوڑ دینے پر وعید سنائی کہ انہیں چھوڑنے پر اللہ سے ڈرو۔ یعنی صبر کرو کیونکہ دنیا و آخرت کی ہر آفت سے امن و سلامتی صبر ہی میں ہے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان میں صبر کا مقام اس طرح بلند ہے جس طرح جسم میں سر کا[8]۔ صبر کی فضیلت میں اسی طرح بھی کہا گیا ہے کہ، ہر چیز کے ثواب کی ایک حد متعین ہے سوائے صبر کے۔ صبر کا اجر بے حد و بے اندازہ ہے[9]، جیسا کہ رب کریم نے ارشاد فرمایا: صبر کرنے والوں کو اس کے بے حساب اجر دیا جائے گا۔ جب تم صبر کی حفاظت اور حدود[10] کی نگہداشت میں اللہ تعالے سے ڈرو گے تو اللہ تعالے اپنی کتاب میں درج وعدہ پورا فرما دے گا وہ وعدہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالے سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالے اس کے لیے

---

(۶) اور اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کی طاعت وعبادت اور نفس کی خواہش کی مخالفت پر باندھے رکھو۔

(۷) اللہ کے ماسوا اور اس کی ان کہی ہوئی چیزوں سے دوری پر پابندی کرتے ہوئے اللہ تعالے سے ڈرو۔

(۸) یعنی جس طرح سر کے بغیر جسم نہیں ہوتا اسی طرح صبر کے بغیر ایمان کمال نہیں پاتا، خود طاعت وعبادت بلکہ نفس ایمان بھی صبر کے افراد سے ہیں کہ جب تک ان کی ضدوں سے صبر نہیں کرے گا ان چیزوں کا وجود متحقق نہیں ہوگا اور یہ صورت پذیر نہیں ہوں گی

(۹) جزاف فارسی کے لفظ گزاف سے عربی میں لیا گیا ہے بمعنی بیحد و بے اندازہ۔

(۱۰) جو اس نے معین ومشروع فرمائی ہیں۔

ہر تنگی سے آسانی کی راہ پیدا فرما دیتا ہے اور اسے وہاں سے روزی پہنچاتا ہے جس کا اُسے گمان تک نہیں ہوتا[11]۔ چنانچہ اگر تم کشائش نصیب ہونے تک صبر[12] کرتے رہے تو تمہارا شمار متوکلین سے ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے توکل کی بنا پر تمہارے لیے اپنے کافی ہونے کا وعدہ فرما رکھا ہے[13] کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرے، تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔ اگر تم صبر کے ساتھ اس کے لازم توکل کو بھی اپنائے رکھو گے تو تم محسنین[14] میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے محسنین کے ساتھ جزا کا وعدہ کر رکھا ہے، فرمایا ہے، ہم محسنوں کو اس طرح جزا دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تم محبوبِ خدا بن جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ محسنوں سے محبت رکھتا ہے[15]۔ لہٰذا صبر ہی دُنیا و آخرت کی ہر بھلائی اور سلامتی کی بنیاد ہے اور مومن اسی سے ترقی کرتے ہوئے رضا و موافقت کی حالت میں جاگزیں ہوتا ہے اور وہاں سے افعالِ خداوندی میں فنا حاصل کر لیتا ہے جو کہ بدلیت اور

---

(11) خواہ روزی حسی و جسمانی ہو یا عقلی و روحانی۔

(12) کہ اسباب کے پیچھے نہ دوڑے اور قلق و اضطراب کو ترک کر دیا۔

(13) کہ وہ تمہاری تمام مہمات کو پورا فرمائے گا اور اس کی عنایات و کرامات کی موجودگی میں آلات و اسباب کی محتاجی نہیں رہے گی۔

(14) جو صفتِ شہود و حضور سے متصف ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور احسان کا معنیٰ یہی ہے۔

(15) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر کس طرح سعادات و کمالات کا جامع ہے کہ اس میں توکل و احسان بھی ہے، کفایت و جزا بھی اور محبتِ خدا بھی۔

غیبت کی حالت ہے[16]۔ اس حالت کو ترک کرنے اور ترقی حاصل نہ کرنے سے بچو ورنہ دُنیا و آخرت میں نصرت و قبول اور توفیق کے مقام سے گرا دیئے جاؤ گے اور خیر و فلاح سے محروم ہو جاؤ گے۔

---

(16) ابدال میں کوئی خواہش و ارادہ اور فعل و اختیار باقی نہیں رہتا، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و ارادہ میں فانی محض اور غائب مطلق ہو جاتا ہے۔

# اَلْمَقَالَةُ الْحَادِيَةُ وَالثَّلَاثُوْنَ

قَالَ رضی اللہ عنہ اِذَا وَجَدْتَ فِیْ قَلْبِكَ بُغْضَ شَخْصٍ اَوْ حُبَّهٗ فَاَعْرِضْ اَعْمَالَهٗ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانَتْ فِيْهِمَا مَبْغُوْضَةً فَابْشِرْ بِمُوَافَقَتِكَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ كَانَتْ اَعْمَالُهٗ فِيْهِمَا مَحْبُوْبَةً وَاَنْتَ تُبْغِضُهٗ فَاعْلَمْ اَنَّكَ صَاحِبُ الْهَوٰى تُبْغِضُهٗ بِهَوَاكَ ظَالِمٌ لَهٗ بِبُغْضِكَ اِيَّاهُ وَعَاصٍ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُوْلِهٖ مُخَالِفٌ فَتُبْ اِلَى اللّٰهِ مِنْ بُغْضِكَ وَاسْئَلْهُ مَحَبَّةَ ذٰلِكَ الشَّخْصِ وَغَيْرِهٖ مِنْ اَحْبَابِ اللّٰهِ وَاَوْلِيَائِهٖ وَاَصْفِيَائِهٖ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِهٖ وَلِتَكُوْنَ مُوَافِقًا لَهٗ فِيْ مَحَبَّتِهٖ وَكَذٰلِكَ افْعَلْ فِيْمَنْ تُحِبُّهٗ يَعْنِيْ اَعْرِضْ اَعْمَالَهٗ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانَتْ مَحْبُوْبَةً فِيْهِمَا فَاَحِبَّهٗ وَاِنْ كَانَتْ مَبْغُوْضَةً فَاَبْغِضْهُ لِئَلَّا تُحِبَّهٗ بِهَوَاكَ وَتُبْغِضَهٗ بِهَوَاكَ وَقَدْ اُمِرْتَ بِمُخَالَفَةِ هَوَاكَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۞

## مقالہ ۳۱

# محبّت و بُغض صرف خدا کے لئے ہو

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر تم کسی کے بارے میں اپنے دل میں محبت یا نفرت پاؤ تو اس کے اعمال کتاب و سنّت کی کسوٹی پر پرکھو، اگر تم نفرت رکھتے ہو اور کتاب و سنّت میں بھی اس کے اعمال باعث نفرت قرار دیئے گئے ہیں تو خدا اور رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی موافقت پر خوش ہو جاؤ اور اگر کتاب و سنّت کے موافق اس کے اعمال پسندیدہ ہیں اور تم نفرت رکھتے ہو تو تم ہوائے نفس کے غلام ہو کہ نفسانی خواہشات کے مطابق اس سے عداوت رکھتے ہو۔ تم اپنے اس فعل کی بنا پر ظالم اور اللہ تعالےٰ و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نافرمان و مخالف ہو۔ تمھیں اس فعل سے خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں تائب ہونا چاہیے، خدا سے اس کی اور خدا کے دوسرے محبوبوں، ولیوں، برگزیدہ اور نیک بندوں کی صحبت کا سوال کرنا چاہیئے تاکہ تم اس کی صحبت رکھنے میں خدا کے موافق بن جاؤ(۱)، اسی طرح جس سے تمھارا

(۱) مسلمانوں کو اولیائِ کرام سے کس طرح محبت رکھنی چاہیئے اس کلام سے معلوم

محبت والا معاملہ ہے۔ اس کے اعمال کتاب وسنّت کی روشنی میں پرکھو۔ اگر کتاب وسنّت کے موافق ہیں تو اس سے محبت رکھو اگر کتاب وسنّت میں ناپسندیدہ ہیں تو تم بھی اس سے دشمنی رکھو تاکہ ہوائے نفس کی بنا پر محبت و نفرت کرنے والے نہ بنو کیونکہ تمھیں اپنی خواہشاتِ نفس کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔ ربِ کائنات نے فرمایا: خواہشات کی پیروی نہ کرو وہ تمھیں راہِ خدا سے بھکا دیں گی۔

---

ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اولیاءِ کرام سے اس لیے محبت ہونی چاہیے کہ یہ خدا کے دوست ہیں اور کسی ولی سے دشمنی نہیں لینی چاہیئے تاکہ بندہ تعصب کی وجہ سے انصاف کے میدان سے دور زیغ و ضلالت کے گڑھے میں گرنے سے بچ جائے۔ اپنے شیخ اور ولیِ نعمت سے عشق و اخلاص اور ربط و خصوصیت ایک علیحدہ چیز ہے وہاں تو غیر کی خبر نہیں ہوتی چہ جائیکہ دشمنی دم مارے ع

دلبر اگر ہزار بود دلبراں یکیست

(دلبر اگرچہ ہزاروں ہوں مگر دل اسی ایک سے آشنا ہے)

؎ خوباں بسے بچشم در آیند و بگزارند
آں شوخ دیگر اند کہ در سینہ جا کنند

(بہت سے خوبصورت نظروں کے سامنے آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں وہ شوخ چشم اور ہوں گے جو اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں)

فَہِمَ مَنْ فَہِمَ یہ کسی سے دشمنی رکھنے کی تفصیل تھی۔

# المقالة الثانية والثلثون

قال رضي الله عنه ما أكثر ما تقول كل من أحبه لا تدوم محبتي له فيحال بيننا إما بالغيبة أو بالموت أو العداوة أو أنواع الأموال بالتلف والفوات من اليد فيقال لك أما تعلم يا محبوب الحق المعنى به المنظور إليه المغار له وعليه ألم تعلم أن الله غيور، خلقك له . وتروم أن تكون لغيره أما سمعت قوله يحبهم ويحبونه، وقوله وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون أما سمعت قول الرسول إذا أحب الله عبدا ابتلاه فإن صبر اقتناه قيل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم وما اقتناه قال لم يذر له مالا ولا ولدا وذلك لأنه إذا كان له مال وولد أحبهما فتشعبت محبته لربه عز وجل فتنقص وتتجزى فتصير مشتركة بين الله وبين غيره والله لا يقبل الشريك وهو غيور قاهر فوق كل شيء غالب لكل شيء فيهلك شريكه ويعدمه ليخلص قلب عبده له من غير شريك فيتحقق قوله يحبهم ويحبونه حتى إذا نظف القلب من الشركاء والأنداد من الأهل والمال والولد واللذات وطلب الولايات

وَالرِّيَاسَاتِ وَالْكَرَامَاتِ وَالْحَالَاتِ وَالْمَنَازِلِ وَالْمَقَامَاتِ وَ
الْجَنَّاتِ وَالدَّرَجَاتِ وَالْقُرُبَاتِ فَلَا يَبْقٰى فِى الْقَلْبِ اِرَادَةٌ وَلَا اُمْنِيَّةٌ
فَصَارَ كَالْاِنَاءِ الْمُنْثَلِمِ الَّذِىْ لَا يَثْبُتُ فِيْهِ مَائِعٌ لِاَنَّهٗ انْكَسَرَ بِفِعْلِ
اللّٰهِ كُلَّمَا تَجَمَّعَتْ فِيْهِ اِرَادَةٌ كَسَرَهَا فِعْلُ اللّٰهِ وَغَيْرَتُهٗ فَضُرِبَتْ
حَوْلَهٗ سُرَادِقَاتُ الْعَظَمَةِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْهَيْبَةِ وَ حُفِرَتْ مِنْ
دُوْنِهَا خَنَادِقُ الْكِبْرِيَاءِ وَالسَّطْوَةِ فَلَمْ يَخْلُصْ اِلَى الْقَلْبِ اِرَادَةُ
شَىْءٍ مِّنَ الْاَشْيَاءِ فَحِ لَا يَضُرُّ الْقَلْبَ الْاَسْبَابُ مِنَ الْمَالِ وَالْوَلَدِ
وَالْاَهْلِ وَالْاَصْحَابِ وَالْكَرَامَاتِ وَالْحِكَمِ وَالْعِبَادَاتِ فَاِنَّ
جَمِيْعَ ذٰلِكَ يَكُوْنُ خَارِجَ الْقَلْبِ فَلَا يُغَارُ اللّٰهُ بَلْ يَكُوْنُ جَمِيْعُ ذٰلِكَ
كَرَامَةً مِّنَ اللّٰهِ لِعَبْدِهٖ وَلُطْفًا بِهٖ نِعْمَةً وَّرِزْقًا وَّمَنْفَعَةً لِّلْوَارِدِيْنَ
عَلَيْهِ فَيُكْرَمُوْنَ بِهٖ وَيُرْحَمُوْنَ وَيُحْفَظُوْنَ لِكَرَامَتِهٖ عَلَى اللّٰهِ فَيَكُوْنُ
خَفِيْرًا لَّهُمْ وَشِحْنَةً وَّكَهْفًا وَحِرْزًا وَّشَفِيْعًا دُنْيَا وَّاُخْرٰى ۵

## مقالہ ۳۲

# خدا کی محبّت میں کسی کو شریک نہ کرو

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ، اگر تم اپنی محبت کی پائیداری کی شکایت کرتے ہو کہ جس سے محبت کرتا ہوں تو ہمارے درمیان کوئی چیز حائل ہو جاتی ہے یا وہ کہیں غائب ہو جاتا ہے یا فوت ہو جاتا ہے یا آپس میں دشمنی ہو جاتی ہے یا اموال ضائع یا گم ہو جانے کی وجہ سے پردہ بن جاتے ہیں ۔ اس کا سبب ذکر کرتے ہوئے تمھیں کہا جائے گا کہ تم خدا کے محبوب ہو ، تمھیں عنایتِ خداوندی حاصل ہے ، تم خدا کے منظورِ نظر ہو ، تمھارے لیے اور تم پر غیرت کی گئی ہے تاکہ دوسروں کی طرف متوجہ نہ ہو ۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالےٰ غیور ہے اس نے تمھیں اس لیے پیدا کیا ہے کہ تم اُسی کے ساتھ مشغول رہو اور تم ما سوی اللہ کے ہو جانے کا ارادہ کرتے ہو ۔(۱)

---

(۱) **غیرت کے معنی** غیرت در اصل دل کے تغیر اور ہیجان کو کہتے ہیں جو دل کے ساتھ مخصوص چیز میں شرکت کے وقت پیدا ہوتا ہے ۔ لفظ غیرت کا اطلاق اللہ تعالےٰ پر بایں معنیٰ ہو گا کہ اللہ کریم بندے کو اس کی رحمت و قرب سے دُور کرنے والی اشیاء سے روکتا ہے

کیا تم نے یہ ارشادِ باری تعالےٰ نہیں سنا: "اللہ ان سے دوستی رکھتا ہے اور وہ خدا سے"۔ نیز فرماتا ہے: "میں نے جنوں اور انسانوں کو فقط اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری پرستش کریں (۲)"۔ کیا تم نے اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سنا: "کسی بندے کو جس وقت خدا محبوب بنالیتا ہے تو اُسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے (۳)، اس پر اگر بندہ صبر کرے تو خدا اُسے حفاظت سے رکھ لیتا ہے (۴)"۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا ما اقتناہ (اسے محفوظ کرلیتا ہے) کا کیا معنیٰ (۵)؟ تو جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نہ تو اس کا مال چھوڑتا ہے نہ اولاد۔ کیونکہ اگر وہ مال و اولاد کی محبت میں پھنس جائے گا تو خدا سے محبت تقسیم ہوکر کم اور ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گی، اور محبت خدا اور غیر خدا کے درمیان مشترک حیثیت اختیار کرے گی جب کہ اللہ تعالےٰ غیوّر ہے اور ہر شَے پر غالب بھی۔ اور اس کی قدرت ہر شَے کو وسیع ہے تو وہ اپنا شریک قبول نہیں کرتا بلکہ اسے تباہ و برباد کردیتا ہے۔ یہ اس لیے ہوتا کہ بندے کا دل بلاشرکتِ غیرے خالص خدا کے لیے ہوجائے (۶)۔ جب بندے کا دل اغیار

---

(۲) اور میری معرفت حاصل کریں اور مجھی سے مشغولیت رکھیں

(۳) کہ جس کو خدا اپنا محبوب بنالیتا ہے اسے غیروں کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا۔

(۴) اور غیر کے لیے نہیں چھوڑتا۔

(۵) یہ ما مصدریہ بھی ہوسکتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کس طرح حفاظت فرماتا ہے۔

(۶) **ایک وہم کا ازالہ** یہاں کوئی آدمی یہ خیال کرسکتا ہے کہ اولاد کے ساتھ محبت و رغبت پر تو شریعت

کی محبت سے خالی ہو جائے تو اللہ تعالے کا یہ فرمان اس کے حق میں ثابت ہو جاتا ہے

---

میں ترغیب دلائی گئی ہے اور اولاد سے مہر و محبت نہ رکھنے پر وعید وارد ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے دربارِ رسالت مآب میں عرض کیا کہ میرے اتنے بیٹے ہیں میں نے کبھی کسی کو بوسہ نہیں دیا اور نہ ہی بغل میں لیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ۔ جو شخص کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

جواب: حکم شریعت کے مطابق شفقت و مہربانی اور حقوق کی ادائی ایک الگ چیز ہے اور محبت، انہماکِ قلب، تعلق باطن اور اشتغالِ دل ایک الگ حقیقت ہے۔ چنانچہ جب کہ یادِ خدا سے مانع بنے گی اور حقوق اللہ کی بجا آوری میں رکاوٹ ثابت ہوگی تو ممنوع و مکروہ قرار پائے گی۔

## حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک سوال اور اسکا جواب

اس بات کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ امام شہید حضرت ابو عبد اللہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے؟ فرمایا: محبت کیوں نہ ہو آپ میرے لختِ جگر ہیں اور فرزندِ رسول علیہ السلام ہیں۔ پھر عرض کرتے ہیں: خداوندِ قدوس سے بھی محبت رکھتے ہو؟ فرمایا: بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے! خدا کی محبت سب پہ مقدم و مختار ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ پھر عرض کرتے ہیں: ایک دل میں دو کی محبت کس طرح سما سکتی ہے؟ حضرت امیر المومنین حیران اور خاموش رہ گئے۔ پھر استفسار کیا کہ اگر آپ کو میرے

کہ اللہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں ۔جب بندے کا دل تمام شریکوں ، ہمسروں ، اہل وعیال ، مال ، خواہشات وشہوات ، تصرفات وحکومت ، کرامات[7] وحالات[8] ، منازل ومقامات[9] اور جنّات ودرجات اور زلفات[10]

---

وجود اور ایمان میں اختیار دیا جائے تو کس کو اختیار کرو گے ؟ حضرت امیرالمومنین نے فرمایا ، میں ایمان کو ترجیح دوں گا ۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ، تو پھر آپ کی محبت صرف خدا سے ہے مجھ سے محبت نہیں ہے بلکہ شفقت و مہربانی ہے جو تم میں موجود ہے ۔ حضرت امیرالمومنین نے تحسین فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایسی بات صرف اہلِ بیتِ نبوت کا فرد ہی کر سکتا ہے ۔ نیز ان اشیاء کی محبت ترک کرنے اور تعلق قطع کرنے کا تعلق ابتداءِ حال سے ہے تاکہ مولیٰ کریم کی محبت متحقق وراسخ ہو جائے ۔ بعد میں اولاد کی محبت ضرر رساں نہیں رہتی ۔ جیسا کہ مقالہ کے آخر میں آئے گا ۔

(۷) یعنی خوارقِ عادات واقعات کا ظہور جیسا کہ قرینے سے ظاہر ہوتا ہے ۔

(۸) جو اولیاء کو ملتے ہیں ۔

(9) منزل سے عموماً وُہ جگہ مراد ہوتی ہے جہاں کچھ دیر ٹھہر کر کُوچ کرنے کا ارادہ ہو ۔ اور مقام وُہ جگہ ہے جہاں مستقل قیام ہو ۔ سالکین کے منازل و مقامات کو سیر کی تیزی اور سُستی کے اعتبار سے اس پر قیاس کرنا چاہیئے ۔ بالجملہ اب تک مذکورہ شرکاء کا تعلق اس جہان سے ہے خواہ وہ دینی ہوں یا دُنیوی ۔ شرکاءِ آخرت کا ذکر اس کے بعد ہے ۔

(۱۰) قُرب ، قربیٰ اور قُربت ، اسی طرح زلف ، زُلفیٰ اور زلفت تمام کا معنیٰ ہے نزدیکی منزلت اور مرتبت ۔ خواہش اگرچہ بارگاہِ حق کی ہو وہ بھی ماسوا کی طلب اور شرکِ خفی میں داخل ہے جیسا کہ آگے ذکر ہو رہا ہے ۔

کی طلب سے پاک ہو جائیگا تو اس میں کوئی ارادہ و آرزو باقی نہیں رہے گی اور یہ دل اس سوراخ والے برتن کی طرح ہو جائیگا جس میں کوئی بہنے والی چیز نہیں ٹھہرتی[11]، اس لیے کہ دل فعلِ الٰہی کی وجہ سے شکستہ ہو چکا ہے جب بھی اس میں کوئی ارادہ جنم لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ کا فعل اور اس کی غیرت اسے کاٹ کر رکھ دیتی ہے[12] پھر اس کے دل کو عظمت و قہر اور بزرگی و ہیبت کے پردوں میں ڈھانپ لیا جاتا ہے[13]

---

(11) مثلاً پانی، شہد، تیل اور سرکہ وغیرہ ۔ حضرت سرکار بغداد کے کلام میں یہ تشبیہ بار بار ذکر کی گئی ہے کیونکہ اس کی مقصود کے ساتھ انتہائی مطابقت ہے، اسی طرح تقریر و تاکید کی غرض سے مطالب و مقاصد کو تکرار سے ذکر فرمایا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے یہی طریقہ یہاں اپنایا گیا ہے، در حقیقت انبیاء و اولیاء علیہم السلام کا کلام اسی آفتاب کا عکس اور اسی نور کا پرتو ہے۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ دل جب شرک کی آمیزش سے پاک ہو جاتا ہے تو کسی چیز کی آرزو دل میں نہیں رہتی ۔

(12) ؎ گر دست در کارے زنم زنجیر بر دستم نہد
در خم غرقم کند گر نام ہشیاری برم

(اگر کسی کام میں ہاتھ ڈالوں تو زنجیر سے جکڑ دیتے ہیں اور اگر نکلنے کی کوشش کروں تو پانی میں غوطے دیتے ہیں)

(13) **خوف اور ہیبت میں فرق** ہیبت میں عظمت و سطوت کا تصور ہوتا ہے جیسا کہ امراء و سلاطین سے ہیبت ہوتی ہے اور خوف میں صرف ڈر، وحشت، اور کراہت ہوتی ہے جیسا کہ چور اور درندے سے ڈر ہوتا ہے نیز خوف میں شر اور ملاحظۂ نفس ملحوظ و منظور ہوتا ہے جبکہ ہیبت میں محض محبوب کے جلال و کمال کا مشاہدہ ہوتا ہے ۔

اور اس کے گرد سطوت و کبریائی کی خندقیں کھود دی جاتی ہیں جس کی وجہ سے کسی چیز کی آرزو دل کی طرف راہ نہیں پاتی - پھر اس وقت اسبابِ دنیا سے تعلق رکھنے والی اشیاء، اہل وعیال اور مال و احباب اسی طرح اسباب دین سے متعلق کرامات اور علوم و عبارات وغیرہ کوئی چیز دل کی جمیعت پر اثر انداز نہیں ہو سکتی(۱۴)، کیونکہ یہ تمام اشیاء دل سے باہر ہیں لہٰذا اللہ تعالےٰ ان اشیاء کے ہلاک کرنے کے لیے بندے پر غیرت نہیں کرتا(۱۵) بلکہ یہی اشیاء اللہ کی طرف سے بندے کے لیے لُطف و کرامت، مزید توفیق، نعمت و رزق اور حاضر ہونے والوں کے لیے منفعت کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ اس طرح حاضر ہونے والوں کی تعظیم و تکریم

---

(۱۴) ؎ گرت مال و جاہ است و زرع و تجارت
چو دل با خدائیست فارغ نشینی
(مال و جاہ اور زراعت و تجارت کے باوجود یادِ خدا کی دولت حاصل ہے تو خلوت نشین ہی ہو)

(۱۵) کہ جس صورت میں دل کا ان کے ساتھ تعلق تھا یہ شرک کا حکم رکھتی تھیں اور جب دل کا تعلق منقطع ہو گیا تو یہ اللہ تعالےٰ کے قرب سے دوری و انقطاع کا سبب نہیں بنتیں۔ منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اولادِ امجاد میں سے کسی کا وصال ہو جاتا اور آپ وعظ و تذکیر میں مشغول ہوتے تو ارشاد فرماتے کہ اس کی تجہیز و تکفین کر دو پھر یہ کہہ کر اسی طرح وعظ میں مصروف ہو جاتے لوگ کہتے کہ تعجب ہے اپنے جگر پاروں کی موت بھی تاثیر نہیں کرتی۔ آپ فرماتے کہ ہم نے پہلے ہی ان کو دل سے نکال رکھا ہے جب دل میں ان کی جگہ ہی نہیں تو دل پر تاثیر کیسے ہو گی!

کی جاتی ہے۔ اس بندے کی حرمت کے پیشِ نظر ان پر رحمت ہوتی ہے اور وہ آفات و بلیات سے محفوظ کر دیے جاتے ہیں اور یہ ان کا نگہبان، ان کے امور کا والی اور دُنیا و آخرت میں پناہ گاہ اور شفیع بن جاتا ہے۔(۲۶)

---

(۲۶) امام الوقت شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں مخلوق سے مایوس کیوں نہ ہوں جبکہ خود کو نفع پہنچانے سے نا امید ہوں، اور میں حق تعالیٰ سے کس طرح نا امید ہو جاؤں جبکہ میں اُمید وار ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری وجہ سے دُوسروں کو نفع پہنچاتا ہے۔

# المقالة الثالثة والثلثون

قال رض الناس اربعة رجل لا لسان له ولا قلب وهو العامي
الغر الغبي سفات لا يعبأ الله به ولا خير فيه هو و امثاله حثالة
لا وزن لهم الا ان يعمهم الله برحمته فيهدي قلوبهم للايمان
به ويحرك جوارحهم بالطاعة له فاحذر ان تكون منهم
ولا توبهم ولا تكترث بهم ولا تقم فيهم فانهم اهل العذاب
والغضب والسخط سكان النار و اهلها نعوذ بالله منهم
الا ان تكون من العلماء بالله ومن معلمي الخير وهداة
الذين وقواده ودعاته فدونك فاتهم وادعهم الى طاعة
الله وحذرهم عن معصية الله فكنت عند الله جهيدا
فتعطى ثواب الرسل و الانبياء قال رسول الله لعلي رض لان
يهدي الله بهداك رجلا خير لك مما طلعت عليه الشمس و
الرجل الثاني لسان بلا قلب فينطق بالحكمة ولا يعمل به
يدعو الناس الى الله وهو يفر منه فيستقبح عيب غيره و
يدوم هو على مثله في نفسه يظهر للناس تنسكا يبارز الله
بالعظائم من المعاصي واذا خلا كانه ذيب عليه ثياب

وَهُوَ الَّذِيْ حَذَّرَ مِنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ
اَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِيْ عُلَمَاءُ السُّوْءِ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا
فَابْعُدْ مِنْهُ وَهَرْوِلْ لِئَلَّا يَتَخَطَّفَ بِلَذِيْذِ لِسَانِهٖ فَتُحْرِقَكَ نَارُ
مَعَاصِيْهِ وَيَقْتُلَكَ نَتْنُ بَاطِنِهٖ وَقَلْبِهٖ وَالرَّجُلُ الثَّالِثُ قَلْبٌ بِلَا لِسَانٍ
وَهُوَ مُؤْمِنٌ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَنْ خَلْقِهٖ وَاَسْبَلَ عَلَيْهِ كَنَفَهٗ وَبَصَّرَهٗ
بِعُيُوْبِ نَفْسِهٖ وَنَوَّرَ قَلْبَهٗ وَعَرَّفَهٗ غَوَائِلَ مُخَالَطَةِ النَّاسِ وَ
شُوْمَ الْكَلَامِ وَالنُّطْقِ وَتَيَقَّنَ اَنَّ السَّلَامَةَ فِي الصَّمْتِ وَالْاِنْزِوَاءِ
كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَمَتَ نَجَا وَكَمَا
قَالَ اِنَّ الْعِبَادَةَ عَشَرَةُ اَجْزَاءٍ تِسْعَةٌ مِنْهَا فِي الصَّمْتِ فَهٰذَا
رَجُلٌ وَلِيُّ اللّٰهِ فِيْ سِتْرِ اللّٰهِ مَحْفُوْظٌ ذُوْ سَلَامَةٍ وَعَقْلٍ وَافِرٍ
جَلِيْسُ الرَّحْمٰنِ مُنْعَمٌ عَلَيْهِ فَالْخَيْرُ كُلُّ الْخَيْرِ عِنْدَهٗ فَدُوْنَكَ
وَمُصَاحَبَتَهٗ وَمُخَالَطَتَهٗ وَخِدْمَتَهٗ وَالتَّحَبُّبَ اِلَيْهِ بِقَضَاءِ
حَوَائِجَ تَسْنَحُ لَهٗ وَمَرَافِقَ يَرْتَفِقُ فِيْهَا فَيُحِبُّكَ اللّٰهُ وَيَصْطَفِيْكَ
وَيُدْخِلُكَ فِيْ زُمْرَةِ اَحِبَّائِهٖ وَعِبَادِهِ الصَّالِحِيْنَ بِبَرَكَتِهٖ اِنْ شَاءَ
اللّٰهُ تَعَالٰى وَالرَّجُلُ الرَّابِعُ الْمَدْعُوُّ فِي الْمَلَكُوْتِ بِالْعَظَمَةِ
كَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيْثِ مَنْ تَعَلَّمَ وَعَمِلَ بِهٖ وَعَلَّمَ دُعِيَ فِي الْمَلَكُوْتِ
عَظِيْمًا وَهُوَ الْعَالِمُ بِاللّٰهِ وَاٰيَاتِهٖ وَاُسْتُوْدِعَ قَلْبُهٗ غَرَائِبَ عِلْمِهٖ
وَاَطْلَعَهُ اللّٰهُ عَلٰى اَسْرَارٍ طَوَاهَا عَنْ غَيْرِهٖ وَاصْطَفَاهُ وَاجْتَبَاهُ
وَجَذَبَهٗ اِلَيْهِ وَهَدَاهُ وَرَقَّاهُ اِلَيْهِ وَشَرَحَ صَدْرَهٗ لِقَبُوْلِ
تِلْكَ الْاَسْرَارِ وَالْعُلُوْمِ وَجَعَلَهٗ جِهْبِذًا وَدَاعِيًا لِلْعِبَادِ وَ

نَذِيْرًا لَّهُمْ وَحُجَّةً فِيْهِمْ هَادِيًا مَّهْدِيًّا شَافِعًا مُّشَفَّعًا صَادِقًا
مُّصَدِّقًا بَادِئًا لِّرُسُلِهٖ وَاَنْبِيَآئِهٖ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتُهٗ وَتَحِيَّاتُهٗ وَ
بَرَكَاتُهٗ فَهٰذَا هُوَ الْغَايَةُ وَالْمُنْتَهٰى فِيْ بَنِيْٓ اٰدَمَ لَا مَنْزِلَةَ فَوْقَ هٰذِهِ
الْمَنْزِلَةِ اِلَّا النُّبُوَّةُ فَعَلَيْكَ بِهٖ اُحْذُرْ اَنْ تُخَالِفَهٗ وَتُنَافِرَهٗ وَتُجَانِبَهٗ
وَتُعَادِيَهٗ وَتَتْرُكَ الْقَبُوْلَ مِنْهُ وَالرُّجُوْعَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَنَصِيْحَتِهٖ فَاِنَّ
السَّلَامَةَ فِيْمَا يَقُوْلُ وَعِنْدَهٗ وَالْهَلَاكُ وَالضَّلَالُ عِنْدَ غَيْرِهٖ اِلَّا
مَنْ يُّوَفِّقُهُ اللّٰهُ وَيَمُدُّهٗ بِالسَّدَادِ وَالرَّحْمَةِ فَقَدْ قَسَمْتُ لَكَ النَّاسَ
فَانْظُرْ لِنَفْسِكَ اِنْ كُنْتَ نَاظِرًا وَاحْتَرِزْ بِهَا اِنْ كُنْتَ مُحْتَرِزًا لَهَا
شَفِيْقًا عَلَيْهَا هَدَانَا اللّٰهُ وَاِيَّاكَ لِمَا يُحِبُّهٗ وَيَرْضَاهُ دُنْيَا وَ
اُخْرٰى ؕ

## مقالہ ۳۳

# لوگوں کی قسمیں

حضرت فرماتے ہیں لوگ چار طرح کے ہیں، ایک وہ جن کے پاس نہ زبان[1] ہوتی ہے نہ دل[2]۔ ایسے عامی[3]، غافل، غبی اور ذلیل شخص کی اللہ تعالیٰ کے ہاں

---

(۱) جس کے ساتھ حکمت کی باتیں بیان کرسکیں۔

(۲) جو کہ علم و معرفت اور اسرارِ ربوبیت کا محل ہے۔

(۳) عامی، یہ عام کی طرف منسوب ہے یعنی علم و عمل کی خصوصیت کے ساتھ مخصوص نہیں ہوا، غِرٌّ عین کے کسرہ کے ساتھ بمعنے بے تمیزی و بے دانشی کی وجہ سے ناآزمودہ کار۔ حدیث شریف میں مسلمانوں کی صفت میں وارد ہے۔ المؤمن غِرٌّ کَرِیْمٌ (مومن سادہ لوح کریم ہوتا ہے) یہاں غِرٌّ کا معنیٰ ہے صاف سینے والا اور لوگوں کے متعلق حُسنِ ظن رکھنے والا، سادہ لوح۔ کیونکہ ناتجربکاری، امورِ دنیا کی طرف بے التفاتی، امورِ دین میں مشغولیت، زادِ آخرت سے خالی سینہ کی صفائی اور نیک گمان ہونے کی بنا پر یہ صفات پیدا ہوتی ہیں۔ اس کی صفتِ کریمہ اس پر قرینہ ہے کہ یہ مؤمن جامع صفاتِ حمیدہ ہے۔

کوئی قدر و منزلت نہیں۔ ظاہر و باطن کے اعتبار سے اس میں ذرہ بھلائی نہیں ہے، ایسے لوگ تو بھوسے کی مانند ہیں۔ بارگاہِ الٰہی میں اس کی قیمت نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ انہیں اپنی رحمت میں لے لے، ان کے دلوں کو ہدایت سے منوّر کر دے اور ان کے اعضاء کو اپنی اطاعت میں متحرک کر دے (۴)۔ ایسے آدمیوں سے بچو، ان کی پناہ میں نہ آؤ۔ ان کا اعتبار نہ کرو اور ان میں مت کھڑے ہو کیونکہ یہ عذاب اور غضب کے مستحق ہیں اور جہنم کے قابل ہیں ہم ایسوں سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔ اگر تم دینِ خدا کے عالم، نیکی کی تعلیم دینے والے، دین کے ہادی و قائد ہو اور لوگوں کو دین کی طرف بلاتے ہو تو بے شک ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو، انہیں اطاعتِ الٰہی کی دعوت دو۔ گناہوں سے ڈرو (۵)، تو تم مجاہد قرار پاؤ گے، تمہیں انبیاء و رسل علیہم السلام کی طرح ثواب ملے گا، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اگر تمہاری وجہ سے خدا تعالےٰ کسی ایک آدمی کو ہدایت دے تو تمہارے لیے یہ اس چیز سے بہتر ہے جس پر آفتاب طلوع ہوا (۶)۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے

---

(۴) اس تقدیر پر وہ اس عامی درجہ سے نکل جائے گا، اس سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اسے ایمان و عمل کا ادنیٰ درجہ حاصل ہو جو عامی اور جاہل لوگوں کو حاصل ہوتا ہے یعنی اس قسم میں وہی لوگ داخل ہوں گے جنہیں فی الجملہ ایمان و عمل حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ عذابِ دوزخ میں دخول سے رہائی پالیں گے اگرچہ کمالات و درجات سے محروم و بعید ہیں۔

(۵) یعنی ان کے پاس اسی نیت اور کام سے جانا چاہیے کہ انہیں احکامِ دین کی تعلیم دی جا سکے۔

(۶) یعنی پوری دنیا سے بہتر ہے کیونکہ لوگوں کو ہدایت و ارشاد کرنے سے آخرت

جن کے پاس زبان ہے دل نہیں[7]۔ علم و عمل کی نصیحت کے سلسلے میں بڑی حکیمانہ گفتگو کرتے ہیں مگر وہ خود ان پر عمل نہیں کرتے، وہ دوسروں کو خدا کی طرف بلاتے ہیں لیکن خود اس سے بھاگتے ہیں۔ دوسروں کے عیب ذکر کرنے کو بُرا گردانتے ہیں لیکن تو دہی وہ عمل کرتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے اپنی پارسائی کا اظہار کرتے ہیں اور خود بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے خدا کے ساتھ اعلانِ جنگ کرتے ہیں[8]۔ جب وہ خلوت میں کسی کے پاس جاتے ہیں تو گویا وہ آدمی کے لباس میں ملبوس بھیڑیئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے پرہیز کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی اُمت کے لیے جس چیز کا زیادہ خوف ہے وہ بے عمل علماء ہیں[9]۔ ہم ایسے لوگوں سے

---

کا ثواب حاصل ہو گا جو کہ دنیا و مافیہا سے ہزار مرتبہ بڑھ کر ہے بلکہ ہدایت و ارشاد ایسا عمل ہے جس کا ثواب دیگر اعمال کے ثواب سے زائد ہے۔

(۷) مبالغۃً اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے گویا کہ اس کی فقط زبان اس کا عین بن چکی ہے۔

(۸) اس کلام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ معصیت کا قصد کرتے ہیں گویا وہ اللہ تعالیٰ سے اعلانِ جنگ کرتے ہیں ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ ہلاکت ہی ہو گا۔

(۹) کہ برائی کو نیکی بتاتے ہیں اور برائی کے مرتکب ہوتے ہیں، بعض بے عمل علما۔ کیونکہ ان کی وجہ سے لوگ گمراہی میں جا رہے ہیں۔ اگرچہ وہ زبان کے ساتھ خیر کی تعلیم دیں لیکن اُن کا عمل اس کے خلاف ہے اس لیے ان کی بات لوگوں میں اثر نہیں کرتی اور نقصان دِہ ثابت ہوتی ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے عمل شرط ہے مگر یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ بے عملی کی وجہ سے مقصود کا خلاف اور نقصان حاصل ہو گا۔

خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے دور بھاگو تاکہ وہ تمہیں اپنی طلاقت لسانی[10] سے قریب نہ کرلیں[11] اور تمہیں ان کے گناہوں کی آگ نہ جلا دے، اور ان کے قلب و باطن کی بدبو تمہیں ہلاک نہ کر دے۔ تیسری قسم ایسے لوگوں کی ہے جن کے دل ہیں[12] زبان نہیں۔ یہ ایماندار لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایسوں کو مخلوق سے چھپا رکھا ہے اور ان پر پردہ ڈال دیا ہے[13] اور انہیں ان کے نفس کے عیوب دکھا دیئے ہیں، عُجب و ریا کی باریکیوں سے آگاہ کرتے ہوئے ان کے دل روشن کر دیئے ہیں اور لوگوں سے اختلاط کی وجہ سے پیدا ہونے والی برائیاں[14] اور گفتگو کی خرابیاں بتا دی ہیں اور انہیں یقین ہو چکا ہے کہ خاموشی اور

---

(10) ازیں دیو مردم کہ کہ دام
نہان شو کہ ہم صحبتان بداند

(11) اور معاصی و شہوات کی محبت تمہارے دل میں نہ بیٹھ جائے کہ تم انہیں اپنا لو۔

(12) یعنی ان کے دل علم و عرفان کے انوار سے روشن ہیں لیکن زبان ان کی تشریح کی مجاز نہیں بلکہ منہ پر خاموشی کا تالا لگا ہوا ہے تاکہ لوگوں کے اختلاط اور ان سے گفتگو سے باز رہیں۔

(13) اور اپنی پناہ میں لے لیا ہے تاکہ ان کے علم و عرفان کی حقیقت و حالت پر مخلوق اطلاع نہ پا سکے۔

(14) کہ لوگوں کی صحبت مہلک ہے۔

عزلت نشینی میں ہی سلامتی ہے[15]، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خاموشی اختیار کی وہ ہر آفت سے نجات پا گیا۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے: عبادت کے دس حصوں میں سے نو حصے خاموشی میں ہیں[16]۔ یہ آدمی سرِّ الٰہی کا حامل، خدا کا دوست، آفات نفس و خلق سے حفاظت و سلامتی والا، عقلِ تمام کا مالک، رب کریم کا ہم جلیس، مقرب بارگاہ اور نعمتوں والا ہے۔ تمام بھلائیاں اس کی صحبت میں ہیں[17]، اس لیے تم اس کی مصاحبت اور خدمت کو لازم کر لو، اور اس کے کام کرنے اور اسے نفع پہنچانے میں صدقِ دل سے کوشاں رہو۔ اس طرح تمہیں اللہ تعالیٰ اپنا برگزیدہ اور محبوب بناتے ہوئے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے گا[18]۔ یہ تمام سعادات و کمالات اس مردِ صالح کی برکت سے حاصل ہونگے اِن شاء

---

(15) یعنی وہ آدمی علم و دانش کے باوجود اس لیے خاموش ہے کہ وہ جانتا ہے کہ آفاتِ نفس سے سلامتی خاموشی میں ہے اور اس لیے اس نے عزلت نشینی اختیار کی ہے تاکہ خاموش رہ سکے۔

(16) یہ خاموشی کی فضیلت کی کثرت میں مبالغہ ہے کیونکہ آدمی کو تمام آفتیں اس راہگزر سے پہنچتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آدمی کو اس کی زبان کے افعال ہی آتشِ دوزخ میں گرائیں گے۔

(17) یہ اس کے پاس خیر کے موجود ہونے میں مبالغہ ہے۔

(18) کہ ان کے معاملات میں کسی قسم کا خلل راہ نہیں پاتا۔ صلاح ایک مرتبۂ عظمیٰ اور جمیع کمالاتِ ظاہرہ و باطنہ کا جامع ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں انبیاءِ کرام کو صالحین کے وصف سے یاد فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ[19]۔ لوگوں کی چوتھی قسم وہ ہے جو صاحبِ قلب و لسان ہیں جنھیں عالم ملائکہ و ارواح میں عزت و بزرگی کے ساتھ بلایا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے، جس نے علم حاصل کیا اُس پر عمل کیا، دوسروں کو اس کو اُس کی تعلیم دی اسے عالمِ ملکوت میں 'عظیم' کہہ کر بلایا جائے گا۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات[20] کو جانتے ہیں ان کے دل میں علومِ غریبہ[21] ودیعت رکھے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دوسروں سے مخفی اسرار پر انھیں مطلع فرمادیا ہے اور انہیں اپنا برگزیدہ و مقبول بنا کر اپنی جانب متوجہ کرلیا ہے اور علوم و معارف سے آگاہ کرتے ہوئے اپنے قربِ خاص میں بلندی عطا کی ہے اور ان کے سینوں کو ان علوم و اسرار کے قابل بناتے ہوئے کھول دیا ہے[22]، انھیں دانشمند اور نقادِ خیر کر کے بندوں کو نیکی کی

---

(19) ان شاء اللہ تعالیٰ کے کلمات اکثر طور پر تبرک اور اظہارِ رغبت کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

(20) جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر دلالت کرتی ہیں یا آیات سے مراد قرآنِ حکیم کی آیتیں ہیں۔

(21) جنہیں دُوسرے لوگ نہیں جانتے۔

(22) **شرحِ صدر** شرحِ صدر ایک بلند مقام ہے کیونکہ عبودیت کے بوجھوں کے ثقل کے ہوتے اسرارِ ربوبیت نہیں اٹھائے جاسکتے اور خلق سے تعلق اور قطع تعلق کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ آیۂ کریمہ الم نشرح اسی مقام کی طرف اشارہ ہے اور یہ مقام بہ تمام و کمال صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اولیاءِ کاملین کو آپ کی متابعت اور ذاتِ شریفہ کے انوار کے پرتو کے مطابق تفاوتِ درجات کے موافق یہ مقام حاصل ہوتا ہے۔ اسکی شرح علیحدہ رسالہ میں کی گئی ہے۔

طرف دعوت دینے، برائی سے ڈرانے والے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کے دین و ملت پر حجت، ہادی ہدایت یافتہ، شفیع شفاعت قبول کیے ہوئے، راست گو اور تصدیق کیے ہوئے بنا کر انبیاء و رسل علیہم الصلوات والتحیات والبرکات کا خلیفہ و جانشین کے اعزاز سے نوازا گیا ہے۔ ان صفات کے حامل بنی آدم کے جوہر خاص اور مقصودِ حقیقی ہیں۔ ان سے اوپر صرف نبوت کا مرتبہ ہے۔ تمہیں چاہیے کہ ان کی عقیدت و غلامی کو لازم کر لو۔(۲۳) ان سے نفرت اور مخالفت کرنے، کنارہ کشی اختیار کرنے سے اجتناب کرو اور ان کی دشمنی اور حکم عدولی سے بچو اور ان کی نصیحتوں سے روگردانی سے پرہیز کرو اس لیے کہ سلامتی انھیں کے پاس اور انھیں کی باتوں میں ہے اور ان کے غیر کے پاس گمراہی اور ہلاکت ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ توفیق دیتے ہوئے اپنی رحمت اور دوستی کے ساتھ امداد فرمائے وہ ان سے نفرت کرنے اور مخالفت سے محفوظ رہتا ہے۔ میں نے انسانوں کی چاروں قسمیں تمہارے سامنے بیان کر دی ہیں اگر صاحبِ نظر و فکر ہو تو ان میں تامل کرو(۲۴)، اگر پرہیزگار ہو، اپنے آپ پر مہربانی کرنا چاہتے ہو اور اسے مکروہات سے بچانے کا خیال ہے

---

(۲۳) اگر صحبت اور خدمت میسر آ جائے تو فبہا ورنہ عقیدت و محبت کو ہاتھ سے نہ جانے دو کیونکہ ان سے دُوری اور بیگانگی خسارے اور محرومی کا سبب ہے، اور ان کا انکار و مخالفت بدبختی کا موجب ہے۔

(۲۴) میں یہ نہیں کہتا کہ کس کی مجلس اختیار کرو، تم خود زیرک ہو ان میں سے بہتر کو اختیار کر لو۔

تو اپنے نفس کی نگہداشت کرو۔ اللہ تعالےٰ ہمیں[(۲۵)] اور آپ کو ایسی باتوں کی ہدایت دے جو دنیا و آخرت میں اس کی محبوب اور پسندیدہ ہیں۔

---

(۲۵) **مریدین کے لیے خوشخبری** حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ھدانا اللہ وایاک فرمایا کہ مخاطب کو ہدایت کی دعا میں شریک فرمایا ہے یہ اس مدعا کے شرف کامل کی دلیل ہے اور قبولیتِ دُعا میں اس مدعا کی تعظیم و تکریم ہے نیز اس جگہ کمال اور زیادتی مراد ہے جس طرح کہ اھدنا الصراط المستقیم میں ہے اس لیے مخاطب کو آپ کے طفیل اس مقصود کے حصول کی مبارک ہو۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ مہمان عزیز ہو تو طفیلی بھی عزیز ہوتا ہے۔

# المقالة الرابعة والثلثون

قال رضی اللہ عنہ ما اعظم تسخطك على ربك وتهمتك له واعتراضك
عليه وانتسابك له عزوجل بالظلم واستبطائك له في الرزق
والغنى وكشف الكروب والبلوى اما تعلم ان لكل اجل كتاباً و
لكل بلية وكربة غاية ومنتهى ونفاذ لا يتقدم ذلك ولا يتأخر
داوقات البلايا لا ينقلب فتصير عوافيا ووقت البؤس لا يتقلب
نعمة وحالة الفقر لا يستحيل غناء احسن الادب والزم
الصمت والصبر والرضا والموافقة لربك وتب عن سخطك
عليه وتهمتك له في فعله وليس هناك استيفاء وانتقام من
غير ذنب على الطبع كما هو في حق العبد بعضهم في بعض
هو عزوجل منفرد بالازل وسبق الاشياء وخلقها وخلق
مصالحها ومفاسدها فعلم ابتداءها وانتهاءها وانقضاءها
وعاقبتها وهو عزوجل حكيم في فعله متقن في صنعه لا يناقض
في فعله لا يفعل عبثاً ولا يخلق باطلاً لعباً لا يجوز عليه النقائص
ولا اللوم في افعاله وانتظر الفرج ان عجزت عن موافقته
وعن الرضاء والفناء في فعله حتى يبلغ الكتاب اجله فتسفر

الحالة عن ضدها بمرور الزمان وانقضاء الآجال كما ينقضي
الشتاء فيسفر عن الصيف وينقضي الليل فيسفر عن النهار فاذا
طلبت ضوء النهار ونوره بين العشائين لم تعطه بل يزداد
في ظلمة الليل حتى اذا بلغت الظلمة غايتها وطلع الفجر جاء
النهار بضوئه طلبت ذلك واردته او سكت عنه وكرهته
فان طلبت اعادة الليل ج لم تجب دعوتك ولم تعطه لانك
طلبت الشيء في غير حينه ووقته فتبقى حسيرا منقطعا متسخطا
خجلا فارخ هذا كله والزم الموافقة وحسن الظن
بربك والصبر الجميل فما لك لا تسلبه وما ليس لك لا
تعطى لعمري انك تدعوا وتبتهل الى ربك بالدعاء و
التضرع عبادة وطاعة وامتثالا لامره في قوله ادعوني
استجب لكم وقوله واسئلوا الله من فضله وغير ذلك من
الآيات والاخبار وانت تدعوه وهو يستجيب لك عند حينه
واجله واذا اراد وكان لك في ذلك مصلحة دنياك واخرك
او وافق ذلك قضائه وانتهاء اجله لا تتهمه في تاخير
الاجابة ولا تسأم من دعائك فانك ان لم تربح لم تخسر
ان لم يجبك عاجلا اتاك آجلا فقد جاء في الحديث ان
العبد يرى في صحائفه يوم القيمة حسنات لا يعرفها فيقال انها
بدل سؤالك في الدنيا لم يقدر قضائه فيها او كما ورد ثم
اقل احوالك انك تكون ذاكرا لربك وموحدا له حيث تسئله

وَلَمْ تَسْئَلْ غَيْرَهُ وَلَمْ تُنْزِلْ حَاجَتَكَ لِغَيْرِهٖ فَاَنْتَ بَيْنَ الْحَالَتَيْنِ
فِيْ زَمَانِكَ كُلِّهٖ لَيْلِكَ وَنَهَارِكَ وَصِحَّتِكَ وَسُقْمِكَ وَبُؤْسِكَ وَ
نَعْمَائِكَ وَشِدَّتِكَ وَرَخَائِكَ اِمَّا اَنْ تُمْسِكَ عَنِ السُّوَالِ وَتَرْضٰى
وَتُوَافِقَ وَتَسْتَرْسِلَ لِفِعْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ كَالْمَيِّتِ بَيْنَ يَدَيِ الْغَاسِلِ
وَالطِّفْلِ الرَّضِيْعِ فِيْ يَدَيِ الظِّئْرِ وَالْكُرَةِ بَيْنَ يَدَيِ الْفَارِسِ
يُقَلِّبُهَا بِالصَّوْلَجَانِ فَيُقَلِّبُكَ الْقَدَرُ كَيْفَ يَشَاءُ اِنْ كَانَ النَّعْمَاءُ
فَمِنْكَ الشُّكْرُ وَالثَّنَاءُ وَمِنْهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمَزِيْدُ فِي الْعَطَاءِ كَمَا
قَالَ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَاِنْ كَانَ الْبَاْسَاءُ فَالصَّبْرُ وَ
الْمُوَافَقَةُ مِنْكَ بِتَوْفِيْقِهٖ وَالتَّثْبِيْتُ وَالنُّصْرَةُ وَالصَّلٰوةُ وَالرَّحْمَةُ
مِنْهُ كَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ وَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ يَعْنِيْ بِفَضْلِهٖ
بِالنَّصْرِ وَالتَّثْبِيْتِ وَكَمَا قَالَ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ
اَقْدَامَكُمْ اِذَا نَصَرْتَ اللّٰهَ فِيْ مُخَالَفَةِ هَوَاكَ بِتَرْكِ الْاِعْتِرَاضِ
عَلَيْهِ وَالتَّسَخُّطِ بِفِعْلِهٖ فِيْكَ وَكُنْتَ خَصْمًا لِلّٰهِ عَلٰى نَفْسِكَ سَيَّافًا
لَهٗ عَلَيْهَا كُلَّمَا تَحَرَّكَتْ بِكُفْرِهَا وَشِرْكِهَا جَزَزْتَ رَاْسَهَا بِصَبْرِكَ
وَمُوَافَقَتِكَ لِرَبِّكَ وَالطَّمَانِيْنَةِ اِلٰى فِعْلِهٖ وَوَعْدِهٖ وَالرِّضَاءِ بِهِمَا
كَانَ اللّٰهُ لَكَ مُعِيْنًا نَاصِرًا وَاَمَّا الصَّلٰوةُ وَالرَّحْمَةُ فَقَوْلُهٗ وَبَشِّرِ
الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ
رَاجِعُوْنَ ۞ اُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰئِكَ
هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ وَالْحَالَةُ الْاُخْرٰى اَنَّكَ تَبْتَهِلُ اِلٰى رَبِّكَ بِالدُّعَاءِ
وَالتَّضَرُّعِ اِعْظَامًا لَهٗ اِمْتِثَالًا لِاَمْرِهٖ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ وَفِيْهِ وَضْعُ

الشَّيْءِ فِي مَوْضِعِهِ لِاَنَّهُ نَدَبَكَ إِلَى سُؤَالِهِ وَالرُّجُوْعِ إِلَيْهِ جَعَلَ

ذٰلِكَ لَكَ مُسْتَرِيحًا وَدَسُوْلاً لِّاَمْنِكَ إِلَيْهِ وَمُوَاصَلَةً وَوَسِيْلَةً لَدَيْهِ

بِشَرْطِ تَرْكِ التُّهْمَةِ وَالتَّسَخُّطِ عَلَيْهِ عِنْدَ تَاخِيْرِ الْإِجَابَةِ إِلٰى

حِيْنِهَا اِعْتَبِرْ مَا بَيْنَ الْحَالَتَيْنِ وَلَا تُجَاوِزْ حَدَّيْهِمَا فَإِنَّهُ لَيْسَ

هُنَاكَ حَالَةٌ اُخْرٰى فَاحْذَرْ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ الْمُعْتَدِيْنَ

فَيُهْلِكَكَ وَلَا يُبَالِي كَمَا اَهْلَكَ مَنْ مَضٰى مِنَ الْاُمَمِ السَّابِقَةِ فِي

الدُّنْيَا بِتَشْدِيْدِ بَلَائِهِ وَفِي الْاٰخِرَةِ بِاَلِيْمِ عَذَابِهِ سُبْحَانَ

اللّٰهِ الْعَظِيْمِ يَا عَالِمًا بِحَالِي عَلَيْكَ اتِّكَالِي ۝

## مقالہ ۳۴

# فعلِ خداوندی پر ناراض نہ ہو

حضرت محبوبِ سبحانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں : کس قدر تعجب کی بات ہے کہ تم اپنے پروردگار سے ناراض ہو کر اس پر بخل، حماقت اور جہالت کی اتہام تراشی کرو اس پر اعتراض کرتے ہوئے اس کی طرف ظلم کی نسبت کرو، رزق وغنا اور آفات وبلیات کے دُور کرنے میں تاخیر سمجھو[1]، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ہر چیز کی مدّت مقرر ہے اور ہر مصیبت کی انتہا ہوتی ہے جس میں کسی تقدم وتاخر کی گنجائش نہیں، نہ مصیبتوں کا وقت تبدیل ہوتا ہے کہ آفت عافیت بن جائے، "تکلیف کا وقت راحت سے نہیں بدل سکتا اور فقر کی حالت غنا سے تبدیل نہیں ہو سکتی"[2]، اس لیے با ادب

---

(۱) یعنی جب رزق جلد حاصل نہ ہو رنج وبلا سے نجات نہ ملے اور کام میں کشادگی پیدا نہ ہو تو تم مضطرب، ناراض اور نا امید ہو جاتے ہو جبکہ ایسا نہیں چاہیئے۔

(۲) یعنی ہر چیز کا جو وقت مقرر ہے وہ اسی وقت میں واقع ہو گی اس کے

رہ کر خاموشی، صبر و رضا اور پروردگار کی موافقت لازم کر لو۔(۳) اس کے کاموں پر ناراضی اور بہتان سے توبہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ایسی نہیں کہ کسی سے پورا پورا حق لیا جائے اور بغیر گناہ کے انتقام لیا جائے بلکہ یہ تو بندوں کا کام ہے۔(۴) بلکہ اللہ تعالےٰ کی ذات ازل سے یگانہ ہے، اس کا وجود تمام چیزوں سے پہلے ہے، اس نے اشیاء کو اور ان کی اچھائیوں اور برائیوں کو پیدا کیا ہے۔(۵) ان کے آغاز و انجام کو جانتا ہے وہ اپنے فعل میں حکیم مطلق ہے، اپنی تخلیق میں مضبوط ہے، اس کے کاموں میں تضاد

---

خلاف کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے اور پروردگارِ عالم سے ناراضگی اور اس کے کاموں پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے ؎

کردگار آں کند کہ خود خواہد
حکم بر کردگار نتواں کرد

(اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس پر حکم نہیں چلایا جا سکتا)

(۳) اللہ تعالےٰ کے تمام افعال پر۔

(۴) یعنی اللہ تعالےٰ بندے کو فقر و فاقہ میں اس لیے مبتلا نہیں کرتا کہ اس نے نفسانی حق پورا کرنا ہے اگر ایسا نہ کرے تو نقصان لازم آئے گا اور بندوں پر اس لیے ناراض ہوتا ہے کہ بندوں نے حقوق اللہ میں جو کوتاہی کی ہے اس کے بدلے عذاب دے کر اپنا حق پورا کرے اور انتقام لے کر اپنا غصہ ٹھنڈا کر لے۔ یا خدا (معاذ اللہ) ظالم طبیعت ہے کہ بے اختیار ہو کر بندوں پر ظلم کرتا ہے اور انھیں اذیت دیتا ہے جیسا کہ بندوں میں ہوتا ہے۔

(۵) صلاح و نیکی اور فساد و تباہی آپس میں متضاد ہیں اور مفسدہ مصلحت کی ضد ہے

نہیں ہوتا[6]۔ وہ کوئی بے فائدہ کام نہیں کرتا نہ ہی باطل[7] اور لغو چیز پیدا کرتا ہے اس کی طرف نقص و عیب کی نسبت نہیں ہو سکتی اور نہ اس کے افعال پر ملامت کی جا سکتی ہے اگر تم اس کے افعال پر رضا و موافقت اور اس کے فعل میں فنا سے عاجز ہو تو کشائش اور فراخی کا انتظار کرو یہاں تک کہ نوشتۂ تقدیر اپنی مدت کو پہنچ جائے[8]، پھر زمانہ گزرنے اور میعاد پوری ہونے پر تمہاری حالت بدل جائے گی جس طرح سردی ختم ہونے پر گرمی آجاتی ہے اور رات ختم ہونے پر سحر طلوع ہوتی ہے[9]۔ چنانچہ اگر تم مغرب اور عشاء کے درمیان ہی دن کے

---

(6) کہ اس کے کام ایک دوسرے کے مخالف ہوں، مثلاً ایک کو باطل قرار دیتے ہوئے دوسرا شروع کر دے ایسا نہیں ہو سکتا۔ نقض کے لغوی معنی توڑنا ہے اور مناقضہ کے معنی ہیں ایک دوسرے کے خلاف بات کرنا۔

(7) باطل حق کی ضد ہے، باطل کا معنی ناچیز اور حق کا معنی ہے درست، راست اور ثابت۔

(8) یعنی تمہیں فعل و قضا اور حکم خدا میں موافق و راضی اور اس میں فانی ہونا چاہیے مخالفت اور ناراضی ہرگز نہیں چاہیے۔ ابھی اگر اس مقام پر فائز نہیں ہو تو پریشان اور ناامید ہونے کی ضرورت نہیں اجل مقرر کا انتظار چاہیے کہ اپنے وقت پر کشائش حاصل ہو گی۔

(9) یعنی جب ہر چیز کا وقت مقرر ہے تو قبل از وقت اس کی طلب بیہودگی قرار پائے گی۔

## دنیا داروں کے انقباض کی وجوہ

بزرگ فرماتے ہیں کہ دنیا داروں میں عموماً

اُجالے اور نور کے متمنی ہو تو یہ چیز تمھیں کیسے حاصل ہو سکتی ہے بلکہ ابھی تو رات کی تاریکی میں اضافہ ہو گا اور جب ظلمت اپنی انتہا کو پہنچ جائے گی اور فجر طلوع ہو جائے گی تو دن اپنی روشنی لائے گا، اس وقت اس کی طلب کرو یا نہ کرو، خواہ اسے مکروہ جانو یا خاموشی اختیار کرو اور اگر اس وقت رات کے اعادے کے طلب گار ہو تو تمہاری دُعا مستجاب نہیں ہو گی اور یہ چیز تمھیں نہیں ملے گی کیونکہ تم نے بے وقت طلب کی ہے، پس تم حسرت زدہ، مقصود سے عاجز، ناخوش اور شرمندگی کی وجہ سے وحشت زدہ ہو کر رہ جاؤ گے۔ لہٰذا ان سب باتوں کو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے فعل سے موافقت، اس کے بارے میں حسنِ اَدب(۱۰) اور صبرِ جمیل کو لازم کر لو(۱۱) تمہارے نصیب کی کوئی چیز تم سے چھینی نہیں جائے گی اور جو تمہاری قسمت میں نہیں ہے وہ تمھیں نہیں ملے گا۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ تم اطاعت و عبادت جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور خشوع و خضوع اور تضرع کے ساتھ دعائیں مانگتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہو، میرے حضور دُعا کرو میں اُسے شرفِ قبولیت بخشوں گا۔ نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۔ اس کے علاوہ اور بہت سی آیات و احادیث میں یہی

---

دو چیزوں سے انقباض پیدا ہوتا ہے:

(i) کہ قسمت سے زائد طلب کرتے ہیں۔

(ii) قبل از وقت چاہتے ہیں۔ جبکہ یہ دونوں امر محال ہیں۔

(۱۰) کہ مقرر وقت پر مقصود عطا کر دے گا۔

(۱۱) کہ زبان اور دل کے ساتھ کسی قسم کی شکایت نہ کرو

مضمون بیان کیا گیا ہے(۱۲)، اور جب تم اس سے دعا کروگے تو وہ اپنے وقت مقرر پر قبول فرمائے گا اور جب تمہاری طلب کے بعد تمہاری دعا قبول ہوگی تو اس میں دنیا اور آخرت، کے اعتبار سے تمہاری بھلائی ہوگی(۱۳)، یا یہ دعا قضاء

## (۱۲) سوال اور دُعا میں فرق

دُعا کے معنی 'پکارنا' ہیں۔ بندہ جب دُعا کرتا ہے تو عرض کرتا ہے "اے میرے پروردگار۔" اور اس کے مقابلہ میں اجابت ہے اس کا معنی قبول کرنا اور جواب دینا گویا کہ اللہ تعالیٰ جواباً ارشاد فرماتا ہے "لبیک یا عبدی۔" اور اس کی دعا کو قبول فرمالیتا ہے۔ سوال کا معنی ہے طلب کرنا اور درخواست کرنا، اس کے مقابلے میں اعطا ہے، چنانچہ بندہ جو مانگتا ہے اللہ تعالیٰ عطا کر دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا، اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم کے ساتھ جب دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور جب اس کے ساتھ سوال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے اعطا اور اجابت دو علیحدہ چیزیں ہیں اور آیات و احادیث میں دونوں کے متعلق حکم وارد ہے اور اعطا و اجابت کا وعدہ مذکور ہے۔ یہ فرق بھی ہو سکتا ہے کہ اجابت فوری قبولیت کو کہتے ہوں اور اعطا میں تاخیر کا مفہوم مضمر ہو۔ یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں اور کبھی سوال کی جگہ دعا بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ اسے سمجھ لو۔

(۱۳) اگر تم کوئی چیز طلب کرو اور اس وقت وہ چیز تمہارے لیے مناسب نہیں تو اسے نہ دینا بہتر ہے۔ اس صورت میں منع درحقیقت عین عطا ہے

معینہ وقت کے مطابق ہو جائے گی،(۱۴) اس لیے دُعا قبول ہونے میں تاخیر

---

آنکس کہ توانگرت نمے گرداند
او مصلحت تو از تو بہ داند

(خدا تعالےٰ تمہیں مالدار نہیں کر رہا تو وہ تمہاری مصلحت کو تم سے بہتر جانتا ہے)

اس کی مثال یُوں سمجھو کہ ایک دیہاتی بادشاہ سے گھوڑا مانگے اور بادشاہ اُسے گھوڑا اس لیے نہ دے کہ گھوڑے کی سواری اس کے لیے نقصان دہ ہے یا گھوڑے کے بدلے گائے دے دے تو یہ اس کے حق میں عین شفقت و رحمت ہے۔

بس دعا ہا کان زیانست و وبال
از کرم مے نشود شانِ ذوالجلال

(تمہاری بہت سی دُعائیں تمہارے حق میں باعثِ وبال و زیاں ہیں، ربِّ ذوالجلال کے کرم کا تقاضا ہے کہ انہیں قبول نہیں فرماتا)

**(۱۴) دُعا رد نہیں ہوتی** یہ عبارت سابقہ کلام کی تقریر و تکریر ہے جس کا خلاصہ یہ ہے حصولِ مقصود کے لیے تقدیرِ الٰہی میں وقت مقرر اور مدت مخصوص ہے جس سے قبل مقصود کا حصول ناممکن ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے کہ منع وعطا میں بندے کے حال کی اصلاح اور حکمت کی رعایت منظور نظر رکھتا ہے، لہٰذا حصولِ مدعا میں تاخیر عدمِ اجابت اور عطا سے منع کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اجابتِ دُعا اور عطا کا وعدہ مطلق ہے کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں، بندہ جب چاہے جس طرح چاہے دعا مانگے۔ اگر دُنیا میں قبول نہ ہُوئی تو آخرت میں اس کا صلہ مل جائے گا۔

پر اللہ تعالےٰ پر ہرگز تہمت نہ تراشو اور نہ دُعا کرنے میں سُستی کرو، کیونکہ دُعا کے اثر میں مدعا اور خواہش نفس کے مطابق فائدہ حاصل نہیں ہو گا تو نقصان بھی نہ کرو[15]۔ اگر عجلت کے ساتھ قبول نہ ہوئی تو آخرت میں اس کا اجر پاؤ گے[16]۔ حدیث شریف میں ہے کہ بندہ حشر کے دن اپنے نامۂ اعمال میں ایسی بہت سی نیکیاں دیکھے گا جنھیں وہ پہچانتا نہ ہو گا[17] تو اسے بتایا جائے گا یہ زائد نیکیاں تمہارے اُن سوالوں کا بدلہ ہے جو دنیا میں مقبول ہونی تمہارے مقدر میں نہ تھیں۔ یا جس طرح کہ حدیث پاک کے لفظ ہیں[18]، پس دُعا کرنے کا ادنیٰ

---

(15) کیونکہ آخرت میں حاصل ہو گی۔

(16) حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ یہ کلام ارخاءِ عنان اور تنزل کے طور پر فرما رہے ہیں کیونکہ اس میں داعی ہوائے نفس ہے، ورنہ تو آخرت کا نفع باقی اور پائدار ہونے کی وجہ سے اہم، اتم اور اکمل ہے اس کے مقابلے میں دنیاوی نفع فانی ہے۔

(17) جنہیں اس نے دنیا میں کیا نہ ہو گا تو حیران ہو کر سوال کرے گا کہ یہ اعمال تو میں کیے نہیں، یہاں کیسے آ گئے۔

(18) اَوْ کَمَا وَرَدَ یا اَوْ کَمَا قَالَ اور اس قسم کے الفاظ وہاں استعمال کیے جاتے ہیں جہاں راوی کو حدیث کے لفظ معلوم اور محفوظ نہ ہوں اور اس کے مضمون کو اپنے الفاظ میں ادا کرے، تو احتیاطاً اس قسم کے الفاظ ساتھ کہہ دیتا ہے یعنی یا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

## دعا کی قبولیت کے طریقے

حدیث شریف میں وارد ہے کہ دعا اور اس کی اجابت کا معاملہ

فائدہ یہ ہوگا کہ تم اپنے رب کو وحدہٗ لاشریک سمجھتے ہوئے اسے رحمت و جُود اور فضل و کرم کی صفت کے ساتھ یاد کرو گے اور اسی سے مانگو گے اور اس کے علاوہ کسی اور سے طلب نہیں کرو گے اور اپنی حاجت کسی اور کے سامنے نہ لے جاؤ گے۔ صبح و مسا، صحت اور مرض میں، مشقت اور نعمت میں، سختی اور نرمی کی حالت میں تمہاری ان دو حالتوں میں سے ایک حالت ضرور ہو گی، یا تو تم بالکل سوال نہیں کرو گے اور قضا پر رضا و موافقت کے باعث فعلِ خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم اس طرح جھکا دو گے جس طرح غسال کے ہاتھ میں مُردہ یا دایہ کے ہاتھ میں بچہ یا سوار کے سامنے گیند ہوتی ہے کہ اسے ہاکی کے ساتھ جس طرح چاہتا ہے چلاتا ہے، پس تمہیں بھی تقدیر جس طرح چاہے گی اس طرح پلٹے گی[(۹)]، اگر تمہارے نصیب میں ناز و نعمت ہے تو شکر بجا لاؤ،

---

تین چیزوں کے درمیان دائر ہے:

(i) کہ بندہ کو طلب کے مطابق مل جائے۔

(ii) اس کے بدلے مصیبت سے رہائی حاصل ہو جائے۔

(iii) اس کے لیے ذخیرۂ آخرت بنا دی جائے۔

اس کی تحقیق رسالہ "تسلیۃ المصاب" میں فصاحت کے ساتھ درج کی گئی ہے وہاں دیکھنی چاہیے۔

(۹) اور تمہیں اتباع کرنا ہو گی ؎

چہ کند بندہ کہ گردن نہ نہد فرمان را
چہ کند گوئی کہ تن در نہ نہد چوگان را

(بندہ فرمانِ الٰہی کو تسلیم کیے بغیر اور کر بھی کیا سکتا ہے جس طرح کہ گیند ہاکی کے سامنے چلنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتی)

اس طرح اللہ تعالےٰ تمھیں زیادہ دے گا اس نے خود فرمایا ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمھیں زیادہ دوں گا۔ اگر تمھاری قسمت میں تنگی ہے تو تم سے مطلوب یہ ہے کہ صبر کرو ارادہ و فضلِ خدا کی اس کی توفیق سے موافقت کرو۔[20] اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کے فضل سے ثابت قدمی، نصرت اور صلوٰۃ و رحمت عطا ہوگی۔ اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے "یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے" یعنی مدد کرنے اور ثابت قدم رکھنے کے اعتبار سے اللہ تعالےٰ صابرین کے ساتھ ہے۔ نیز فرماتا ہے اگر تم اللہ کی مدد کرو گے[21] تو اللہ تمھاری مدد کرے گا اور مقامِ ہدایت و استقامت میں تمھیں ثابت قدم رکھے گا۔[22] یعنی جب تم اپنی خواہش کی مخالفت میں اللہ تعالےٰ کی مدد کرو گے اس کے افعال میں عیب جوئی اور ناراضی کا طریقہ ترک کرو گے اور خدا کی طرف سے اپنے نفس کے دشمن بن کر اس پر تلوار سونت لو گے تو جب بھی نفس کفرانِ نعمت اور شرک خفی کے لیے سر اٹھائے گا[23] تو تم صبر، خدا کی موافقت اور اس کے فعل و وعدہ پر طمانیت و رضا کی بنا پر اس کا سر قلم کرو گے اور خدا پاک تمھیں توفیق اور مدد سے سرفراز کرے گا۔[24] لیکن صلوٰۃ و رحمت کا ترتب اس کی دلیل یہ آیہ کریمہ ہے بلے

---

(۲۰) طبیعت اگرچہ جزع و فزع اور مخالفت و شکایت پر آمادہ ہو۔

(۲۱) اور اس کے دین کی تائید و تقویت کے لیے کوشش کرو گے۔

(۲۲) اور اس کی مدد کا ایک اثر یہ ہو گا کہ تم معصیت اور ہوائے نفس کی پیروی کی بجائے صبر کا التزام کرو گے۔

(۲۳) جیسا کہ اس کی عادت ہے۔

(۲۴) اور ہر آفت سے محفوظ رکھے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے صبر و موافقت پر تثبیت و نصرت مترتب ہوتی ہے۔

جب ا صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے یہ وہ لوگ ہیں جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں[25] بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں[26] اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں[27] - انہی لوگوں پر ان کے رب کی طرف سے برکتیں اور رحمتیں ہیں[28] اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں[29] ۔ دوسری حالت یہ ہے کہ دعا و تضرع کے ساتھ اپنے رب کی بارگاہ میں گڑگڑا اور اس کی عظمت[30] کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس حکم کی تعمیل کرو کہ اپنے رب کو پکارو - یہی اقدام برمحل ہے[31] کیونکہ اللہ تعالےٰ نے تمہیں سوال کرنے اور اس کی بارگاہ میں

---

(۲۵) زبان و دل کی موافقت کے ساتھ۔

(۲۶) ہم اس کے بندے ہیں اور اس کی بندگی، مصیبت پر صبر، قضا پر رضا کے لیے پیدا ہوئے ہیں ۔

(۲۷) دنیا کے ہر کام اور حاجت میں اور آخرت میں ثواب و عقاب کی خاطر اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(۲۸) مغفرت اور طلب و احسان ہے۔

(۲۹) دنیا و آخرت کی ہر قسم کی صلاح و سعادت کی طرف ہدایت پانے والے ہیں جن میں عبادت و معرفت بھی ہے اور قربت و اعتقادِ حق اور عمل صحیح بھی ہے اور ثوابِ آخرت بھی اور جنت کی نعمتیں بھی - یہ تمام ثمرات و نتائج دعا سے خاموشی اختیار کرنے، قضا پر راضی رہنے اور ارادۂ الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے پر مرتب ہوتے ہیں۔

(۳۰) جو کہ صفات کمال یعنی قدرت، جُود، کرم و رافت کے اثبات اور اللہ تعالےٰ کی طرف ان کے اسناد کو مستلزم ہے۔

(۳۱) حقِ عبودیت و ربوبیت کی ادائی میں انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے ۔

رجوع کی ترغیب دی ہے اور اسے راحت بنا کر[32] تمھاری طرف سے قاصد، پیوستگی کا سبب اور ملاقات کا وسیلہ بنا دیا ہے[33] شرط یہ ہے دعا کی معینہ مدت تک تاخیر کی صورت میں خدا پر تہمت نہ تراشو اور اس پر ناراضی کا تصور نہ کرو سوال کرنے اور خاموش رہنے کی مذکورہ دو حالتوں کے فرق کا اندازہ کر لو[34]۔ اور ان کی حدود سے ہرگز تجاوز نہ کرو کیونکہ یہاں تعبد اور مولیٰ کریم کے تقرب کے مقام میں ان دو کے سوا اور کوئی حالت نہیں ہے۔ پس حد سے گزرنے اور ظلم کرنے والوں[35] کے زمرے میں داخل ہونے سے ڈرو۔ اگر یہ ہو تو اللہ تعالیٰ پہلی امتوں کی طرح تمھیں ہلاک کر دے گا اور تمھاری پروا نہیں کرے گا دنیا میں سخت ابتلا میں اور آخرت میں دردناک عذاب میں گرفتار کرے گا[36]، پس اللہ تعالیٰ

---

(۳۲) کہ اللہ تعالیٰ نے دُعا و سوال اور توجہ و اقبال کو اور اپنے اسماء و صفات کے ذکر کو آسائش کا مقام اور وقت کی تنگی اور مخلوق کی وحشت سے بچنے کی جگہ بنا دیا ہے۔

(۳۳) یہ اور اس طرح کے دیگر فوائد دُعا سے حاصل ہوتے ہیں۔

(۳۴) اور یہ قیاس کرو کہ کون سی حالت بہتر اور بلند تر ہے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ غور و فکر کرو کس حالت میں اور کس وقت کیا صورت ہونی چاہیئے اور ہر ایک کے شرائط و آداب پر نظر ہونی چاہیئے، یہ معنی آئندہ کلام کے زیادہ موافق ہے۔

(۳۵) جو چیز کو بے محل رکھتے ہیں۔

(۳۶) اس مقام کے مطابق امام ابو القاسم قشیری کا کلام ہم نے اپنے رسالے "تسلیۃ المصاب" میں نقل کیا ہے جو یہاں بھی درج کیا جاتا ہے۔

عظمت والے کی پاکی بیان کرتا ہوں ، اے میرے حال کو جاننے

---

## سوال اور خاموشی میں کون افضل ہے

اس مقام پر صوفیہ میں اختلاف ہے کہ سوال و دعا افضل ہے یا کہ سکوت و رضا۔ بعض دُعا کی فضیلت کے قائل ہیں یہ اس لیے کہ دُعا بذاتِ خود عبادت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دُعا عبادت کا مغز ہے"۔ لہذا عبادت کرنا چھوڑنے سے افضل و اولیٰ ہے۔ اس کے بعد اجابتِ باری تعالیٰ کا مرتبہ ہے اگر دُعا کی قبولیت بندے کے نصیب میں نہ ہو اور اپنی خواہش کے مطابق مقصد حاصل نہ ہو تو کیا حرج ہے کیونکہ بندے نے اللہ کا حقِ عبودیت ادا کر دیا ہے اور چونکہ دعا سے مقصود احتیاج عبدیت اور فقر و فاقہ کا اظہار ہے جو کہ حاصل ہو گیا ہے۔ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالےٰ کے جاری حکم کے تحت خاموشی اور مولا کریم کے اختیار و قضا پر رضا اولیٰ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار عالم فرماتا ہے جس شخص کو میرا ذکر دُعا کرنے سے روکے رکھے تو میں اسے سوال کرنے والوں سے بڑھ کر عطا کروں گا۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ زبان کے ساتھ تو دعا میں مشغول رہے لیکن دل مقامِ رضا پر رکھے تاکہ دو فضیلتوں کو جمع کرلے۔ بہتر یہ ہے کہ اختلافِ اوقات کا لحاظ کیا جائے گا۔ بعض اوقات ادب کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ خاموشی اختیار کرنے کی بجائے دُعا و سوال میں مشغول ہو اور بعض احوال میں دعا کی بجائے سکوت اختیار کرنا ادبِ وقت کا مقتضیٰ ہوتا ہے ان حالات کی پہچان بھی بر وقت ہوتی ہے کہ اب کیا کرنا چاہیئے کیونکہ وقت کا علم اس وقت ہی حاصل ہوتا ہے لہذا اگر دل دُعا کرنے کی طرف اشارہ کرے تو دعا میں

والے تجھی پر میرا بھروسا ہے۔(۳۷)

---

لگ جائے، اگر خاموشی کی طرف اشارہ کرے تو خاموشی بہتر ہوگی۔ اسی طرح اگر دعا کرنے سے بسط و ذوق اور حضورِ وقت میں اضافہ محسوس کرتا ہے تو دعا کرنا افضل ہے۔ اگر دل کی طرف توجہ کرنے اور دعا کرنے پر قبض و زجیر محسوس کرے تو اس وقت دُعا نہ کرنا اولٰی ہوگا اور اگر دُعا کرنے یا نہ کرنے سے قبض و بسط کی معلوم نہیں ہوتی تو اس صورت میں دعا کرنا یا نہ کرنا برابر ہے نیز اگر اس وقت۔ اس علم کا حکم غالب ہے تو دعا کرنا بہتر ہے کیونکہ یہ عبادت ہے اگر معرفت کا حال غالب ہے تو سکون و سکوت اولٰی ہے یہ بھی کہا جا سکتا ہے جس چیز میں مسلمانوں اور رب قدوس کا حق ہے اس میں دعا کرنا افضل ہے اور جس چیز میں اپنے نفس کا خلاصہ نصیب ہے تو سکوت اختیار اتم ہے۔ امام ابوالقاسم قشیری کا کلام ختم ہوا۔

(۳۷) بعض نسخوں میں یہ عبارت موجود ہے اس کی مناسبت سے دعا و سوال اور تضرع و زاری میں مشغولیت کی افضلیت ظاہر ہے۔

# المقالة الخامسة والثلثون

قال رض عليك بالورع وإلا فالهلاك في ربقك ملازم لك
لا تنجوا منه أبدا إلا أن يتغمدك الله برحمته فقد ثبت
في الحديث المروي أن ملاك الدين الورع وهلاكه الطمع
وأن من حام حول الحمى يوشك أن يقع فيه كالراتع
إلى جنب الزرع يوشك أن يمد فاه إليه لا يكاد أن يسلم
الزرع منه وقد قال عمر ابن الخطاب رضي الله عنه
كنا نترك تسعة أعشار الحلال مخافة أن نقع في الحرام
وعن أبي بكر الصديق رض قال كنا نترك سبعين بابا من
المباح مخافة أن نقع في الجناح فعلوا ذلك تورعا من
مقاربة الحرام أخذا بقول النبي صلى الله عليه وسلم
ألا إن لكل ملك حمى وإن حمى الله محارمه فمن حام
حول الحمى يوشك أن يقع فيه فمن دخل حصن الملك
فجاوز الباب الأولى ثم الثاني والثالث حتى قرب من سدته
خير ممن وقف على الباب الأول الذي يلي البر فإنه إن
أغلق عنه لم يضره وهو من وراء ما بين من أبواب القصر

مِنْ دُوْنِهٖ خَزَائِنُ الْمَلِكِ وَجُنْدُهٗ وَ اَمَّا اِذَا كَانَ عَلَى الْبَابِ
الْاَوَّلِ فَغُلِّقَ عَنْهُ بَقِيَ فِي الْبَرِّ وَحْدَهٗ اَخَذَتْهُ الذِّيَابُ وَ
الْاَعْدَاءُ فَكَانَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ فَهٰكَذَا مَنْ سَلَكَ الْعَزِيْمَةَ
وَلَازَمَهَا اِنْ سُلِبَ عَنْهُ مَدَدُ التَّوْفِيْقِ وَالرِّعَايَةِ وَ انْقَطَعَتْ عَنْهُ
حَصَلَ فِي الرُّخَصِ وَلَمْ يَخْرُجْ مِنَ الشَّرْعِ فَاِذَا اَدْرَكَتْهُ
الْمَوْتُ كَانَ عَلَى الطَّاعَةِ وَالْعِبَادَةِ يُشْهَدُ لَهٗ بِخَيْرِ الْعَمَلِ
وَمَنْ وَقَفَ عَلَى الرُّخَصِ وَلَمْ يَتَقَدَّمْ اِلَى الْعَزِيْمَةِ اِنْ سُلِبَ
عَنْهُ التَّوْفِيْقُ فَقُطِعَتْ عَنْهُ اِمْدَادُهٗ فَغَلَبَ الْهَوٰى عَلَيْهِ وَ
شَهَوَاتُ النَّفْسِ فَتَنَاوَلَ الْحَرَامَ خَرَجَ مِنَ الشَّرْعِ فَصَارَ فِيْ
زُمْرَةِ الشَّيَاطِيْنِ اَعْدَاءِ اللّٰهِ الضَّالِّيْنَ فَاِنْ اَدْرَكَتْهُ الْمَوْتُ
قَبْلَ التَّوْبَةِ كَانَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَهُ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ
وَفَضْلِهٖ فَالْخَطَرُ كُلُّ الْخَطَرِ فِي الْقِيَامِ مَعَ الرُّخَصِ وَ
السَّلَامَةُ كُلُّ السَّلَامَةِ فِي الْقِيَامِ مَعَ الْعَزِيْمَةِ۔

## مقالہ ۳۵

# زہد و ورع

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ، تقویٰ کو لازم کر لو(۱)

---

(۱) **تقویٰ اور ورع میں فرق** تقویٰ اور ورع دونوں کے معنی ہیں صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچنا ، یا صرف کبیرہ گناہوں سے پرھیز کرنا ، کیونکہ انسان کے لیے صغیرہ گناہوں سے خلاصی انتہائی مشکل معاملہ ہے ۔ بعض حضرات ورع کا مقام تقویٰ سے بلند بیان کرتے ہیں کہ تقویٰ کا معنیٰ ہے حرام سے اجتناب کرنا' اور ورع کا معنیٰ شبہہ والی چیز سے پرھیز کرنا بھی ہے ۔ اور بعض حضرات کی اصطلاح میں اس کا عکس ہے ۔ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اس مقالہ میں ورع کا بیان فرما رہے ہیں جس سے ظاہر یہی ہے کہ آپ پہلا معنیٰ مراد لیتے ہیں ۔ بہر حال آپ فرما رہے ہیں کہ اے طالب ! نجات ورع میں ہی ہے ۔

ورنہ ہلاکت[2] کا پھندا[3] تمہارے گلے میں یوں پڑجائے گا کہ خدا کی رحمت میں ڈھونڈ
لیے جانے کے علاوہ اس سے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ حبیب خدا صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہے کہ ورع دین کی بنا ہے
اور طمع[4] دین کی ہلاکت ہے۔ ایک حدیث میں ہے : جو شخص شاہی چراگاہ کے
گرد پھرے تو بعید نہیں کہ اس میں گرجائے[5]، جس طرح کھیتی کے آس پاس چرنے
والے مویشیوں کا کھیتی میں منہ مارنا بعید نہیں اور کھیتی کا ان سے محفوظ رہنا ممکن نہیں[6]

---

(۲) یعنی عذاب وعقاب اور مراتب و درجات سے گرجانا جو کہ ہلاکت کا موجب ہے۔
(۳) ربقۃ راء مکسور کے ساتھ بمعنی گلے میں ڈالی جانے والی رسی جس کے
ساتھ بھیڑ بکریوں کو باندھا جائے۔ اور ربقہ کا معنی اس رسی کا ایک گرہ۔ کذا فی القاموس
(۴) طمع تقویٰ اور ورع کی حد سے نکل جانے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر
سے عاجز آنے کا سبب بنتا ہے ہلاک امر کا معنی ہے وہ چیز جس کے ساتھ
کوئی امر قائم ہو اس معنی کے اعتبار سے دل کو ہلاک جسد کہتے ہیں۔
(۵) حمیٰ حاء کو مکسور اور میم کو مخفف پڑھا جائے گا یعنی وہ چراگاہ جسے
بادشاہ صدقے کے جانوروں کے لیے مخصوص قرار دیتا ہے۔ اس میں عام
جانوروں کو لے جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ لہٰذا جو شخص اپنے چوپایوں کو
دُور دُور رکھے ہے وہ چراگاہ میں جانے سے مامون رہے گا اور جو شخص
چراگاہ کے قریب آئیگا عین ممکن ہے کہ اس کے جانور اس چراگاہ میں داخل ہو جائیں
(۶) یہ شبہات سے پرہیز کرنے کی مثال ہے کہ جو شخص شبہات کے قریب
آئے گا عین ممکن ہے کہ وہ حرام کا مرتکب ہو جائے اور مثال میں بہت
زیادہ احتیاط کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا : ہم محلِ شُبہ میں دس چیزوں سے نو کو حرام میں پڑ جانے کے خوف سے چھوڑ دیتے تھے۔(7) اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : ہم مباح کے ستّر دروازے اس ڈر سے چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں گناہ میں ملوّث نہ ہو جائیں(8)۔ ان حضرات کی اس قدر احتیاط رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے اس فرمان کی روشنی میں بھی کہ " آگاہ ہو جاؤ کہ یقیناً ہر بادشاہ کی ایک مخصوص چراگاہ ہوتی ہے(9)، اور اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں(10)۔ پس جو شخص اس کے اردگرد پھرے گا ہو سکتا ہے اس میں جا پڑے ۔ جو شخص(11) بادشاہ کے قلعے(12) میں داخل

---

(7) اگر بالفرض دسوں چیزیں حلال ہوتیں تو محلِ شبہ میں ہونے کی وجہ سے احتیاط میں اس قدر مبالغہ کرتے کہ نو چیزیں چھوڑ دیتے اور ایک چیز لے لیتے کہ اگر وہ ایک چیز بلا شبہ حلال ہے تو مقصود حاصل ہو گیا۔ اور اگر اس میں اشتباہ ہے تو ضرورت کے مطابق ایک چیز پر اکتفا کرتے۔

(8) اس میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ احتیاط ہے۔

(9) جس میں دوسروں کا داخلہ ممنوع ہوتا ہے۔

(10) کہ بندوں کو اس میں پڑنے سے منع کیا گیا ہے۔

(11) عزیمت پر عمل کرنے اور رخصت کو ترک کرنے کی ایک اور مثال دی جا رہی ہے۔

(12) حِصنٌ۔ ہر وہ محفوظ مقام جس کے اندر جانا ممکن نہ ہو اسے حصن کہتے ہیں اور اس کی چار دیواری کو حصار کہتے ہیں ۔ حصن ہمیشہ محفوظ رکھا جاتا ہے اور حصار کی کبھی حفاظت کی جاتی ہے اور کبھی نہیں ۔ حدیث قدسی ہے: لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو آدمی اس قلعے میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے بچ گیا۔

ہو اور پہلے ، دوسرے ، تیسرے دروازے سے گزر کر بادشاہ کی چوکھٹ کے قریب ہو جائے یہ آدمی اس شخص سے ہر لحاظ سے بہتر ہے جو پہلے دروازے سے باہر میدان میں کھڑا ہے ۔ اس لیے اس پر اگر تیسرا دروازہ بند بھی کر لیا جائے تو اسے کوئی ضرر نہیں ہو گا کیونکہ وہ تینوں دروازے[13] عبور کر کے اس جگہ پہنچ چکا ہے جس کے قریب شاہی خزانہ اور فوج ہے ۔ لیکن اگر پہلے دروازے پر کھڑے آدمی پہ دروازہ بند کر دیا جائے تو وہ چٹیل میدان میں تنہا رہ جائے گا اور اُسے کوئی بھیڑیا یا دشمن پکڑ لے گا اس طرح وہ ہلاک ہو جائے گا ۔ اور اس طرح جس آدمی نے عزیمت کی راہ اختیار کی اور ثابت قدمی سے اس پر عمل کیا اگر اس سے توفیق اور حال کی نگہداشت کی امداد روک لی جائے اور اس سے عنایتِ الٰہی منقطع ہو جائے تو اسے رخصت حاصل ہو گئی[15] ۔ لیکن وہ دائرۂ شریعت سے نہیں نکلا[16] ۔ جب وہ اس حالت میں فوت

---

(۱۳) وراء آگے اور پیچھے دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور یہاں دونوں درست ہیں ۔

(۱۴) یہ رخصت اور عزیمت پر عمل کرنے کی مثال ہے کہ جو شخص دوسرے اور تیسرے دروازے سے گزر کر شاہی قرب سے شرفیاب ہو گیا وہ عزیمت پر عمل پیرا ہے اور رخصت پر عمل کرنے والا دروازے سے باہر کھڑے مقامِ قُرب و اختصاص سے محروم و محجوب کی مانند ہے ۔

(۱۵) یعنی عزیمت کے مرتبے سے نیچے رخصت کے مقام میں آ گیا ۔

(۱۶) اگرچہ مقامِ قُرب اور مرتبۂ فضیلت سے تو محروم ہو چکا ہے مگر تا حال معصیت کا مرتکب نہیں ہوا ۔

ہو جائے گا تو اسے طاعت وعبادت ہی پر تصوّر کیا جائے گا اور اس کے عمل صالح کی شہادت دی جائے گی ۔ اور جو شخص ہمیشہ رخصت پر ہی رہا عزیمت کی طرف نہ بڑھا اگر اس سے توفیق اور اعانت سلب کر لی جائے اس پر شہوات وخواہشات نفس غالب آجائیں جس کے نتیجے میں حرام چیز کھالے تو وہ شریعت سے نکل کر شیاطین[17]، خدا کے دشمنوں اور گمراہوں کے گروہ میں داخل ہو جائیگا اور اگر توبہ سے پہلے فوت ہو جائے تو وہ ہلاک ہونے والوں میں شمار ہو گا مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ اسے اپنے فضل ورحمت میں ڈھانپ لے، یاد رکھو کہ رخصتوں پر عمل کرنے میں سراسر خطرہ ہے اور عزیمت پر عمل کرنے سے مکمل سلامتی ہے۔

---

(17) جنوں اور انسانوں میں سے ہر سرکش اور نافرمان کو شیطان کہتے ہیں ظاہر یہی ہے کہ یہاں انسانی شیطان مراد ہیں جو خواہش نفس کے تحت شریعت کی حدود سے تجاوز کر چکے ہیں۔

# المقالة السادسة والثلثون

قال رضی اجعل اٰخرتک راس مالک و دنیاک ربحه اصرف
زمانک اولاً فی تحصیل اٰخرتک ثم ان فضل من زمانک
شیٔ اصرفه فی دنیاک فی طلب معاشک ولا تجعل دنیاک
راس مالک و اٰخرتک ربحه ثم ان فضل من الزمان
فضل صرفتها فی اٰخرتک تقضی فیها الصلوات الخمس تسبکها
سبکة واحدة ساقطة الارکان مختلفة الواجبات من غیر
رکوع و سجود و طمانینة بین الارکان او یلحقک التعب و
الاعیاء فتنام عن القضاء جملة جیفة فی اللیل بطالا فی
النهار تابعاً لنفسک وهواک و شیطانک و بائعاً اٰخرتک بدنیاک
عبد النفس و مطیتها و مرکبها امرت برکوبها و تهذیبها
و ریاضتها و السلوک بها فی سبل السلامة وهی طرق الاٰخرة
و طاعة مولاها فظلمتها بقبولها منها و سلمت زمامها
الیها و تبعتها فی شهواتها و لذاتها و وافقتها شیطانها

وَهَوَاهَا فَفَاتَكَ خَيْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَخَسِرْتَهُمَا فَقَدْ خَلَتْ
الْقِيٰمَةِ اَفْلَسَ النَّاسِ وَاَخْسَرَهُمْ دِيْنًا وَمَا وَصَلَتْ بِمُتَابَعَتِهَا اِلٰى
اَكْثَرَ مِنْ قِسْمِكَ مِنْ دُنْيَاكَ وَلَوْ سَلَكْتَ بِهَا طَرِيْقَ الْاٰخِرَةِ وَ
جَعَلْتَهَا رَاسَ مَالِكَ رَبِحْتَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ وَصَلَ اِلَيْكَ قِسْمُكَ
مِنَ الدُّنْيَا هَنِيْئًا مَرِيْئًا وَاَنْتَ مُصَانٌ مُكَرَّمٌ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ اِنَّ
اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِي الدُّنْيَا عَلٰى نِيَّةِ الْاٰخِرَةِ وَلَا يُعْطِي الْاٰخِرَةَ
عَلٰى نِيَّةِ الدُّنْيَا وَكَيْفَ لَا يَكُوْنُ كَذٰلِكَ وَنِيَّةُ الْاٰخِرَةِ هِيَ
طَاعَةُ اللّٰهِ لِاَنَّ النِّيَّةَ رُوْحُ الْعِبَادَةِ وَذَاتُهَا فَاِذَا اَطَعْتَ
اللّٰهَ بِزُهْدِكَ فِي الدُّنْيَا وَطَلَبِكَ دَارَ الْاٰخِرَةِ كُنْتَ مِنْ خَوَاصِّ
اللّٰهِ وَاَهْلِ طَاعَتِهٖ وَمَحَبَّتِهٖ وَحَصَلَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ وَهِيَ الْجَنَّةُ
وَجِوَارُ اللّٰهِ وَخَدَمَتْكَ الدُّنْيَا فَيُوَفِّيْكَ قِسْمَكَ الَّذِيْ قَدَّرَ
لَكَ مِنْهَا اِذِ الْكُلُّ تَبَعٌ لِخَالِقِهَا وَمَوْلَاهَا وَاِنِ اشْتَغَلْتَ
بِالدُّنْيَا وَاَعْرَضْتَ عَنِ الْاٰخِرَةِ غَضِبَ الرَّبُّ عَلَيْكَ فَفَاتَكَ
الْاٰخِرَةُ وَتَعَاصَتِ الدُّنْيَا عَلَيْكَ وَتَعَسَّرَتْ وَاَتْعَبَتْكَ فِيْ اِيْصَالِ
قِسْمِكَ اِلَيْكَ لِغَضَبِ اللّٰهِ عَلَيْكَ لِاَنَّهَا مَمْلُوْكَةٌ تُهِيْنُ مَنْ
عَصَاهُ وَتُكْرِمُ مَنْ اَطَاعَهٗ فَيَتَحَقَّقُ رح قَوْلُهٗ اَلدُّنْيَا وَ
الْاٰخِرَةُ ضَرَّتَانِ اِنْ اَرْضَيْتَ اِحْدٰهُمَا سَخِطَتْ عَلَيْكَ الْاُخْرٰى
قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ
يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ يُقَالُ اَبْنَاءُ الدُّنْيَا وَاَبْنَاءُ الْاٰخِرَةِ فَانْظُرْ مِنْ
اَبْنَاءِ اَيِّهِمَا اَنْتَ وَمِنْ اَيِّ الْقَبِيْلَتَيْنِ تُحِبُّ اَنْ تَكُوْنَ اَنْتَ وَ

أَنْتَ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِذَا صِرْتَ إِلَى الْآخِرَةِ فَفَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ
فِي السَّعِيرِ فَفَرِيقٌ فِي الْمَوْقِفِ قِيَامٌ فِي طُولِ الْحِسَابِ فِي يَوْمٍ كَانَ
مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ كَمَا قَالَ جَلَّ وَعَلَا وَفَرِيقٌ فِي ظِلِّ
الْعَرْشِ عُكُوفٌ عَلَى الْمَوَائِدِ عَلَيْهَا أَطْيَبُ الطَّعَامِ وَالْفَوَاكِهِ وَالشَّهْدِ
أَبْيَضَ مِنَ الثَّلْجِ كَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ يَنْظُرُونَ إِلَى مَنَازِلِهِمْ فِي الْجَنَّةِ
حَتّٰى إِذَا فَرَغَ مِنْ حِسَابِ الْخَلْقِ دَخَلُوا الْجَنَّةَ يَهْتَدُونَ إِلَى
مَنَازِلِهِمْ كَمَا يَهْتَدِي أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ فِي الدُّنْيَا إِلَى مَنْزِلِهِ
فَهَلْ وَصَلُوا إِلَى هٰذِهِ إِلَّا بِتَرْكِهِمُ الدُّنْيَا وَاشْتِغَالِهِمْ بِطَلَبِ
الْآخِرَةِ وَالْمَوْلَى وَهَلْ وَقَعُوا أُولٰئِكَ فِي الْحِسَابِ وَأَنْوَاعِ الشَّدَائِدِ
وَالذُّلِّ إِلَّا لِاشْتِغَالِهِمْ بِالدُّنْيَا وَرَغْبَتِهِمْ فِيهَا وَزُهْدِهِمْ فِي
الْآخِرَةِ وَقِلَّةِ الْمُبَالَاتِ بِأَمْرِهَا وَنِسْيَانِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَا سَيَصِيرُونَ
إِلَيْهِ غَدًا مِمَّا ذُكِرَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَانْظُرْ لِنَفْسِكَ نَظَرَ رَحْمٍ
وَشَفَقَةٍ وَاخْتَرْ لَهَا خَيْرَ الْقَبِيلَتَيْنِ وَأَفْرِدْهَا عَنْ أَقْرَانِ السُّوْءِ
مِنْ شَيَاطِينِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ وَاجْعَلِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ أَمَامَكَ
وَانْظُرْ فِيهِمَا بِتَأَمُّلٍ وَتَدَبُّرٍ وَاعْمَلْ بِهِمَا وَلَا تَغْتَرَّ بِالْقَالِ
وَالْقِيلِ وَالْهَوَسِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ
وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخَالِفُوهُ فَتَتْرُكُوا الْعَمَلَ
بِمَا جَاءَ بِهِ لَا تَخْتَرِعُوا لِأَنْفُسِكُمْ عَمَلًا وَعِبَادَةً كَمَا قَالَ اللّٰهُ فِي
حَقِّ قَوْمٍ ضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وَرَهْبَانِيَّةَنِ ابْتَدَعُوهَا
مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ ثُمَّ إِنَّهُ قَدْ زَكّٰى هُوَ نَبِيَّهُ وَنَزَّهَهُ مِنَ الْبَاطِلِ

فقال وما ينطق عن الهوى إن هو إلا وحي يوحى أي ما آتكم به فهو
من عندي لا من هواه ونفسه فاتبعوه ثم قال قل إن كنتم
تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله فبين أن طريق المحبة اتباعه
قولا وفعلا فالنبي قال الاكتساب سنتي والتوكل حالتي أو كما
قال فأنت بين سنته وحالته إن ضعف إيمانك فالتكسب
الذي هو سنته وإن قوي إيمانك فحالته التي هي التوكل قال
الله عز وجل وعلى الله فتوكلوا وقال ومن يتوكل على الله
فهو حسبه وقال إن الله يحب المتوكلين فقد أمرك بالتوكل
ونبهك عليه كما أمر نبيه وقال النبي صلى الله عليه وسلم
من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد هذا يعم الرزق و
الأعمال والأقوال ليس لنا نبي غيره فنتبعه ولا كتاب غير القرآن
فنعمل به فلا تخرج عنهما فتهلك فيضلك هواك والشيطان
قال الله تعالى ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله والسلامة
مع الكتاب والسنة والهلاك مع غيرهما وبهما يرتقي العبد إلى
حالة الولاية والبدلية والغوثية -

## مقالہ ۳۶

# دین راس المال ہے اور دنیا اس کا نفع

حضرت غوثِ صمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں : دین کے کاموں کو، جن کا ثواب آخرت میں حاصل ہونا ہے اپنا راس المال بنا لو اور دنیا کے کاموں کو، جن کے ساتھ زندگی بسر کی جا رہی ہے اس کا نفع[1] جانو۔ پہلے اپنے وقت کو آخرت حاصل[2] کرنے میں خرچ کرو۔ پھر جو وقت فارغ ہو اسے اسبابِ معیشت کی طلب میں دُنیا حاصل کرنے کے کام میں لاؤ[3]۔ اس کے برعکس دُنیا کو راس المال اور آخرت کو اس کا نفع نہ بناؤ، پھر اگر کچھ وقت ملے تو اسے[4]

---

(۱) نفع جو کہ اصل مال پر زائد ہوتا ہے جیسا کہ تاجر تجارت میں پہلے راس المال کے حصول کی کوشش کرتا ہے جب اصل مال حاصل ہو جائے تو پھر نفع کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اگر نفع نہ بھی ملے تو اصل مال ضائع نہیں ہوتا۔

(۲) جو کہ راس المال ہے۔

(۳) جیسا کہ راس المال کے بعد نفع حاصل کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔

(۴) کہ اکثر اوقات تحصیلِ دُنیا میں صرف کرو۔

آخرت کے کاموں میں صرف کرو اور اس فارغ وقت میں پنجگانہ نماز اس طرح جلدی کے ساتھ ادا کرو[5] کہ ارکان[6] مکمل ادا نہ ہوں اس کے واجبات غیر معتدل باہم مخالف ہوں رکوع وسجود مکمل ادا نہ ہوں اور ارکان کی ادائیگی کے وقت اطمینان مفقود ہو، یا نماز ادا[7] کرنے کے وقت سستی اور تھکاوٹ کا بہانہ بنا کر نمازوں سے رات کو ایسے سو رہو جس طرح مردار پڑا ہوتا ہے اور دن کو

---

(5) سبک کا معنیٰ ہیں سونے یا چاندی کو کٹھالی میں ڈال کر پگھلانا، اور سبیکۃ کے معنی پگھلاتی ہوئی چیز۔ اور سکب کاف پہلے اور با بعد میں، اس کے معنی ہیں پانی بہانا۔ یہ معنیٰ بھی مقصود سے مطابقت رکھتا ہے۔ لیکن فتوح الغیب شریف کے نسخوں میں سبک' ہی ہے۔ یہ اس مقام کے زیادہ مناسب ہے کہ نمازی اس طرح نماز ادا کرتا ہے جس طرح کٹھالی میں سونا چاندی حرکت کر رہی ہو۔

(6) **لفظ رکن کی تحقیق** گھر یا کسی اور بڑی چیز کے مضبوط حصے کو جس پر اس چیز کا دارومدار ہے رکن کہتے ہیں اس لیے امرار کو ارکانِ دولت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ رکن بمعنی عزت و قوت بھی مستعمل ہے۔ آرام وسکون والے آدمی کو رکین کہتے ہیں۔ یہی معنی ارکانِ صلوٰۃ کے مطابق ہیں۔ نماز کی تکمیل تو اسی میں ہے ارکان پوری طرح ادا ہوں اور ساقط الارکان ان کے نامکمل اور ناقص ہونے سے کنایہ ہے۔

(7) قضا کا معنیٰ ادا کرنا بھی ہو سکتا ہے اور اس کے مشہور معنے کہ فوت ہونے کے بعد قضا کرنا بھی لیا جا سکتا ہے کہ پہلے تو نماز فوت ہو گئی پھر قضا کرنے میں بھی سستی دکھائی کہ قضا کا وقت بھی گزر گیا۔

بیکار رہو، نفس و ہوا اور اپنے شیطان(۸) کی پیروی کرتے رہو اور اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالو۔ اے نفس کی غلامی کرنے والے اس کی سواری اور مرکب(۹) بننے والے تمہیں تو حکم دیا گیا ہے کہ اس کی تہذیب(۱۰) و اصلاح کرو، ریاضت(۱۱) کے ذریعے اسے رام کرو اور اس پر سوار ہو کر سلامتی کے راستوں پر چلو جو کہ آخرت کے اور مولیٰ کریم کی اطاعت کے راستے ہیں(۱۲)۔ تم نے یہ بڑا ظلم کیا ہے کہ حق کو

---

(۸) جو تجھ پر مسلط ہے حدیث شریف میں ہے ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے اور ایک فرشتہ۔ شیطان برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور فرشتہ نیکی اور اطاعت کا۔

(۹) **مطیہ اور مرکب میں فرق** مطیہ اور مرکب میں عطف تفسیری ہے یہ فرق بھی ہو سکتا ہے کہ مطیہ چوپائے کے ساتھ مخصوص ہے یعنی وہ سواری جس کی پشت پر بیٹھا جائے اور وہ کوشش اور تیزی سے چلے۔ مطا کا معنیٰ پشت، اور چلنے میں تیزی اور کوشش کرنا۔ اور رکوب کا معنیٰ ہے اوپر بیٹھنا۔ مرکب کا معنی بیٹھنے کی جگہ، خواہ وہ کشتی ہو یا چوپایہ۔

(۱۰) تہذیب کا معنی اخلاق بد سے خالص کرنا۔ ہذب کا معنی ہے کھجور کے درخت کا پوست اتارنا۔ ہذب کا معنی تیز چلنا اور دوڑنا بھی ہے۔ "ہذبی" رفتار کی ایک قسم کا نام ہے۔ اس معنیٰ کے لحاظ سے تہذیب کی مرکب کی طرف اضافت عین مناسب ہے۔

(۱۱) ریاضت کے معنی رام کرنا، نرم کرنا۔ یہ گھوڑے اور اونٹ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

(۱۲) خدا تک پہنچانے والے راستوں کی تعداد طرق طریق کی جمع ذکر کرکے

چھوڑ کر نفس کی غلامی قبول کر لی۔ نفس کی لگام اس کو تھمادی اور خواہشات و لذات کی پیروی کرتے ہیں۔ شیطان(۱۳) کی موافقت(۱۴) اختیار کر لی۔ یوں تم سے

---

اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ خدا تک قُرب و وصول حاصل کرنے کے بے شمار راستے ہیں مثلاً واجبات ادا کرنے اور منہیات سے پرہیز کرنے کے بعد ہر عملِ خیر یعنی نفلی کام خدا کے قرب و وصول کا ایک راستہ ہے جو آدمی اس کا التزام کے ساتھ ہمیشہ پابند رہے گا وہ جلد یا بدیر یقیناً مقصد کو پالے گا۔ ان اقسام کا احاطہ و استیعاب شرط نہیں ہے بزرگوں کا قول والطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق خدا تک موصل راستے اتنے ہیں جتنے مخلوقات کے سانس ہیں جو کہ کثرت کی طرف مشعر ہے، اس کا معنیٰ بھی یہی ہے تمام کا مرجع و مآل بشریت اور اتباع سنّت ہے۔ مشائخ طریقت کے طریقوں میں تعدد و تکثر اور مریدین کے سلوک میں اختلاف بھی اسی باب سے متعلق ہے جبکہ مآل کے اعتبار سے سب ایک ہی ہیں۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ سلوک کی منزلیں طے کرنے والے اخیافی بھائی ہیں (کہ ماں سب کی ایک ہو اور باپ مختلف ہوں) ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۱۳) وہ شیطان جو نفس پر مسلّط کیا گیا ہے درحقیقت عالمِ انسانیت میں نفس شیطان کا وکیل اور کوتوال ہے۔

(۱۴) گویا کہ تم نفس کی سواری بن گئے وہ جہاں چاہتا ہے تمہیں لے جاتا ہے جبکہ معاملہ برعکس ہونا چاہیے تھا۔ اسی کو ظلم کہتے ہیں کہ چیز کو اپنے محل میں نہ رکھنا۔

دنیا و آخرت دونوں کی بہتری فوت[15] ہوگئی، اس کی جگہ خسارے نے لے لی.[16] قیامت کے روز اس طرح آوٴ گے کہ عمل کے اعتبار سے مفلس ترین[17] اور دین کے حوالے سے سب سے زیادہ خسارے والے ہوگے اور نفس کی اتباع کی وجہ سے دنیا میں بھی تمہیں قسمت سے زیادہ کچھ نہ ملا[18] - اور اگر تم دین کے راستے پر چلتے ہوئے آخرت کو اپنا راس المال بنا لیتے تو تمہیں دنیا و آخرت میں نفع ہوتا[19] اور تمہاری قسمت کا جو کچھ تمہیں دنیا میں ملنا تھا وہ تمہارے لیے

---

(۱۵) دنیا کی نیکی اس طرح جاتی رہی کہ تم ہلاکت اور ضلالت میں گر گئے اور آخرت کی نیکی سے اس طرح محروم ہوئے کہ قیامت کے روز عقاب و وبال میں مبتلا ہوگے۔

(۱۶) بمصداق خسر الدنیا والآخرۃ دنیا اور آخرت میں خسارہ پایا۔ دنیا کا خسارہ تو دیکھ لیا اور آخرت کا خسارہ باقی ہے جو اپنے ساتھ لے جاؤ گے، جیسا کہ آگے ذکر فرماتے ہیں۔

(۱۷) مفلس فلس سے بنا ہے، فلس کا معنے پیسے، اور فلس کا معنی ہے پیسوں سے خالی ہونا۔ یعنی وہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ فلوس نہیں رکھتا۔

(۱۸) اس سے بڑھ کر اور خسارہ کیا ہوگا کہ دنیا بھی ہاتھ نہ آئی اور دین بھی جاتا رہا۔

(۱۹) آخرت کا فائدہ تو ظاہر ہے دنیا میں اس طرح فائدہ ہوتا کہ متقین کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے وعدے کے مطابق تنگی اور غم سے نجات پاتے بلا تکلیف و مشقت تمہیں وہاں سے رزق ملتا جس کا تمہیں گمان تک نہ تھا، اہلِ ایمان و تقویٰ کے نصیب میں جو عزت و کرامت ہے تم بھی اس سے معزز و مکرم ہوتے۔

خوشگوار اور خوش آیند ہوتا اور تم آفاتِ دُنیا سے محفوظ عزت و کرامت کے ساتھ زندگی گزارتے۔ جس طرح کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالےٰ آخرت کے ثواب کی نیت پر دُنیا میں نعمت و راحت عطا کرتا ہے اور دُنیا کے ارادے پر آخرت کا ثواب نہیں دیتا[20] اور ایسا کیوں نہ ہو حالانکہ آخرت کی نیت اللہ تعالےٰ کی عبادت ہے کیونکہ نیت عبادت کی بہ نسبت رُوح کا حکم رکھتی ہے[21]، بلکہ نیت عین عبادت اور حقیقتِ عبادت ہے[22]۔ پس جب تم دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طلب کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ کی اطاعت کروگے تو تم اللہ تعالےٰ کے خاص اہلِ طاعت و محبت میں شامل ہو جاؤ گے اور تمھیں ثواب آخرت بھی حاصل ہو گا جو کہ جنّت اور اللہ تعالےٰ کا قُربِ خاص ہے اور دنیا تمہاری چاکری کرے گی۔ اس طرح تمھیں دنیا کا نصیب بھی پورا پورا مل جائے گا کیونکہ ہر چیز اپنے خالق و مالک اللہ عزوجل کے تابع ہے[23]۔ اور اگر تم آخرت سے رُوگردانی کرتے ہوئے دنیا

---

(۲۰) آخرت کے طالب کو دنیا بھی مل جاتی ہے اور آخرت بھی، جبکہ دنیا کا طالب دنیا تو پالیتا ہے مگر آخرت سے محروم رہتا ہے۔

(۲۱) جس طرح جسم کا وجود رُوح کے بغیر متصور نہیں اسی طرح عبادت کا نیت کے بغیر اعتبار نہیں اور نہ ہی اس پر ثواب مترتب ہوتا ہے۔

(۲۲) اس میں زیادہ مبالغہ ہے۔

(۲۳) اور آخرت میں اشتغال اور اس کی نیت پہ اللہ تعالےٰ خوش ہو گا اور اس کی رضا سے اس کی ساری مخلوق خواہ دنیا ہو یا آخرت، خوش ہو گی، بزرگوں کے ارشاد مَنْ لَّهُ الْمَوْلٰى فَلَهُ الْكُلُّ کہ جس کا وہ مولیٰ ہو گیا ہر چیز اس کی ہو گئی کا یہی مطلب ہے۔

میں مشغول ہو گئے تو خدا تم سے ناراض ہو گا آخرت کی بھلائیوں سے محروم ہو جاؤ گے اور دنیا سرکشی کرتے ہوئے تم پر تنگ ہو جائے گی، اور خدا کے قہر کی وجہ سے دنیا کا نصیب تم تک پہنچنے میں تمہیں خوب مشقت میں ڈالے گا، کیونکہ دنیا خدا کی مملوک ہے اس کے نافرمان کی توہین کرتی ہے اور اس کے فرمانبردار کی غلامی کرتی ہے۔(۲۴) اس وقت رسول معظم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا

## (۲۴) مومن اور کافر میں فرق

یہ سارا معاملہ مسلمانوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ اگر اطاعت کریں اور اللہ تعالےٰ کے اوامر و نواہی کی پابندی کریں تو اس کے بدلے میں جو آخرت میں وعدہ ہے وہ دنیا میں بھی پا لیتے ہیں۔ ناز و نعمت اور جاہ و جلال کے ساتھ رہتے ہیں اور اگر نافرمانی کریں اور معصیت کا راستہ اپنائیں اور حقوق ادا کرنے میں تھوڑی سی تقصیر بھی کریں تو دونوں جہانوں میں اس کی سزا پاتے ہیں۔ ایک درویش کے متعلق منقول ہے کہ ایک چوہا ان کے جوتوں کو کاٹ رہا تھا اور وہ روتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ میں نے کون سی غلطی کی ہے جس کی سزا میں اس صورت میں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن کافر جو کہ ایمان کی دولت اور سعادت سے محروم ہیں وہ جس قدر بھی معصیت میں منہمک رہیں دنیا میں انہیں کچھ سزا نہیں ملے گی بلکہ دنیا میں اضافہ ہو گا تاکہ وہ خوب مغرور بن جائیں اور اللہ تعالےٰ کی طرف مہلت اور استدراج کی وجہ سے وہ اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ کوئی علاج کارگر ثابت نہیں ہوتا۔ اس کی مثال اس طبیب کی سی ہے جب وہ بیمار سے ناامید ہو جائے تو پرہیز ختم کرا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جو چاہو کھا سکتے ہو۔

ایک مرتبہ اس فقیر (شیخ محقق علیہ الرحمۃ) نے حضرت قبلہ موسیٰ پاک شہید قدس سرہٗ سے پوچھا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: صبح کی نیند رزق کی

یہ قول صحیح ثابت ہو گیا کہ دنیا و عقبے[25] دو سوکنیں ہیں اگر ایک کو خوش کرو گے تو دوسری کو ناراض کر بیٹھو گے۔ رب کریم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کچھ دنیا کے طالب ہیں اور کچھ آخرت کا ارادہ رکھتے ہیں[26]، اسی لیے دنیا کے طالبوں کو ابناءِ دُنیا اور آخرت کی خواہش رکھنے والوں کو ابناءِ آخرت کہا جاتا ہے[27]۔ پس

---

تنگی پیدا کرتی ہے اور زنا کی وجہ سے ذلت و حقارت مسلط ہو جاتی ہے۔ ماہِ رمضان کا روزہ چھوڑنے سے بزدلی پیدا ہوتی ہے (ص ۲۱۲) جبکہ بہت سے دُنیادار اس میں مبتلا ہیں، خُوب مالدار ہیں اور دن بدن ان کی عزت میں اضافہ ہو رہا ہے اور عمر دراز پاتے ہیں۔ فرمایا: یہی تو خوف کا مقام ہے کیونکہ ان کے دل کی زمین سے ایمان کا بیج اکھاڑا جا چکا ہے اور دولتِ ایمان سے ناامید ہو چکے ہیں نعوذ باللہ من ذالک۔

(۲۵) سابقہ کلام سے معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا و آخرت آپس میں متضاد ہیں، ایک کی تحصیل میں کوشش کرنے اور مشغول ہونے سے دوسری فوت ہو جاتی ہے اگرچہ اطاعت اور طلبِ آخرت کے ارادے پر اعمال بجا لانے کی صورت میں دنیا مجبور و مقہور ہو کر تابع اور خدمت گار بن جاتی ہے۔ اب اسی کی تشریح کی جا رہی ہے۔

(۲۶) **آیت کا شانِ نزول** یہ آیتِ کریمہ اصحابِ اُحد کے بارے میں نازل ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ تم اس درے پر ٹھہرو یہاں سے ہرگز نہ ہلنا۔ بعض نے مالِ غنیمت جمع کرنے کے لیے حکم عدولی کرتے ہوئے اپنی جگہ کو چھوڑ دیا اور بعض صحابہ اپنی جگہ پر قائم رہے۔

(۲۷) بعض نسخوں میں یُقالُ کی بجائے یعنی ہے اس تقدیر پر یہ جملہ من یرید الدنیا و من یرید الآخرۃ کی تفسیر و بیان قرار پائے گا۔

تمھیں غور کرنا چاہیے کہ تم ابناءِ دنیا سے ہو یا ابناءِ آخرت سے، اور دنیا میں رہتے ہوئے کس گروہ میں شامل ہونا پسند کرتے ہو، پھر جب تم آخرت کی طرف لوٹو گے تو اس دن ایک گروہ جنت میں ہو گا اور دوسرا دوزخ میں۔ اور ایک گروہ اپنے حساب کی طوالت کی وجہ سے حشر کے میدان میں کھڑا رہے گا اس دن کے بارے میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے: وہ دن تمھارے شمار کے مطابق پچاس ہزار سال کا ہو گا۔ اور بعض نسخوں میں اس طرح ہے اس دن میں جو تمھاری گنتی کے مطابق ہزار سال کا ہو گا۔(۲۸) اور ایک گروہ عرش رحمٰن کے سایہ میں مقیم ہو گا جن کے سامنے دسترخوان پر انواع و اقسام کے کھانے اور برف سے زیادہ سفید شہد ہو گا۔(۲۹) جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے: وہ لوگ

---

(۲۸) فلسفیانہ ذہن رکھنے والے عقل و فہم کی تنگی کے پیش نظر اس میں تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں اس دن کی طوالت سے کنایہ اور مبالغہ کیا گیا ہے اور حقیقۃً وہ دن اتنا لمبا نہیں ہو گا۔ خدا جانتا ہے مسلمانی تو اسی کو کہتے ہیں کہ جس طرح خدا فرمائے بلا چون و چرا تسلیم کر لیا جائے اور اللہ تعالےٰ کی قدرت کے اس کرشمے کی طرف دیکھنا چاہیئے کہ وہ ایک جماعت کے لیے دو رکعت نماز ادا کرنے کے وقت کے برابر ہو گا۔

(۲۹) شہد کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ مٹھاس کی وجہ سے دیگر کھانوں میں ممتاز مقام رکھتا ہے اور ایمان کی بھی ایک صفت حلاوت ہے۔ شہد اگرچہ کئی رنگوں میں ہوتا ہے لیکن یہاں صفائی اور لطافت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کے سفید رنگ کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ کھانے اگرچہ وہاں محسوس طور پر موجود ہوں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرب کے

میدانِ محشر میں کھڑے اپنی جنت کی منازل دیکھ رہے ہوں گے۔ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کے حساب سے فارغ ہوگا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہو کر اپنے مکانوں کی طرف اس طرح بڑھیں گے جس طرح کوئی آدمی دنیا میں رہتے ہوئے اپنے گھر کی طرف جاتا ہے۔ یہ مقام و مرتبہ ان لوگوں کو اس لیے حاصل ہوا کہ وہ دنیا کو چھوڑ کر خدا اور آخرت کی طلب میں مشغول ہو گئے (۳۰)۔ اور جن لوگوں کو حساب و کتاب کے وقت مختلف سختیاں اور ذلتیں سہنی پڑیں اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آخرت کو چھوڑ کر اس کی پروا کیے بغیر دنیا کی رغبت کرتے ہوئے اس میں مشغول ہو گئے۔ قیامت کو اور کتاب و سنت کے بیان کے مطابق کل کو جس طرف جانا تھا اسے بھول بیٹھے۔ اس لیے نفس کی رحمت و شفقت کی نظر کرتے ہوئے دیکھو۔ ان دونوں گروہوں میں سے افضل کو اختیار کر لو (۳۱) اور اسے شیاطین جن و انس

---

مراتب و درجات کی طرف بھی اشارہ ہے، اور یہ تمام کھانے صفاتِ الٰہی کا مظہر ہوں گے تاکہ جنتی جو کہ جلالِ ذات کی ہیبت کے صدقے میں مستغرق و مستہلک ہوں گے صفاتِ شہود کا مشاہدہ کرتے ہوئے اپنی حالت پر آسکیں اور آرام پائیں تاکہ دوسری تجلی کے لیے تیار ہو سکیں۔

(۳۰) کسی کی راہنمائی کے بغیر جنتی اپنی منزلوں کی طرف بڑھیں گے، اگرچہ الہامِ الٰہی کی وجہ سے بڑھیں گے مگر اس میں ان کی توجہ کی کثرت اور صدقِ دل کا بھی دخل ہے جس نے انھیں اپنے گھروں سے از خود شناسا کرا دیا، اور جب کوئی آدمی کسی چیز یا کسی آدمی کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو یقیناً راہ پا لیتا ہے اور واصل ہو جاتا ہے۔

(۳۱) وہ حضرات آخرت میں مشغول اور اس کی طرف متوجہ ہیں۔

ایسے برے ساتھیوں سے علیحدہ رکھو، اور کتاب وسنّت کو اپنا پیشوا بنا لو، ان میں غور و فکر کرتے ہوئے ان پر کاربند رہو۔ قیل و قال اور ہوس پر مغرور نہ ہو۔(۳۱)
اللہ عزّ وجل نے ارشاد فرمایا کہ "یہ رسول جو تمھیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رُک جاؤ۔" خدا کی نافرمانی سے بچو اور رسول کی مخالفت نہ کرو(۳۲)

---

(۳۲) **ہوس کا معنیٰ** لغات کی کتب کے مطابق ہوس جنون کی ایک قسم ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کے کلماتِ قدسیہ سے ہے آپ نے فرمایا: تصوف قیل و قال سے حاصل نہیں ہوتا، یہ تو بھوک اختیار کرنے، دنیا ترک کرنے اور پسندیدہ و مستحسنات کو خیرباد کہنے سے ملتا ہے۔ اور رویم (م ۳۱۵) قدس سرہٗ نے تصوف کی یوں تعریف کی ہے کہ تصوف رُوح کو مصروف رکھنے اور صوفیا کی ترہات (کتاب وسنت کی تائید سے خالی باتیں) میں مشغول نہ ہونے کا نام ہے۔

(۱) کارکن کار بگذار از گفتار
کاندریں راہ کار دارد کار

(۲) کار آمد حصۂ مردان مرد
حصۂ ما گفت آمد ایں دریغ و درد

(۱) باتیں بنانا چھوڑو کام کرنے کا طریقہ اپناؤ کیونکہ اس راہ میں صرف عمل ہی کار آمد ہے۔

(۲) اے جوانمرد! مردوں کے حصے میں کام آیا ہے اور ہمیں اس بات کا قلق ہے کہ ہمارے حصے میں باتیں بنانا آیا ہے۔

(۳۳) اس پر عمل کرو۔

کہ آپ کے لائے ہوئے احکام پر عمل کرنا نہ چھوڑ دو ۔ اور اپنے لیے رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے فرمودات کے علاوہ کوئی عمل اور عبادت اختیار نہ کرو (۳۴)۔ جو لوگ اپنی طرف عمل و عبادت کی اختراع کرتے ہوئے راہ راست سے ہٹ گئے ، ان کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :

"اہلِ کتاب نے اپنی طرف سے رہبانیت (۳۵) نکال لی جو ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی (۳۶)

---

(۳۴) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو درویشوں کے گروہ فرمانِ باری تعالےٰ اور شریعت کے مخالف مجاہدات و ریاضات اختیار کرتے ہیں انھیں ان مجاہدوں اور ریاضتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا ۔

بزہد و ورع کوش صدق و صفا

لیکن میفزائے بر مصطفےٰ علیہ السلام

(زہد و ورع اور صدق و صفا میں ضرور کوشش کرو لیکن مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے فرمودات سے تجاوز نہ کرنا)

(۳۵) رہبانیت کا معنیٰ ہے ریاضت کی کثرت کرنا ، عبادت میں مبالغہ کرنا ، تنہائی اختیار کرنا ، مخلوق سے قطع تعلق کر لینا اور لذت و خواہش سے کُلی اجتناب کرنا ۔

(۳۶) **رہبانیت کی مذمت** جبکہ ہم ان کے پروردگار ہیں ۔ اللہ تعالےٰ ان کے اس فعل کی شکایت فرما رہا ہے کہ انہوں نے فضول کام کیا ہمارے حکم پر کاربند نہ رہے اس کے برعکس دشوار کام اپنے ذمے لے لیے ، آخر الامر انھیں نبھا نہ سکے اور حق کی رعایت نہ کر سکے ۔ درحقیقت ان لوگوں نے بندگی کا مفہوم ہی نہیں سمجھا تھا اور اپنے

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پاک کر دیا ہے اور

---

عمل کو علت جان بیٹھے یہ نہ جانا کہ ثواب محض فضلِ الٰہی پر موقوف ہے۔ اور اگر انہوں نے عبادت و پرستش کا طریقہ اپنی طرف سے ایجاد کیا تھا تو اعتدال اور توسط قائم نہ رکھ سکے اور اس کی بجا آوری میں دیگر بہت سے حقوق سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اگر اس میں حظوظ کا دخل سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رخصت اور آسانی دینے کے پیشِ نظر یہ حظوظ بھی حقوق کا حکم پیدا کر لیتے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس طرح عزیمت پر عمل کرنے سے ثواب دینا پسند کرتا ہے اسی طرح رخصت کو اپنانے پر بھی ثواب عطا کرنا پسند کرتا ہے۔ خدائی رخصت حقوق کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ یہ شریعتِ مصطفےٰ اور آپ کے پیروکاروں کی خصوصیت ہے صلی اللہ علیہ وسلم بالذات وعلیہم بواسطۃ، جو کہ اس کی بارگاہِ فضل وکرم کے مخصوص دائرۂ اعتدال کے مرکز، اپنی ہستی سے فانی اور حق تعالیٰ کے ساتھ باقی ہیں۔ ان کو تھوڑی سی مدت میں مختصر عمل پر اتنا اجر ملا جو دوسروں کو بڑی بڑی ریاضتوں، مجاہدوں اور جان کی بازی لگانے پر بھی نہ مل سکا۔

حضرت احمد بن ابی الحواری حضرت ابو سلیمان دارانی کے پاس آکر کہنے لگے کہ مجھے بنی اسرائیل پر رشک آتا ہے۔ حضرت ابو سلیمان دارانی نے پوچھا: کس بات پر؟ کہنے لگے اُن کی عمریں لمبی تھیں اور انھوں نے اس قدر ریاضتیں کیں کہ پُرانے مشکیزوں، ٹوٹی ہوئی کمانوں اور کمانوں کے کھنچے ہوئے چِلّوں (                    ) (ص ۲۱۷) کی طرح ہو گئے۔ حضرت ابو سلیمان نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم یہ معاملہ تازہ کرو گے۔

باطل سے دُور رکھا ہے۔ اللہ تعالٰے ارشاد فرماتا ہے: "یہ نبی اپنی خواہش (۴۷)

---

خدا کی قسم اللہ تعالٰے ہمارے جسموں پر کھالیں خشک ہونے کا طالب نہیں ہے بلکہ وُہ ہم سے صدق نیّت کا خواہاں ہے۔ ممکن ہے کہ ہم میں سے کوئی آدمی صدق وصفائی کے ساتھ دس روزے رکھ کر وہ کچھ حاصل کرلے جو پہلے لوگ لمبی لمبی عمروں کے روزوں میں حاصل نہ کر سکے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری اور تم سے پہلے لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی مزدور کو لاتا ہے اور کہتا ہے کہ صبح سے دوپہر تک کام کروگے تو ایک قیراط دُوں گا، اور دوسرا اجیر لاتا ہے اسے کہتا ہے کہ دوپہر سے عصر تک کام کروگے تو دو قیراط کے حقدار ہو۔ اور تیسرے مزدور کے ساتھ عصر تا مغرب کام کرنے پر تین قیراط طے کرلیتا ہے۔ پہلا مزدور یہود کی مثل ہے، دوسرا نصارٰی کی مانند، اور تیسرا مزدور اس امتِ مرحومہ کی طرح ہے۔ اُجرت ملنے کے وقت تمام کو مقررہ اُجرت دی گئی تو پہلا اور دوسرا مزدور ناراض ہو جاتے ہیں کہ ہم نے کام زیادہ کیا ہے اور اُجرت کم مل رہی ہے اور اس تیسرے نے کام کم کیا ہے اور اُجرت دُگنی لے رہا ہے یہ کیا بات ہے؟ آجر کہتا ہے کہ میں نے جو اجرت مقرر کی تھی کیا اس میں کمی کی ہے؟ وُہ کہتے ہیں کہ نہیں، آجر کہتا ہے یہ میرا فضل جس کو چاہوں جس قدر چاہوں عطا کروں۔

(۴۷) یہاں سے رسالتمآب صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی متابعت اور آپ کے صدق وطہارت کی تحقیق ذکر کر رہے ہیں۔

سے کوئی بات نہیں کرتے آپ کی بات وہی ہے جس کی آپ کی طرف وحی کی گئی ہو۔ یعنی یہ نبی تمہارے پاس جو لے کر آئے ہیں وہ میری طرف سے ہے اس میں ان کی خواہش اور نفس کا دخل نہیں ہے اس لیے آپ کی پیروی کرو۔ پھر فرمایا: اے میرے محب اور اے میرے محبوب! کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو (۳۸) تو میری پیروی کرو تاکہ وہ تمہیں اپنا دوست بنا لے۔ (۳۹)

پس اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ محبت خدا تک پہنچانے والا راستہ قول و فعل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔ (۴۰) آقائے دو عالم

---

(۳۸) اس کی بارگاہ کے قرب و وصول کے ساتھ مخصوص ہونے کے خواہشمند ہو۔ دوسرا معنی اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تمہارا ہو جائے اور تمہیں اپنا دوست بنا لے۔

(۳۹) دوسرے معنیٰ کے لحاظ سے اس عبارت کا ماقبل سے ربط ظاہر ہے اور پہلے معنیٰ کے لحاظ سے مقصود یہ ہوگا کہ تم خدا کے محب بننا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اس کے صلے میں تم محب کیا اس کے محبوب بن جاؤ گے۔ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابعد والے کلام میں ان دونوں معنی کا احتمال موجود ہے۔

## (۴۰) اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محبتِ خدا عزوجل

جب قول و فعل میں اتباع حاصل ہو گئی تو اس کے اثر و نتیجہ کے طور حال کی اتباع بھی نصیب ہو جائیگی۔ کیونکہ عطیات اعمال کے آثار ہیں۔ محبت کے معنی ہیں کسی چیز میں کسی کمال کا اعتقاد کرتے ہوئے نفس کا

صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ، کسب میرے ظاہر کی سنت ہے

---

اس کی طرف میلان کرنا اور اس کی طرف کھنچے جانا کہ وہ کمال اس کے تقرب کا باعث بن جائے - محبت کی دو۲ علتیں ہیں :

۱ - حسن

۲ - احسان

اور یہ دونوں ذاتِ باری تعالیٰ میں منحصر ہیں باقی ہر جگہ اسی کا ظہور ہے ان مظاہر اور انوار مشارق میں سب سے اجل وارفع حضرت سید السادات روحِ کائنات صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے آپ کے بعد اتباع و استقامت کے درجات کے فرق کے لحاظ سے یہ اولیاء امت میں سرایت کرتی ہے اور محبت کی حقیقت وہی مذکورہ میلان و انجذاب ہے اور تقرب کا سبب اطاعت و موافقت محبت کو لازم ہے - کیونکہ اطاعت کے بغیر محبت ناقص رہتی ہے اور کمال کا دعویٰ جھوٹا ہوتا ہے لیکن اصل محبت باقی رہتی ہے ، اس کی دلیل یہ حدیث پاک ہے :

لَا تَلْعَنُوْهُ فَاِنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ -

(اسے لعنت نہ کرو کیونکہ یہ اللہ تعالے اور اس کے رسول صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے)

اسی لیے علماء نے محبت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ بندے کی خدا سے محبت یہ ہے کہ خدا کی اطاعت کرے اور خدا کی بندے سے محبت یہ ہے کہ وہ راضی ہو جائے ، جس کا اثر لطف و توفیق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے - چونکہ میلان و انجذاب کا تعلق مقولۂ انفعال سے ہے اس لیے اس کا باری تعالے

اور توکل میرے باطن کی حالت ہے[41] اَوکما قالَ ، اس لیے اے طالب آخرت !
تم آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سنّت اور حالت کے درمیان کھڑے رہو. اگر

---

میں امکان نہیں ہے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اتباع محبت الٰہی کا سبب اس طرح بنے گی کہ جو شخص کسی کی پیروی کرتے ہوئے اس کے پیچھے چلے گا تو یقیناً جہاں متبوع پہنچے گا وہاں تابع بھی پہنچے گا۔ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم محبت اور محبوبیت کے مقام پر فائز ہیں تو آپ کے متبعین کو بھی اس مقام سے حصہ ملے گا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کہ آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت ہے ، اسی کی طرف اشارہ ہے۔ آپ کا مقام چونکہ سب سے بلند و بالا ہے وہاں تک تو کسی کی رسائی نہیں لیکن محبت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس کی منازل و مراتب متعدد ہیں اس لیے نیچے والے مرتبے میں جگہ مل جائے گی اور محبت کا علاقہ جذاب[219] ( ) ہے ؎

(۱) آنجا کہ توئی کجا بود منزلِ ما
در رہ طلب شکستہ شد محملِ ما
(۲) لیکن شب و روز با تو یکجا بودیم
ما بر درِ تو مقیم و تو در دلِ ما

(۱۔ جہاں آپ ہو وہ ہماری منزل کیسے بن سکتی ہے ، ہمارا کجاوہ تو طلب کی راہ میں ہی ٹوٹ چکا ہے۔
۲۔ لیکن اس کے باوجود شب و روز ہماری منزل ایک ہی رہتی ہے کہ ہم آپ کے دروازے پر مقیم ہیں اور آپ ہمارے دل میں ہیں)

(41) یہاں سے اتباع کا طریقہ بیان کر رہے ہیں کہ اس میں رخصت بھی ہے اور عزیمت بھی۔

تمھارا ایمان کمزور ہے[۴۲] تو کسب کو وظیفہ بنا لو جو کہ سنّت ہے اور اگر تمھارا اعتقاد مضبوط ہے تو تم آپ کی حالت یعنی توکّل پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے: "اور اللہ پر بھروسا کرو" نیز فرماتا ہے: "جو شخص اللہ پر بھروسا کرے گا اللہ اسے کافی ہے"[۴۳]۔ نیز فرماتا ہے: "یقیناً اللہ تعالٰے توکّل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"[۴۴]۔ چنانچہ اس نے توکّل کا حکم دے کر تنبیہ کر دی ہے جیسا کہ اس کے نبی نے توکّل کرنے کا حکم دیا ہے[۴۵]۔ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۴۲) یعنی ارزاق کی تقسیم کے متعلق تقدیر ازلی کے اعتبار بے سبب خدا کے رازق ہونے پر اعتقاد کمزور ہے۔

(۴۳) کہ رزق کی تحصیل کے لیے اسباب تلاش کرنے کی ضرورت نہیں وہ بلا سبب رزق پہنچا دے گا اور اگر بلا سبب روزی نہیں دے گا تو سبب بھی وہی پیدا فرما دے گا کیونکہ وُہ مسبّب الاسباب ہے وہ اپنے بندے کو سبب تلاش کرنے کی محنت و مشقت میں نہیں ڈالے گا۔

(۴۴) جب اللہ تعالٰے توکّل و متوکلین سے ہی محبت رکھتا ہے تو توکّل کی ضد سے محفوظ رکھے گا جو کہ اسباب میں گرفتاری ہے اور خداوند قدوس کو ناپسند ہے ۔

محالست چوں دوست دارد ترا
کہ در دست دشمن گزارد ترا

(جب اللہ تعالٰے تمھیں دوست رکھتا ہے تو یہ بات محال ہے کہ وہ
تجھے دشمنوں کے ہاتھوں میں دے دے)

(۴۵) دوسرا معنی یہ ہے کہ تمھیں توکل کا حکم دیا ہے جس طرح کہ نبی کو حکم

نے فرمایا کہ جس نے ایسا عمل کیا جس کے متعلق ہمارا حکم نہیں تو وہ عمل مردود و باطل ہے[46] یہ ارشادِ نبوی تمام اقوال، اعمال اور رزق کے لیے عام ہے[47]، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بغیر ہمارا کوئی نبی نہیں ہے جس کی پیروی کریں اور نہ ہی کوئی کتاب ہے جس پر عمل پیرا ہوں[48]۔ اے طالب و

---

دیا ہے اس معنی کے اعتبار سے شانِ توکل کی تعظیم و تکریم ہے کہ خدا نے طالب مامور کو اس بات کا حکم دیا ہے جس کا اپنے نبی کو حکم دیا۔

**توکّل کے معنی** توکّل کے معنی ہیں اللہ تعالٰے کے ضامن ہونے پر مکمل وثوق اور اس کو ثابت کرنے کے لیے اسباب ترک کر دینا۔ اور اگر یہ وثوق حاصل ہو جائے تو اسباب کو ترک کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔

(۴۶) یہاں سے اتباعِ سنّت کی حفاظت اور مخالفت و بدعت کے اجتناب کے بارے میں سلام فرما رہے ہیں۔

(۴۷) سنّت اور بدعت کا حکم ہر جگہ جاری ہوتا ہے۔ رزق کے حصول میں یہ حکم اس طرح جاری ہو گا کہ جو رزق بطریقِ بدعت حاصل ہو اس کا کھانا بھی بدعت قرار پائے گا اور اعمال و اقوال میں بدعت کا حکم ظاہر ہے اس لیے ہر جگہ سنّت کی پیروی اور بدعت سے پرہیز کرنا چاہیے ؎

راہِ راست رو تا بمنزل رسی

(منزل پر پہنچنا چاہتے ہو تو سیدھی راہ پر چلو)

کتاب و سنّت کے بغیر نہ کوئی چارہ کار ہے اور نہ ہی کوئی راستہ۔

(۴۸) تو ناچار کتاب و سنّت کی ہی اتباع کرنا ہو گی۔

سالک! ان سے باہر نہ نکلو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نفس و شیطان تمہیں گمراہ کردیں گے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: "اور خواہش کی پیروی نہ کر۔ پس وہ تجھے اللہ کے راستے سے گمراہ کر دے گی۔ نفس و شیطان کی آفات اور ضلالت و رسوائی سے سلامتی کتاب و سنّت پر عمل کرنے سے حاصل ہوگی۔ ان سے ہٹنے میں ہلاکت و تباہی ہے اور مومن کتاب و سنّت کے احکام پر عمل کرکے ہی ولایت، ابدالیت اور غوثیت کے مرتبے تک ترقی کرسکتا ہے۔(۴۹)

---

---

(۴۹) **ولایت، ابدالیت اور غوثیت میں فرق** حالتِ ولایت میں اتباع ہوائے اجتناب و احتراز ہوتا ہے۔ اور حالتِ ابدالیت میں اللہ تعالیٰ کے فعل و ارادہ کے علاوہ ہر قسم کے فعل و ارادہ سے فانی اور خالی ہونا ضروری ہے، اور حالتِ غوثیت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق پر تصرف و حکومت حاصل ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں کتاب و سنّت کی اتباع اور بدعت کی ہلاکتوں سے اجتناب کا پورا پورا اہتمام ہوتا ہے۔ میرے شیخ و مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیگر سلاسل میں اور باتوں کے متعلق سوال ہوگا۔ خبردار شریعتِ مطہرہ کو تیرے متعلق کوئی شکایت نہیں ہونی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق فرمائے اور اس طریقہ مستقیمہ پر ثابت قدم رکھے!

# اَلْمَقَالَةُ السَّابِعَةُ وَالثَّلٰثُوْنَ

قَالَ رض مَالِی اَرَاكَ یَا مُؤْمِنُ حَاسِدًا لِجَارِكَ فِیْ مَطْعَمِهٖ وَمَشْرَبِهٖ وَمَلْبَسِهٖ وَمَنْكَحِهٖ وَمَسْكَنِهٖ وَتَقَلُّبِهٖ فِیْ غِنَاهُ وَنِعَمِ مَوْلَاهُ وَقِسْمِهِ الَّذِیْ قَسَمَهٗ لَهٗ اَمَا تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا مِمَّا یُضْعِفُ اِیْمَانَكَ وَیُسْقِطُكَ مِنْ عَیْنِ مَوْلَاكَ وَیُبْغِضُكَ اِلَیْهِ اَمَا سَمِعْتَ الْحَدِیْثَ الْمَرْوِیَّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ الْحَسُوْدُ عَدُوُّ نِعْمَتِیْ وَمَا سَمِعْتَ قَوْلَ النَّبِیِّ اِنَّ الْحَسَدَ یَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ ثُمَّ عَلٰی اَیِّ شَیْءٍ تَحْسُدُهٗ یَا مِسْكِیْنُ اَعَلٰی قِسْمِهٖ اَوْ عَلٰی قِسْمِكَ فَاِنْ حَسَدْتَّهٗ عَلٰی قِسْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی لَهٗ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فَقَدْ ظَلَمْتَهٗ رَجُلٌ یَّتَقَلَّبُ فِیْ نِعْمَةِ مَوْلَاهُ الَّتِیْ تَفَضَّلَ بِهَا عَلَیْهِ وَقَدَّرَهَا لَهٗ وَلَمْ یَجْعَلْ لِاَحَدٍ فِیْهَا حَظًّا وَّ نَصِیْبًا فَمَنْ یَّكُوْنُ اَظْلَمَ مِنْكَ وَاِنْ حَسَدْتَّهٗ عَلٰی قِسْمِكَ فَقَدْ جَهِلْتَ غَایَةَ الْجَهْلِ فَاِنَّ قِسْمَكَ لَا یُعْطٰی غَیْرَكَ وَلَا یَنْتَقِلُ مِنْكَ اِلَیْهِ حَاشَا لِلّٰهِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُكَ فَیَاْخُذُ مَا قَسَمَهٗ وَقَدَّرَهٗ لَكَ فَیُعْطِیْ

غَيْرَكَ فَهٰذَا اَجْهَلُ مِنْكَ وَظُلْمٌ لِاَخِيْكَ ثُمَّ حَسَدُكَ الْاَرْضَ
اَلَّتِيْ هِيَ مَعْدَنُ الْكُنُوْزِ وَالدَّفَائِنِ مِنْ اَنْوَاعِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ
وَالْجَوَاهِرِ مِمَّا جَمَعَتْهُ الْمُلُوْكُ الْمُتَقَدِّمَةُ مِنْ عَادٍ وَّثَمُوْدَ
وَكِسْرٰى وَقَيْصَرَ اَوْلٰى مِنْ حَسَدِكَ لِاَخِيْكَ وَمَا مَثَلُكَ اِلَّا كَمَثَلِ
رَجُلٍ رَاٰى مَلِكًا مَعَ سُلْطَانِهٖ وَجُنُوْدِهٖ وَحَشَمِهٖ وَمُلْكِهٖ وَعَلَى الْاَرَاضِيْ
وَجِبَايَةِ خَرَاجِهَا اِلَيْهِ وَارْتِفَاعِهَا لَدَيْهِ وَتَنَعُّمِهٖ بِاَنْوَاعِ
النَّعِيْمِ وَاللَّذَّاتِ وَالشَّهَوَاتِ فَلَمْ يَحْسُدْهُ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ
رَاٰى كَلْبًا بَرِيًّا يَخْدُمُ كَلْبًا مِّنْ كِلَابِ ذٰلِكَ الْمَلِكِ يَقُوْمُ
مَعَهٗ وَيَبِيْتُ وَيُصْبِحُ مَعَهٗ فَيُعْطٰى مِنْ مَطْبَخِ الْمَلِكِ بِقَايَةَ
طَعَامٍ وَرَدَائَةٍ فَيَتَقَوَّتُ بِهٖ فَاَخَذَهٗ يَحْسُدُهٗ وَيُعَادِيْهِ وَيَتَمَنّٰى
مَوْتَهٗ وَهَلَاكَهٗ وَكَوْنَهٗ مَكَانَهٗ وَاَنْ يَّخْلُفَهٗ فِيْ ذٰلِكَ
خِسَّةً وَّدَنَاءَةً لِاَنَّهٗ هٰذَا اَوْ دِيْنًا وَّقَنَاعَةً فَهَلْ يَكُوْنُ فِي
الزَّمَانِ رَجُلٌ اَحْمَقُ مِنْهُ وَاَرْعَنُ وَاَجْهَلُ ثُمَّ لَوْ عَلِمْتَ
يَا مِسْكِيْنُ مَا سَيَلْقٰى جَارُكَ غَدًا مِنْ طُوْلِ الْحِسَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اِنْ لَّمْ يَكُنْ اَطَاعَ اللّٰهَ فِيْمَا خَوَّلَهٗ مِنْ نِّعْمَتِهٖ وَاَدَاءِ حَقِّهٖ فِيْهَا
وَامْتَثَلَ اَمْرَهٗ وَانْتَهٰى نَهْيَهٗ فِيْهَا وَاسْتَعَانَ بِهَا عَلٰى عِبَادَتِهٖ
وَطَاعَتِهٖ مَا يَتَمَنّٰى اَنَّهٗ لَمْ يُعْطَ مِنْ ذٰلِكَ ذَرَّةً وَّلَا رَاٰى نَعِيْمًا
يَوْمًا قَطُّ اَمَا سَمِعْتَ مَا قَدْ وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ اِنَّهٗ لَيَتَمَنَّيَنَّ
اَقْوَامٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنْ تُقْرَضَ لُحُوْمُهُمْ بِالْمَقَارِيْضِ
مِمَّا يَرَوْنَ لِاَصْحَابِ الْبَلَايَا مِنَ الثَّوَابِ فَيَتَمَنّٰى جَارُكَ غَدًا

مَكَانَكَ فِي الدُّنْيَا لِمَا يَرَى مِنْ طُوْلِ حِسَابِهٖ وَمُنَاقَشَتِهٖ وَقِيَامِهٖ

خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ فِي حَرِّ الشَّمْسِ فِي الْقِيٰمَةِ لِاَجْلِ مِمَّا تَمَتَّعَ

بِهٖ مِنَ النَّعِيْمِ فِي الدُّنْيَا وَاَنْتَ فِيْ مَعْزَلٍ مِّنْ ذٰلِكَ فِيْ ظِلِّ

الْعَرْشِ اٰكِلًا شَارِبًا مُّتَنَعِّمًا فَرِحًا مَّسْرُوْرًا مُّسْتَرِيْحًا

بِصَبْرِكَ عَلٰى شَدَائِدِ الدُّنْيَا وَضِيْقِهَا وَاٰفَاتِهَا وَفَقْرِهَا وَبُؤْسِهَا

وَرِضَاكَ بِقِسْمِكَ وَمُوَافَقَتِكَ لِرَبِّكَ فِيْمَا دَرَّ وَقَضٰى مِنْ فَقْرِكَ

وَغِنَاءِ غَيْرِكَ وَسُقْمِكَ وَعَافِيَةِ غَيْرِكَ وَشِدَّتِكَ وَرَخَاءِ

غَيْرِكَ وَذُلِّكَ وَعِزِّ غَيْرِكَ جَعَلَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكَ مِمَّنْ صَبَرَ

عَلَى الْبَلَاءِ وَشَكَرَ عَلَى النَّعْمَاءِ وَسَلَّمَ وَفَوَّضَ الْاَمْرَ اِلٰى

رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ۔

مقالہ ۳۷

# حسد کی مذمت

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے تقدیر الٰہی اور قسمتِ ازل پر ایمان رکھنے والے! میں تمھیں اپنے ہمسائے[1] کے کھانے پینے، لباس، مکان، نکاح اور اس کی نعمتوں اور غنا پر حسد کرتے کیوں دیکھتا ہوں اس کی قسمت میں وہی چیزیں ہیں جو تقسیم ازلی کے اعتبار سے اس کے حصے میں آچکی ہیں[2]، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ حسد تمہارے ایمان کو کمزور کرنے والی

---

(۱) خصوصیت کے ساتھ ہمسائے کے ذکر اس لیے کیا ہے کہ حسد اکثر ہمسائے پر ہوتا ہے۔

(۲) **حسد کی مذمت** اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کسی پر حسد کرنا خطائے فاسد اور نادانی ہے، جیسا کہ آگے اس کی تفصیل و تشریح آرہی ہے

**حسد کے معنی** کسی سے نعمت کے زوال کی تمنا اور آرزو کو حسد کہتے ہیں اسے اپنے لیے طلب کرے یا نہ کرے۔ بعض حضرات

چیزوں میں سے ایک ہے[۳] جو تجھے مولا کریم کی نظرِ عنایت سے گرا کر مبغوض بنا دے گی۔ کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نہیں سنا کہ "اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ حسد کرنے والا میری نعمت کا دشمن ہے"[۴]۔ اور کیا یہ حدیث بھی نہیں سنی کہ "حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے"[۶]۔ پھر اے ضعیف الایمان اور

---

سے زوالِ نعمت کی طلب کے ساتھ اپنے لیے حصول کی تخصیص کی ہے لیکن یہ ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جو ظالم نہیں کیونکہ ظالم کی نعمت جس سے وہ دوسروں کو تکلیف دیتا ہے کے زوال کی تمنا کرنا حسد نہیں ہے اور نہ ہی مذموم ہے اور اگر دوسرے سے زوالِ نعمت کی تمنا کیے بغیر وہی چیز اپنے لیے طلب کی جائے تو اسے حسد نہیں کہتے اسے غبطہ (رشک) کہتے ہیں اور یہ مذموم نہیں ہے اور اللہ تعالےٰ کے اس حکم میں داخل ہے کہ اللہ تعالےٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو۔

(۳) کیونکہ اس صفتِ مذمومہ اور اس کے ضمن میں پنہاں دیگر صفاتِ مذمومہ کی وجہ سے ظلمت طاری ہوتی ہے جس طرح کہ وضاحت کی جائے گی اور اس بات میں شک نہیں کہ اس صفتِ مذمومہ کا مبدءِ ظہور بھی یہی ضعفِ یقین اور ظلمتِ جہل ہے یقیناً ان تہ بہ تہ ظلمات کے اجتماع کی وجہ سے نورِ ایمان میں ضعف و فترت واقع ہوتا ہے۔

(۴) یعنی وہ نہیں چاہتا کہ بندوں پر میرے انعامات ہوں۔ حسود مبالغہ کا صیغہ اس لیے استعمال کیا گیا کہ حاسد میں عموماً شدت اور مبالغہ آ جاتا ہے۔

(۵) نیکیوں کے انوار و برکات کو۔

(۶) کیونکہ عمل کا قوام و اعتبار ایمان کے نور اور اس کی قوت کے اعتبار سے ہے ضعفِ ایمان کی وجہ سے نیکیوں میں سستی اور ظلمت پیدا ہوتی ہے۔

سرمایہ فضل و رحمت سے محروم ! تو کس چیز پر حسد کرتا ہے اپنے نصیب پر یا دوسرے کے نصیب پر۔ اگر تو اس بندے کے بارے میں خدا کی تقسیم پر حسد کرتا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے ہم نے دنیا کی زندگی کے بارے میں ان کی معیشت کو تقسیم فرمایا۔ تو اس پر ظلم کرتا ہے کیونکہ یہ آدمی تو اللہ تعالیٰ کی نعمت سے چلتا پھرتا ہے جس کی وجہ سے یہ فضیلت رکھتا ہے یہ صرف اس کے مقدر میں ہے اس میں کسی دوسرے کا حصہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس صورت میں تم سے بڑا ظالم(7)، بخیل(8)، احمق(9) اور کم عقل کون ہوگا، اور اگر اپنی قسمت پر حسد کرو گے(10) تو تمہاری انتہائی(11) نادانی ہوگی کیونکہ تمہاری قسمت کا حصہ کسی دوسرے کو نہیں مل سکتا اور نہ ہی اس کی طرف منتقل ہو سکتا ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ اس بات سے پاک ہے(12)

---

(7) کیونکہ حسد کرنے اور اس کی نعمت کا زوال طلب کرنے میں تجھے کوئی دخل نہیں ہے۔

(8) کہ عطاءِ الٰہی پر تنگ نظری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بخل کا مظاہرہ کرتے ہو۔

(9) کیونکہ تمہارا عمل بے فائدہ ہے اور جس کی تمنا رکھتے ہو ویسا ہونا محال ہے۔

(10) یہ وہم و گمان کرتے ہوئے کہ فلاں کے پاس نعمت میرے نصیب میں تھی لیکن اسے دے دی گئی ہے یا یہ خیال کرو کہ میرا نصیب بن جائے اور مجھے مل جائے اگر اس خیال سے حسد کرو گے تو۔

(11) خدا و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودات سے بے خبر جاہل ہو گے کیونکہ ان کا تو فرمان ہے کہ ہر ایک کو اپنا ہی نصیب ملے گا۔

(12) کہ کسی کا نصیب دوسرے کو دے دے، ایسا ہرگز نہیں کرتا۔

اس کا ارشاد ہے: "میرے نزدیک حکم تبدیل نہیں ہوتا اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہوں"[13]۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالےٰ تم پر کبھی ظلم نہیں کرے گا کہ تمھاری قسمت اور مقدر کی چیز لے کر کسی اور کو عطا کرے۔ یہ محض تمھاری نادانی اور اپنے بھائی پر ظلم ہے[14]۔ پھر تمہیں اپنے بھائی پر حسد کرنے کی بجائے زمین پر حسد کرنا چاہیے جو کنوز و خزائن، سونا چاندی اور انواع و اقسام کے جواہر کی معدن ہے جو عاد و ثمود، قیصر و کسریٰ اور دوسرے بادشاہوں سے جمع کئے تھے[16]، تمھاری

---

(13) کہ ایک کا نصیب دوسرے کو دے دُوں۔ جیسا کہ آیت کی تفسیر میں ذکر فرما رہے ہیں۔

(14) یہ صرف اس دوسری قسم کی طرف اشارہ بھی ہو سکتا ہے اور یہ ظلم اس لیے ہے کہ تم نے اپنے نصیب کی اس کی طرف نسبت کر کے اس پر الزام لگایا ہے۔

(15) ایک اور طریقے سے حسد کی قباحت اور غیر معقولیت کی تصویر کشی کر رہے ہیں۔

(16) کیونکہ اس صورت میں زمین اور تمھارا بھائی برابر ہیں، خود جناب باری تعالےٰ نے اپنی نفیس اور عمدہ مخلوقات کو سونپی ہیں اور ودیعت کر رکھی ہیں، اور اس بات میں بھی شک نہیں کہ ان چیزوں کا زمین میں ہونے کی بجائے آدمیوں کے پاس ہونا مصلحت کے زیادہ قریب اور مناسب تر ہے، زمین میں رکھے ہوئے خزانوں کا زمین کو تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ لہٰذا بندوں سے زوالِ نعمت کی تمنّا کرنے کی بجائے زمین سے زوالِ نعمت کی تمنّا کرنا عقلی لحاظ سے اولیٰ اور اقرب ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ یہ نعمت فلاں

مثال[17] اس آدمی کی سی ہے جو پادشاہ کا غلبہ حشمت[18]، لشکر، اراضی پر تسلط اور خراج کے مال کے انبار جمع ہوتے دیکھتا ہے اور پادشاہ کو ہر طرح کی نعمت اور لذات وشہوات میں کامران پاتا ہے، اس کے باوجود اس پر حسد نہیں کرتا پھر ایک جنگلی کتا[19] دیکھتا ہے جو بادشاہ کے کتوں کی خدمت کے ذریعے ان کے ساتھ صبح وشام رہتا ہے، بادشاہ کے مطبخ سے کتوں کا بچا ہوا کھانا کھاکر زندگی گزارتا ہے اور تم اس سے حسد اور عداوت کا اظہار کرتے ہوئے اس کی موت کی تمنا کرتے ہو اور اپنی خست ودنائت کی بنا

---

دولت ہے مجھے کیوں نہیں ملی. تو یہ اللہ تعالےٰ فاعل مختار کے ساتھ جنگ ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، نیز اس کے کاموں کی بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں. ممکن ہے کہ تمھاری بھلائی اسی میں ہو کہ تمھیں نہ ملے اور اس دوسرے کی بہتری نعمت کے حصول میں ہی ہو، ہمیں کیا خبر! ؎

آنکس کہ ترا تونگرت نمیگرداند

او مصلحت تو از تو بہ داند

(جو تجھے غنی نہیں کر رہا وہ تیری مصلحت کو تجھ سے بہتر جانتا ہے)

(17) کہ تم زمین کے دفینوں اور خزینوں پہ حسد نہیں کرتے اور اگر کسی آدمی کے پاس تھوڑا بہت کھانے پینے اور پہننے کا سامان ہے تو حسد میں جلنے لگتے ہو۔

(18) حشمت اور احتشام کے لغوی معنیٰ شرم کرنا، خود کو کھینچا ہوا رکھنا، ہراساں ظاہر کرنا اور غصّہ کرنا ہیں۔

(19) بعض نسخوں میں کلباً بریاً (جنگلی کتا) کی بجائے کلباً بزیاً (زا کے ساتھ) ہے یعنی سُرین اٹھا کر بھاگتا، جیسا کہ کتوں کی عادت ہوتی ہے

# اَلْمَقَالَةُ الثَّامِنَةُ وَالثَّلٰثُوْنَ

قَالَ رض مَنْ عَامَلَ مَوْلَاهُ بِالصِّدْقِ وَالنَّصَاحِ اِسْتَوْحَشَ
مِمَّا سِوَاهُ فِي الْمَسَاءِ وَالصَّبَاحِ يَا قَوْمُ لَا تَدَّعُوْا مَا لَيْسَ لَكُمْ وَوَحِّدُوْا
وَلَا تُشْرِكُوْا وَتُهَدِّفُوْا سِهَامَ الْقَدَرِ يُصِيْبُكُمْ خَدْشًا لَا قَتْلًا وَمَنْ
كَانَ فِي اللّٰهِ تَلَفُهُ كَانَ عَلَى اللّٰهِ خَلَفُهُ -

## مقالہ ۳۸

# صدق و نصیحت

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے مولا کے ساتھ سچائی اور خلوص کے ساتھ معاملہ کر لیا[1] وہ صبح و شام ماسوی اللہ سے نفرت کرتا ہے۔ اے قوم! اس چیز کا دعویٰ نہ کرو جو تمہارے پاس موجود نہیں ہے، خدا کی وحدانیت پر یقین رکھو، دنیا و آخرت اور نفس و خلق سے کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، قضا و قدر کے تیروں کا نشانہ نہ بنو جو تمہیں صرف

---

(۱) **صدق و خلوص** خلوص یعنی جس میں ریاکاری اور شرک نہ ہو۔ اور صدق اخلاص کا خلاصہ اور مغز ہے۔ یہ اخلاص کا اول مرتبہ ہے کہ اس میں دنیا یا آخرت کی کسی غرض و عوض کا، نفس کی قوت و حول اور نفس کی طرف حرکت و سکون کی نسبت کا شائبہ تک نہیں ہے، اور اس کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ ریاء و سمعہ اور دنیاوی اغراض سے خالی ہو۔ پہلا مقربین و احرار کا مقام ہے اور دوسرا معتقدین و ابرار کا۔

زخمی کرنے کے لیے پہنچتے ہیں ہلاک کرنے کے لیے نہیں، اور اگر ہلاک ہو بھی گئے تو جو شخص خدا کی یاد، طلب، محبت اور اس کے دین میں ہلاک ہو جائے تو اس کا اجر و بدل اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کے ذمے لازم ہے۔(۲)

---

(۲) ؎ غربتے از رہِ مقصود قدم باز مکش
گر درین راہ رود جان فهو المقصود

(تم مسافر آدمی ہو مقصود سے باہر قدم نہ رکھو۔ اگر اس راہ میں جان بھی چلی جائے تو یہی مقصود ہے)

# اَلْمَقَالَةُ التَّاسِعَ وَالثَّلٰثُوْنَ

| |
|---|
| قَالَ رض اَلْاَخْذُ مَعَ وُجُوْدِ الْهَوٰى مِنْ غَيْرِ |
| الْاَمْرِ عِنَادٌ وَّشِقَاقٌ وَّ الْاَخْذُ مَعَ عَدَمِ |
| الْهَوٰى وِفَاقٌ وَّاِتِّفَاقٌ وَّتَرْكُهٗ رِيَاءٌ |
| وَّنِفَاقٌ۔ |

## مقالہ ۳۹

# وفاق، شقاق، نفاق

حضرت سرکارِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی چیز[1] حکمِ خداوندی کے بغیر لینا گمراہی اور حق تعالیٰ کی مخالفت ہے[2]، اور خواہشات کے بغیر لینا خدا کی موافقت اور سازگاری ہے۔[3]

---

(۱) یعنی مال اور رزق بلکہ ہر وہ مذکور راستہ قول اور فعل اور ہر پیشہ اور کام جس میں ہوائے نفس کا دخل ہو۔

(۲) جو کہ صفائیِ وقت، صحت حال اور نورانیتِ قلب سے باطن میں پیدا ہوتا ہے جیسا کہ اولیاءِ کرام کے لیے ہوتا ہے گویا کہ یہ مع وجود الھویٰ کی تفسیر ہے۔

(۳) بعض نسخوں میں اتفاق کی جگہ انفاق بمعنی خرچ کرنا، جاری اور رائج کرنا ہے یعنی بازارِ علم و دین کو گرم کرنا اور اس کے سامان کو خرچ کرنا، اور اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے۔

اور ایسی چیز کو چھوڑ دینا ریاء اور نفاق ہے۔(۴)

---

(۴) علم خداوندی اور عدم خواہش کے باوجود چیز نہ لینا مخلوق کو منظورِ نظر رکھنا اور دکھانا مقصود ہے کہ لوگ امرِ حق اور عدم خواہش پر مطلع نہیں ہیں، شاید کہ یہ کہہ دیں اس کے امرِ حق کے بغیر اپنی خواہش سے یہ چیز لے لی ہے اور یہ نفاق بھی ہے اور صدق و اخلاص کا حلیہ بگاڑنا ہے۔ طالب صادق کو چاہیے کہ جب صحیح نیت کی دولت میسر آجائے تو لوگوں کی باتوں اور ملامتوں کا خیال کیے بغیر کام میں مصروف ہو جائے چہ جائیکہ اس کے ساتھ امر بھی ہو جائے۔

کارِ جامی عشقِ خوبانست ہر سو عالمی
میکند انکار و او ہم چناں در کار خویش

(جامی کا کام حسینوں سے عشق بازی ہے جبکہ پورا جہان ہر طرف سے انکار کر رہا ہے اور یہ اس طرح اپنے کام کی دھن میں ہے)

# اَلْمَقَالَةُ الْاَرْبَعُوْنَ

قَالَ رض لَا تَطْمَعْ اَنْ تَدْخُلَ فِیْ زُمْرَةِ الرُّوْحَانِیِّیْنَ حَتّٰی تُعَادِیَ جُمْلَتَکَ وَتُبَایِنَ جَمِیْعَ الْجَوَارِحِ وَالْاَعْضَاءِ وَتَنْفَرِدَ عَنْ وُجُوْدِکَ وَحَرَکَاتِکَ وَسَکَنَاتِکَ وَسَمْعِکَ وَبَصَرِکَ وَکَلَامِکَ وَبَطْشِکَ وَسَعْیِکَ وَعَمَلِکَ وَعَقْلِکَ وَجَمِیْعِ مَا کَانَ مِنْکَ قَبْلَ وُجُوْدِ الرُّوْحِ فِیْکَ وَمَا اُوْجِدَ فِیْکَ بَعْدَ نَفْخِ الرُّوْحِ لِاَنَّ جَمِیْعَ ذٰلِکَ حِجَابُکَ عَنْ رَبِّکَ فَاِذَا صِرْتَ رُوْحًا مُنْفَرِدَةً سِرَّ السِّرِّ وَغَیْبَ الْغَیْبِ مُبَائِنًا لِلْاَشْیَاءِ فِیْ سِرِّکَ جِدًّا مُتَّخِذًا لِلْکُلِّ عَدُوًّا وَحِجَابًا وَظُلْمَةً کَمَا قَالَ اِبْرَاهِیْمُ الْخَلِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَقَالَ ذٰلِکَ لِلْاَصْنَامِ فَاجْعَلْ اَنْتَ جُمْلَتَکَ وَاَجْزَاءَکَ اَصْنَامًا مَعَ سَائِرِ الْخَلْقِ وَلَا تُطِعْ شَیْئًا مِنْ ذٰلِکَ وَلَا تَتَّبِعْهُ جُمْلَةً فَحِ تُؤْمَنُ عَلَی الْاَسْرَارِ وَالْعُلُوْمِ اللَّدُنِّیَّةِ وَغَرَائِبِهَا وَیَرِدُ عَلَیْکَ التَّکْوِیْنُ وَخَرْقُ الْعَادَاتِ الَّتِیْ هِیَ مِنْ قَبِیْلِ الْقُدْرَةِ الَّتِیْ تَکُوْنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ فِی الْجَنَّةِ فَتَکُوْنُ فِیْ هٰذِهِ الْحَالَةِ کَاَنَّکَ اُحْیِیْتَ بَعْدَ الْمَوْتِ فِی الْاٰخِرَةِ فَتَکُوْنُ کُلِّیَّتُکَ قُدْرَةً تَسْمَعُ بِاللّٰهِ وَتُبْصِرُ بِاللّٰهِ وَتَنْطِقُ بِاللّٰهِ وَتَبْطُشُ بِاللّٰهِ وَتَسْعٰی بِاللّٰهِ

وَتَعْقِلُ بِاللّٰهِ وَتَطْمَئِنُّ وَتَسْكُنُ بِاللّٰهِ فَتَعْمٰى عَمَّا سِوَاهُ وَتَصُدُّ
عَنْهُ فَلَا تَرٰى لِغَيْرِهٖ وُجُوْدًا مَعَ حِفْظِ الْحُدُوْدِ وَلُزُوْمِ الْاَوَامِرِ
وَالنَّوَاهِيْ فَاِنِ انْخَرَمَ فِيْكَ شَيْءٌ مِّنَ الْحُدُوْدِ فَاعْلَمْ اَنَّكَ مَفْتُوْنٌ
مُتَلَاعِبَةٌ بِكَ الشَّيَاطِيْنُ فَارْجِعْ اِلٰى حُكْمِ الشَّرْعِ وَالْزَمْهُ وَدَعْ
عَنْكَ الْهَوَسَ كُلُّ حَقِيْقَةٍ لَا يَشْهَدُ لَهَا الشَّرْعُ فَهِيَ زَنْدَقَةٌ -

## مقالہ ۴۰

# رُوحانی لوگوں میں داخلے کا طریقہ

حضرت شاہِ جیلان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ جب تک سارے احکامِ بشریت اور صفاتِ جسمانیت کے مخالف، اپنے اعضاء و جوارح[1] سے جُدا، اپنے وجود، حرکات و سکنات، سُننے دیکھنے، بولنے[2]، پکڑنے، سعی[3] اور عمل سے تنہا نہ ہو جاؤ۔

---

(۱) اپنے اعضاء کے معصیت کے ارتکاب اور مرضیِ مولیٰ کے خلاف کام کرنے میں ان سے جُدا رہو۔ اہلِ تصوّف و طریقت کی زبان میں ان اعضاء آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، پیٹ اور فرج کو ہفت اندام کہتے ہیں، ان کو معصیت سے بچانا اور اللہ تعالےٰ کی مرضی اور اطاعت میں لگانا واجب ہے۔

(۲) یعنی جو سننے، دیکھنے اور بولنے کے قابل نہیں انہیں مت سُنو، مت دیکھو اور مت بولو۔

(۳) بطش کے لغوی معنیٰ حملہ کرنا اور سختی سے پکڑنا۔ سعی کا معنیٰ ہے دوڑنا اور تیز چلنا۔ لیکن یہاں مطلق پکڑنا اور چلنا مراد ہے۔ مگر بطش اور

روحانی[4] لوگوں کی جماعت میں داخل ہونے کی امید نہ رکھو ان[5] میں داخل ہونے کے لیے اپنی عقل[6]، رُوح پھونکے جانے سے قبل کی اشیاء، اور نفخِ رُوح کے بعد

---

سی کا ذکر اس لیے کیا کہ عموماً جس کام میں نفس کی ہوا اور خواہش کا دخل ہو اس میں شدتِ میلان اور رغبت کی وجہ سے سختی اور تیزی آجاتی ہے اور اس حالت میں نفس اپنی خاصیت کے پیشِ نظر سُست رہتا ہے۔ چنانچہ آیۂ کریمہ لها ماکسبت وعلیها ما اکتسبت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

(۴) روحانی حضرات وُہ ہیں جو بشری قیود اور جسمانی کدورتوں سے پاک و صاف ہو کر احکام روح اور صفاتِ ملکیت سے متصف ہو چکے ہیں بلکہ وہ تو رُوح کی صفات اور جمیع ماسوا سے فانی اور جُدا ہو کر مجرد رُوح بن چکے ہیں۔

(۵) اس سے پہلے تقویٰ کا بیان تھا کہ متقی کے لیے اپنے اعضا اور حواس کو نامناسب افعال سے محفوظ رکھتا ہے اور یہاں دوسرے مرتبے کا ذکر ہو رہا ہے جس میں اوامر کی بجا آوری اور منہیات سے پرہیز کے بعد دل کے خطروں کا راستہ اپنایا جاتا ہے اور ارادہ و اندیشہ حق تعالےٰ میں منحصر ہو جاتا ہے۔

(۶) عقل و دانش سے علیحدگی اس لیے ضروری ہے تاکہ حق تعالےٰ کا پسندیدہ اور ماسوا سے تعلق رکھنے کا کوئی خطرہ اور اندیشہ راہ نہ پاسکے اس کے بعد تعمیم اور حکم کلی ذکر کر رہے ہیں کہ نفخ روح سے پہلے کی چیزوں یعنی اعضاء وجوارح اور بعد کی چیزوں یعنی عقل و حواس سے مجرد ہونا ہوگا کیونکہ ان تمام کا تعلق بشری تقاضوں کے ساتھ ہے۔

پیدا ہونے والی چیزوں سے علیحدہ ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ سب اشیاء رب کریم کے قرب سے حجاب بنتی ہیں۔ جب تم خالص رُوح بن گئے تو "سرّ السرّ اور غیب الغیب" بن جاؤ گے[8] اور اپنے اسرار میں ہر شے سے علیحدہ[9] ہو کر اس کو دشمن اور ظلمت و حجاب جاننے لگو گے[10]، جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ بت میرے دشمن ہیں

---

(۷) کہ صفاتِ روحانی و جسمانی سے مجرد علائق صوری و معنوی سے معرا ہو گئے کیونکہ جس طرح جسم اور جسمانیات حجاب ہیں اسی طرح رُوح اور صفاتِ رُوح بھی یہی حکم رکھتی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ پہلا حجاب ظلمانی اور جسمانی ہے اور دوسرا نورانی و روحانی ہے۔ حدیث پاک میں ہے: اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ ظُلْمَۃٍ وَّنُوْرٍ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نور و ظلمت کے ستر ہزار حجابات ہیں

(۸) یعنی اللہ تعالیٰ کے مراقبۂ حضور میں اغیار کی نظروں سے مکمل طور پر پنہاں ہو جاؤ گے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ مرتبۂ سرّ السر یعنی خفی اور اخفی پر فائز ہو کر غیبِ ہویت و ذات میں فانی ہو جاؤ گے۔

(۹) البتہ ذاتِ حق تعالیٰ کے ساتھ اسرار اور مقربین کا اتصال دائمی ہے روح اگرچہ محبت کا محل ہے مگر کبھی کبھی قلب و نفس سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے اور صوفیاءِ کرام کا یہ اختلاف کہ نسبت میں دوام ہے یا نہیں اسی معنی پر محمول ہے۔

مقربین کے دائمی اتصال اور رُوح کا مرکزِ محبت ہونے کے باوجود ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ اتصالِ سرّ کی بنا پر روح کبھی نفس و قلب سے جدا ہو جاتی ہے۔ صوفیاءِ کرام کا نسبت کے دوام اور عدمِ دوام کا اختلاف اسی معنیٰ پر محمول ہے۔

(۱۰) کہ مطلوب کے چہرے پر پردہ جمالِ محبوب کی دید سے مانع ہے۔

مگر پروردگارِ عالم میرا دوست ہے۔ اسی طرح تم وجود کے تمام اجزاء اور تمام مخلوق کو بُت تصور کرکے ان میں سے ہرگز کسی کی اطاعت اور پیروی نہ کرو[11] تو اس وقت تمہیں علومِ لدنّی[12] اور اسرار و غرائب کا امین بنا دیا جائیگا تکوین اور خرقِ عادات کی طرح کے امور تمہیں سونپ دیئے جائیں گے جو قدرتِ الٰہی کے قبیل سے ہیں اور وہ اہلِ ایمان کو جنت میں ملے گی۔[13] پھر تمھاری

---

(11) ان کی اطاعت اور پیروی کا مطلب یہ ہے کہ ذات باری تعالےٰ اور اس کی اطاعت و رضا کے بغیر ان کے ساتھ تعلق قائم کرنا۔

(12) کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کسب و تعلق کے بغیر کشف و الہام حاصل ہوں گے ؎

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی سرّ ہا بر ما بخند

(آنکھ، کان اور لب بند رکھنے کے بعد اسرار حاصل نہ ہوں تو
تمھیں ہماری ہنسی اڑانے کا حق حاصل ہے)

(13) **عادت اور خرقِ عادت** عادت کا معنی ہے اشیاء کی اسباب کے توسط سے ایجاد کرنا جیسا کہ آدمی کھانے کے بغیر سیر نہیں ہوتا اور چلنے کے بغیر منزلِ مقصود تک نہیں پہنچتا۔ اور خرقِ عادت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی امر سبب کے بغیر وجود میں آجائے۔ چونکہ اولیاء کرام نفس کی عادات اور مخلوقات کی رسومات سے چھوٹ چکے ہیں اور بشری عجز کی تنگی سے نکل کر حق تعالیٰ کی قضا و قدرت تک رسائی حاصل کر چکے ہیں انھیں یہ مرتبہ و مقام حاصل ہوتا ہے کہ

یہ حالت ہو گی جیسے تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ آخرت میں زندہ کیا گیا ہے[14] اور تمہارا اسارا وجود اللہ تعالےٰ کی قدرت کا مظہر بلکہ عین قدرت بن جائے گا۔ تم خدا کے ساتھ سُنو گے، اسی کے ساتھ دیکھو گے بولو گے، اسی کے ساتھ پکڑو گے، اسی کے ساتھ چلو گے، اسی کے ساتھ غور و فکر کرو گے اور اسی سے اطمینان اور سکون حاصل کرو گے[15]۔ خدا کے ماسوا ہر چیز سے اندھے

---

اسباب کے بغیر ان کے ہاتھوں یہ امور پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ خرقِ عادت کا تعلق اس قدرت کے ساتھ ہے جو بہشت میں تمام مومنوں کو حاصل ہو گی کیونکہ وہ عالم قدرت ہے اور ایجاد میں قدرت آشکارا ہوتی ہے اور حکمت پنہاں ہوتی اور اس جہان میں اس کا عکس ہے کہ قدرت حکمت میں پنہاں ہے۔ کاملین عادات و رسوم سے مکمل جُدا اور فانی ہونے کی وجہ سے آج ہی بہشت میں موجودگی کی قید سے آزاد ہو کر اسم "القدیر" کی تجلی کا مظہر بن چکے ہیں، اصطلاح میں ایسے شخص کو عبد القادر کہتے ہیں۔

(14) کہ تم موت ارادی اور اس جہان کے احکام و رسوم سے چھوٹ کر مُردہ بن کر عالم آخرت میں جا چکے ہو۔

(15) یعنی تمام امور میں اور تمام چیزوں میں تمہاری نظرِ شہود میں اللہ تعالےٰ اور اس کی قیومیت کے سوا کوئی چیز موجود نہیں ہو گی اور تم خود فانی مطلق بن چکے ہو گے۔

بی یبصر بی یسمع بی یبطش بی یمشی
سر لیست لبسی غامض تدریہ ولا تغشی

(حدیث قدسی میں وارد کہ بندہ میرے ساتھ دیکھتا، سنتا، پکڑتا اور چلتا ہے یہ انتہائی مخفی راز ہے اسے معلوم کر لو اسے اوجھل نہ رہنے دو)

اور بہرے ہو جاؤ گے۔ حق تعالےٰ کے سوا کسی کا وجود دیکھ نہیں سکو گے۔[16]

---

(16) اور اپنی نظرِ شہود سے باقی سب کو ساقط کر دو گے ؎

رفت او ز میان ہمیں خدا ماندہ خدا

الفقر اذا تم فھو اللہ اینست

(بندہ درمیان سے اُٹھ گیا تو بس خدا ہی خدا رہ گیا، فقر جب مکمل ہو گیا تو وہ اللہ ہے' کا یہی معنیٰ ہے)

؎ تو او نشوی ولے اگر جہد کنی

جائے برسی کز تو توئی برخیزد

(تم بعینہٖ خدا تو نہیں بن سکتے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ کوشش کے ذریعے تم ایسے مقام پر پہنچ سکتے ہو کہ تمھارا وجود درمیان سے اٹھ جائے گا)

## مقامِ فنا فی التوحید

فنا فی التوحید کا مقام یہ ہے کہ بندے کی ذات اور اس کا وجود اور صفات فانی ہو جائیں اس کی نظرِ شہود میں اللہ تعالےٰ اور اس کی ذات وصفات کے سوا کچھ نہ رہے۔ یہ مراتبِ قُرب و توحید میں سب سے بلند اور اکمل و اعلیٰ مرتبہ ہے اور تمام مراتب اور اس کی اقسام کو شامل و جامع ہے۔ بعض متاخرین صوفیا نے مراتبِ قرب کی چار قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) قربِ نوافل: کہتے ہیں کہ اس میں فاعل بندہ ہے اور حق آلہ۔ یعنی بندہ کا اس میں شہود اس طرح ہوتا ہے کہ انا کا اشارہ جوہر ذات کی طرف ہوتا ہے لیکن اپنی فاعلیت کا شہود نظروں سے ساقط ہوتا ہے

اس حالت کا صحیح طور پر اعتبار اس وقت ہوگا جب اس کے ساتھ حدود شرعیہ

---

یہ فنائے صفات کا مرتبہ ہے جو نفلی عبادات اور حق تعالےٰ کی مرضیات پر مداومت و مواظبت سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ نفلوں پر ہمیشگی کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میں اسے اپنا دوست بنا لیتا ہوں پھر میں اس کے کان، آنکھ اور تمام اعضاء بن جاتا ہوں اور وہ بندہ میرے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے۔ صوفیائے کرام بی یسمع و بی تبصر کو اسی معنی پر حمل کرتے ہیں۔

(ii) مرتبہ قرب فرائض، کہ فرائض کی بجا آوری سے یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ یہ بھی اسی حدیث کے سباق سے معلوم ہوتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس مرتبہ میں حق تعالےٰ فاعل ہے اور بندہ آلہ، یہ فنائے ذات کا مقام ہے، حدیث شریف:

| | |
|---|---|
| اِنَّ الْحَقَّ یَنْطِقُ بِلِسَانِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ | بیشک عمر کی زبان پر حق بولتا ہے رضی اللہ عنہ۔ |

کے الفاظ کا اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

(iii) اس سے اوپر کا مرتبہ ان دونوں مرتبوں کا جامع ہے اور آیہ کریمہ:

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللہَ رَمٰی۔

کا اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

کی حفاظت اور اوامر و نواہی کی پابندی بھی ہو گی اگر ان میں سے کوئی چیز

---

(۱۷) یہ مقاماتِ قرب میں سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس میں بندے کا شہود فاعلیت یا آلہ میں سے کسی کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ اس مقام کی نیابت و کمال سید السادات خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ خلافت و اتحاد کا مقام ہے آیہ کریمہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ۔

اور:

یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔

اور:

وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔

اسی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ یہ متاخرین صوفیاء کی جدید اصطلاح ہے اور حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اجمالی طور پر مطلق مقامِ قرب کی طرف اشارہ ہے اس میں اس تقسیم کا لحاظ نہیں ہے اور کسی قسم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، جیسا کہ صوفیائے کرام نے اس کا قرب نوافل نام رکھا ہے جیسا کہ بی یبصر و بی یسمع کا مفہوم صریح ہے اور اس قسم میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کا معنیٰ حصول فنا اور توحید ہے اسی لیے فلا تری لغیرہ وجوداً کہ غیر کا وجود تک نہ دیکھو گے، کو اس پر مترتب کیا ہے اس سے بلند اور کون سا مقام ہو سکتا ہے۔ حدیث پاک کے الفاظ

گم ہوگئی تو جان لینا کہ تمھیں فتنے میں ڈال دیا گیا ہے[17] اور شیاطین تمہارے ساتھ کھیل رہے ہیں[18]۔ چنانچہ تم اسی وقت شرعی حکم کی طرف رجوع کرو اور کبھی اس سے جدا نہ ہو اور ہوا و ہوس[19] کو چھوڑ دو۔ جس حقیقت پر شریعت گواہ نہ بنے اور اسے ثابت نہ کرے تو وہ حقیقت زندقہ ہے[20]۔

---

عمل نوافل کے اختصاص پر نص نہیں ہیں بلکہ وہ تو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جب فرائض کی نوافل کے ساتھ تتمیم و تکمیل ہو گی تو یہ مقام عطا کیا جائے گا جیسا کہ حدیث کے سیاق و سباق سے ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا یہ وہم نہیں ہونا چاہیئے کہ حضرت سرکار بغداد کے کلام میں کل فنا کا ذکر نہیں ہے بلکہ مرتبہ فنا کا کچھ حصہ بیان ہوا ہے اور یہ ادنی مرتبہ ہے اسے سمجھ لو اور اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق ملتی ہے۔

(17) تمھاری عقل زائل اور راستہ گم ہو چکا ہے۔

(18) طرح طرح کے وہم و خیال پیدا کر کے معصیت کے بھنور میں گرا رہے ہیں اور شریعت کے پردے ہٹا کر نفس و طبیعت کے گڑھے میں پھینک رہے ہیں۔

(19) لغات کی کتابوں میں ہوس کو جنون کی ایک کیفیت بتایا گیا ہے۔

## (20) جس حقیقت پر شریعت گواہ نہ بنے وہ زندقہ ہے

یعنی کفر و الحاد، دین و آخرت کا انکار اور احکام ربوبیت کی نفی ہے۔ واضح ہو کہ حقیقت شریعت کے مباین یا مخالف نہیں ہے بلکہ یہ شریعت کی حقیقت ہے کہ جس پر ایمان ہوتا ہے اصحاب حقیقت اسے سامنے

دیکھ لیتے ہیں اور اس کی حقیقت پر پہنچ جاتے ہیں۔ اگر کسی کو شریعت کے خلاف کسی چیز کا کشف ہو تو وہ جھوٹ اور باطل ہے، اس پر اعتقاد کرنے والا کافر ہو جائے گا۔

حضرت ابو سلیمان دارانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت دفعہ مواجید کا کوئی نکتہ میرے سامنے آکر اپنے حسن و جمال کا جلوہ دکھاتا ہے تاکہ میں اسے قبول کر لوں، لیکن میں کہتا ہوں کہ اپنی سچائی پر دو گواہ پیش کرو گے تو قبول کروں گا ورنہ نہیں۔ وہ دو گواہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول علیہ الصلاۃ والسلام ہے۔ جاننا چاہیے کہ حدودِ شریعت کی محافظت کے ساتھ توحید کا مشاہدہ اہلِ تحقیق صدیقین اور عارفین کا مقام ہے۔ بعض حضرات کو یہاں پہنچ کر فقط حیرانی اور سراسیمگی میسر آتی ہے اور بعض حضرات دائرۂ اسلام سے نکل جاتے ہیں اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، اور کہتے یہ ہیں کہ جب توحید مل گئی تو شریعت کی کیا ضرورت ہے، اور بعض یوں کہتے ہیں کہ ہاں شریعت کی اس لیے ضرورت ہے مخلوق کی نگہبانی و پاسبانی ہوتی رہے اور یہ آباد کاری کا سلسلہ چلتا رہے اور بعض کے حال سے یہی معلوم ہوتا ہے مگر بظاہر وہ اپنے متبعین کو حدودِ شریعت کی حفاظت کی وصیت کرتے ہیں اس سے ان کا مقصود یہی ہوتا ہے اور داد اقتدا دیتے ہیں ورنہ ضروری نہیں جانتے اور اگر یہ بات نہ ہو تو وہ شریعت کو اس قدر بھی ضروری نہ سمجھتے۔ حاشا و کلا ہم ایسی زلت و ضلالت کی باتوں سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔ اور ایک جماعت خود کو لباسِ تحقیق میں پیش کرتے ہوئے حفظِ مراتب شرط قرار دیتی ہے ؎

## گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

## (اگر حفظِ مراتب نہ کرو گے تو زندیق قرار پاؤ گے)

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ شریعت وجود کے شیونات و اعتبارات سے ہے یہ بات وحدت الوجود والوں کی اصطلاح کے مطابق درست ہے۔ مگر یہ لوگ زبانِ شریعت اور عرف دین سے نا آشنا ہیں۔ جو دین شارع علیہ السلام سے ہم تک پہنچا ہے وہ یہ شریعت ہی ہے اس کے اوامر و نواہی اور ثبوت وحقانیت میں جب کسی قسم کے تردد کی گنجائش ہی نہیں تو اس قسم کی توجیہات و عادات کے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ شریعت مستقل بالذات اور اصل ہے۔ اگر بالفرض توحید نہ ہوگی تو کمال فوت ہو جائے گا، اور اگر شریعت نہ ہو تو ایمان زائل ہو جائے گا اور میں توحید کو ایک حال قرار دیتا ہوں۔ واقع کے اعتبار سے اس کا ایک وجود ہے۔ لیکن یہ جو عوام الناس یادہ گوئی کرتے ہیں ایمان و عمل صالح کے زیور سے آراستہ ہوئے بغیر محض تقلید سے اعتقاد رکھتے ہیں یہ بجائے خود عین زندقہ والحاد ہے ؎

(۱) درکسوت خاص آمد عامی چند
بدنام کنندۂ نکو نامی چند

(۲) سخنِ وحدت آنکہ از عامی
زان چہ خیزد بغیر بدنامی

(۱۔ خاصوں کے لباس میں چند عام آدمیوں نے آکر کتنے ہی نیک نام لوگوں کو بدنام کیا۔

۲۔ اگر عام آدمی وحدت الوجود کی بات کرے گا تو اس سے بدنامی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا)

توحید ایک حالت ہے جو شریعت پر عمل اور اس کی اتباع کی وجہ سے باطن میں ایک نورانیت پیدا ہوتی ہے جس کے ساتھ یہ چیز دکھائی دیتی ہے ایسا کام کرنا چاہیئے جس میں مسلمانوں کا اعتقاد اور شریعت باہم یکجا ہوں۔ اور توحید کو اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ شریعت کے منافی نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ شریعت کو توحید کے تابع کرتے ہوئے تذبذب کے بھنور میں گر کر توجیہات کا سلسلہ شروع کر دے کیونکہ اصل کو فرع کے تابع کرنا وضع اور انصاف کے خلاف ہے۔ لہذا توحید میں توجیہ کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ شریعت میں۔ ایک شخص نے حضرت خواجہ چشت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عرض کیا ہماری گردنوں پر شریعت کا بوجھ بڑا عجیب لگتا ہے۔ آپ نے فرمایا گردن پر بوجھ تو توحید کا ہے نہ کہ شریعت کا۔ کیونکہ شریعت اصلِ دین اور بالذات ہے۔

**خلاصۂ کلام:** دین ایک ہی ہے، شریعت طریقت اور حقیقت اس کی شاخیں، مرتبے اور درجے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

# اَلمَقَالَۃُ الحَادِیَۃُ وَالاَربَعُونَ

قَالَ رضی اللہ عنہ: نَضرِبُ لَکَ مَثَلاً فِی الغِنیٰ فَنَقُولُ اَلاَ تَریٰ المَلِکَ یُوَلِّی رَجُلاً مِنَ العَوَامِ وَیُعطِی لَہٗ وِلَایَۃً عَلٰی بَلدَۃٍ مِنَ البِلَادِ وَیَخلَعُ عَلَیہِ وَیَعقِدُ لَہُ الاَلوِیَۃَ وَرَایَاتٍ وَیُعطِیہِ الکُوسَ وَالطَّبلَ وَالجُندَ فَیَکُونُ عَلٰی ذٰلِکَ بُرھَۃً مِنَ الزَّمَانِ حَتّٰی اِذَا اطمَأَنَّ اِلٰی ذٰلِکَ وَاعتَقَدَ بَقَاءَہٗ وَثَبَاتَہٗ وَعَجِبَ بِہٖ وَنَسِیَ حَالَتَہُ الاُولٰی وَنُقصَانَہٗ وَذُلَّہٗ وَفَقرَہٗ وَخُمُولَہٗ وَدَاخَلَتہُ النَّخوَۃُ وَالکِبرِیَاءُ جَاءَہُ العَزلُ مِنَ المَلِکِ فِی اَسرَعِ مَا کَانَ مِن اَمرِہٖ ثُمَّ طَالَبَہُ المَلِکُ بِجَرَائِمَ صَنَعَھَا وَتَعَدّٰی اَمرَہٗ وَنَھیَہٗ فِیھَا فَحَبَسَہٗ فِی اَضیَقِ الحُبُوسِ وَاَشَدِّھَا وَطَالَ حَبسُہٗ وَدَامَ ضُرُّہٗ وَذُلُّہٗ وَفَقرُہٗ وَذَابَت نَخوَتُہٗ وَکِبرِیَاؤُہٗ وَانکَسَرَت نَفسُہٗ وَخَمِدَت نَائِرَۃُ ھَوَاہُ وَکُلُّ ذٰلِکَ بِعَینِ المَلِکِ وَعِلمِہٖ ثُمَّ تَعَطَّفَ المَلِکُ عَلَیہِ فَنَظَرَہٗ بِعَینِ الرَّاْفَۃِ وَالرَّحمَۃِ فَاَمَرَ بِاِخرَاجِہٖ مِنَ الحَبسِ وَالاِحسَانِ اِلَیہِ وَالخِلعَۃِ عَلَیہِ وَرَدِّ الوِلَایَۃِ اِلَیہِ وَمِثلِھَا مَعَھَا وَجَعَلَھَا مَوھِبَۃً فَدَامَت لَہٗ وَبَقِیَت مُصَفَّاۃً مُکَفَّاۃً مُھَنَّاۃً فَذٰلِکَ المُؤمِنُ اِذَا قَرَّبَہُ اللہُ تَعَالٰی اِلَیہِ وَاجتَبَاہُ فَتَحَ قُبَالَۃَ

عَيْنِ قَلْبِهٖ وَبَابَ الرَّحْمَةِ وَالْمِنَّةِ وَالْاِنْعَامِ فَيَرٰى بِقَلْبِهٖ مَالَاعَيْنٌ
رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَاخَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ مِّنْ مُّطَالَعَةِ الْغُيُوْبِ
مِنْ مَّلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَتَقْرِيْبٍ وَّكَلَامٍ لَذِيْذٍ لَطِيْفٍ وَ
وَعْدٍ جَمِيْلٍ وَّدَلَالٍ وَاِجَابَةِ دُعَاءٍ وَتَصْدِيْقٍ وَّوَعْدٍ وَفَائِهٖ وَكَلِمَاتِ
حِكْمَتِهٖ تُرْمٰى اِلٰى قَلْبِهٖ قَذْفًا مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ فَتَظْهَرُ عَلٰى
لِسَانِهٖ وَمَعَ ذٰلِكَ يُسْبَغُ عَلَيْهِ ظَاهِرًا عَلٰى جَسَدِهٖ وَ
جَوَارِحِهٖ فِي الْمَاكُوْلِ وَالْمَشْرُوْبِ وَالْمَلْبُوْسِ وَالْمَنْكُوْحِ الْحَلَالِ
وَالْمُبَاحِ وَحِفْظِ الْحُدُوْدِ وَالْعِبَادَاتِ الظَّاهِرَةِ فَيُدِيْمُ اللّٰهُ
ذٰلِكَ لِعَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ الْمَجْذُوْبِ بُرْهَةً مِّنَ الزَّمَانِ حَتّٰى
اِطْمَاَنَّ الْعَبْدُ اِلٰى ذٰلِكَ وَاغْتَرَّبِهٖ وَاعْتَقَدَ دَوَامَهٗ فَتَحَ اللّٰهُ
عَلَيْهِ اَبْوَابَ الْبَلَاءِ وَاَنْوَاعَ الْمِحَنِ فِي النَّفْسِ وَالْمَالِ وَالْاَهْلِ
وَالْوَلَدِ فَيَنْقَطِعُ عَنْهُ جَمِيْعُ مَا كَانَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنْ
قَبْلُ فَيَبْقٰى مُتَحَيِّرًا حَسِيْرًا مُّنْكَسِرًا مَّقْطُوْعًا بِهٖ اِنْ نَّظَرَ اِلٰى
ظَاهِرِهٖ رَاٰى بِهٖ مَا يَسُوْءُهٗ وَاِنْ نَّظَرَ اِلٰى قَلْبِهٖ وَبَاطِنِهٖ رَاٰى
مَا يَحْزُنُهٗ وَاِنْ سَاَلَ اللّٰهَ كَشْفَ مَا بِهٖ مِنَ الضُّرِّ لَمْ يَرَ
اِجَابَةً وَّاِنْ طَلَبَ وَعْدًا جَمِيْلًا - لَمْ يَجِدْهُ سَرِيْعًا وَّاِنْ
وُّعِدَ لَمْ يُشْعِرْ بِشَيْءٍ عَلَى الْوَفَاءِ وَاِنْ رَاٰى رُءْيَا يَظْفَرْ بِتَعْبِيْرِهَا
وَتَصْدِيْقِهَا وَاِنْ رَامَ الرُّجُوْعَ اِلَى الْخَلْقِ لَمْ يَجِدْ اِلٰى
ذٰلِكَ سَبِيْلًا وَّاِنْ ظَهَرَتْ لَهٗ رُخْصَةٌ فِيْ ذٰلِكَ فَعَمِلَ بِهَا
تَسَارَعَتِ الْعُقُوْبَاتُ بِنَحْوِهٖ وَتَسَلَّطَتْ اَيْدِي الْخَلْقِ عَلٰى
جِسْمِهٖ وَاَلْسِنَتُهُمْ عَلٰى عِرْضِهٖ وَاِنْ طَلَبَ الْاِقَالَةَ مِمَّا قَدْ

ادخل فيه من الحالة الاولة قبل الاجتباء لم يقسل وان
طلب الرضاء والطيبة والتنعم بما به من البلاء لم يعط فيه
تأخذ النفس في الذوبان والهوى في الزوال والارادة والاماني
في الرحيل والاكوان في التلاشي فيدام له ذلك بل يزاد
تشديدا وعسرا وتاكيدا حتى اذا فني العبد من اخلاق
الانسانية وصفات البشرية فبقي روحا فقط يسمع نداء في
باطنه اركض برجلك هذا مغتسل بارد وشراب كما قيل
لايوب عليه السلام فامطر الله على قلبه بحار رحمته و
رافته ولطفه ومنته فاحياه بروحه وطيب معرفته ودقائق
علومه وفتح عليه ابواب نعمه ودلاله واطلق الايدي
اليه بالبذل والعطاء والخدمة في سائر الاحوال والالسن
بالحمد والثناء والذكر الطيب في جميع المحال والارجل
بالرحال وذلل له الرقاب وسخر له الملوك والارباب
واسبغ عليه نعمه ظاهرة وباطنة وتولى تربية ظاهره
بخلقه ونعمه واستأثر تربية باطنه بلطفه كرمه وادام
له ذلك الى اللقاء ثم يدخله فيما لا عين رأت ولا اذن سمعت
ولا خطر على قلب بشر كما قال فلا تعلم نفس ما اخفي لهم
من قرة اعين جزاء بما كانوا يعملون.

## مقالہ ۴۱

# غنا اور اس کی کیفیت

حضرت شاہ جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ اے طالب! ہم تونگری کی ایک مثال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم نے اس بادشاہ کو نہیں دیکھا جس نے عوام الناس میں سے کسی آدمی کو شہر کی حکومت سونپی، اس کو خلعت سے نوازا، اس کے لیے چھوٹے اور بڑے پرچم بلند کیے، نقارہ، طبل، اور لشکر عطا کیا۔ ایک طویل مدت تک وہ اس منصب پر رہنے کے بعد سمجھا کہ یہ سب کچھ دائمی ہے۔ خود پسندی کا شکار ہو کر مفلسی، بے قدری، ذلت و فقر اور گمنامی کی پہلی حالت بھول بیٹھا۔ اس کے نفس میں کبر و نخوت آ گئی۔ اس خوش وقتی میں بادشاہ کی طرف سے معزولی کا حکم[1] آ گیا، پھر بادشاہی کا امر و نہی میں تجاوز کرنے پر اور دوسرے بڑوں کے ارتکاب پر محاسبہ کیا گیا، اس کی سزا میں انتہائی تنگ و تاریک قید خانے

---

(۱) جیسا کہ آیہ کریمہ کا مضمون ہے، حَتّٰی اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً۔

میں طویل مدت کے لیے محبوس کر دیا۔ اس کی تکلیف[2] اور ذلت و فقر نے دوام پکڑ لیا، یہاں تک کہ اس کا کبر و نخوت جاتا رہا، اس کا نفس شکستہ اور خواہشات کی آگ سرد ہو گئی۔ یہ تمام معاملہ بادشاہ کے سامنے ہوا[3]۔ پھر وہ اس پر رحمت و رافت کی نظر کرتے ہوئے قید خانے سے نکالنے، اس کے ساتھ احسان کرنے، اسے خلعت عطا کرنے اور اسے پہلی حکومت اور اس کی مثل اور حکومت دینے کا حکم دیتا ہے اور یہ اسے ہبہ کر دیتا ہے[4] اور یہ ولایت اس کے پاس دائمی طور پر صاف[5] باکفایت اور خوشگوار[6] انداز میں مل جائے۔ بالکل[7] یہی حالت

---

(۲) بعض نسخوں میں صَحْ بمعنے گزند و زیان کی جگہ مَضْرُوْہٗ ہے۔ مَاضِر کڑوے دُودھ کو کہتے ہیں جو زبان پکڑ لیتا ہے بمعنے تلخی عیش، اور بعض نسخوں میں صَبْرُہٗ ہے کہ اس کے صبر نے دوام پکڑ لیا۔

(۳) یعنی بادشاہ اس سارے معاملے کو دیکھتا تھا اور اس سے باخبر تھا لیکن اس کے وقت کی اصلاح اور حال کا علاج اسی میں تھا اس لیے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

(۴) کہ سابقہ حقوق طلب نہیں کرتا گناہوں اور تقصیروں سے مکمل طور پر صرفِ نظر کرتا ہے اور دیگر نعمتوں سے بھی نوازتا ہے۔

(۵) کہ وہ نفس و ہوا اور نخوت و غرور کی کدورتوں اور رذائل سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

(۶) مُهَنَّاۃ کا ایک معنیٰ ہے خوشگوار۔ اور اگر یہ تہنیت سے مشتق ہو تو اس کا معنیٰ ہوگا "مبارک باد" دیا گیا۔

(۷) مزید توضیح کے لیے اس مثال کو ممثل پر منطبق کر رہے ہیں۔